بسم الله الرحمن الرحیم

یاایها النبی قل لازواجک وبنتک ونساء المؤمنین

(القرآن)

اللهم صل علیٰ رقیہ بنت رسول اللہ والعن من اذیٰ بنیک فیہا۔ اللھم صل علیٰ ام کلثوم بنت نبیک والعن من اذیٰ بنیک فیہا ط (تحفۃ العوام۔ زاد المعاد)

# بنات الرسولؐ

(طبع ثانی بہ ترمیم واضافہ)

## شیعہ علماء سے ایک فکر انگیز دینی وتاریخی مراسلت

تالیف وترتیب

حکیم فیض عالم صدیقی شہید

# عرض ناشر

نہ تو میں پیشہ ور ناشر ہوں اور نہ ہی اس کتاب کی اشاعت سے پیسہ کمانا مقصود ہے بس ایک جذبہ ہے کہ حق کی اشاعت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے یہ مسودہ حکیم صاحب کی شہادت کے بعد ان کی لائبریری سے جناب مختار احمد فاروقی صاحب کی معرفت ناچیز کے ہاتھ لگا پڑھتے ہی اس کی اشاعت کا ارادہ کر لیا اگرچہ "بنات الرسول" کے نام سے یہ رسالہ ایک دفعہ پہلے بھی شائع ہو چکا ہے لیکن اس میں حکیم صاحب نے جو اضافہ فرمایا ہے اس کی وجہ سے یہ بالکل ایک نیا رسالہ ہے، مالی دشواریوں اور کچھ نجی مصروفیات نے کچھ عرصہ کے لیئے اس ارادے کو معرض التوا میں ڈال دیا۔

یہ مسودہ حکیم صاحب کا اپنا مرتب کردہ ہے اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی گئی جس حالت میں ملا اس کو اسی طرح رہنے دیا گیا میں جناب الحاج علی شیر صاحب راولپنڈی جناب مولانا محمد ادریس ہاشمی صاحب لاہور اور مولانا شاہ بلیغ الدین صاحب کراچی کا شکر گزار ہوں جن کی وجہ سے میں اس امت سبائیہ کے اصلی خدوخال سے واقف ہو سکا بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوں کہ اس ناچیز کوشش کو قبول فرمائے اور میرے لئے توشۂ آخرت بنا دے (آمین)

عبدالمجید سپرا

ناظم دارالعلوم المدنی اہلحدیث محلہ فیض آباد رسول روڈ

منڈی بہاؤالدین ۔ ضلع گجرات

# فہرست مضامین


| نمبر شمار | مضامین | | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ۱ | عرضِ ناشر | عبدالمجید سیرا | |
| ۲ | قطعہ تاریخ شہادت علامہ فیض عالم صدیقی | از ڈاکٹر محمد ایوب قادری صاحب کراچی | |
| ۳ | سوانح حضرت علامہ فیض عالم صدیقی مؤلف کتاب ہٰذا | عبدالمجید سیرا | |
| ۴ | مقدمہ طبع ثانی | مولانا حکیم فیض عالم صدیقی صاحبؒ | |
| ۵ | علمائے اہلسنت سے ایک دردمندانہ اپیل | مولانا حکیم فیض عالم صدیقی صاحبؒ | ۶ |
| ۶ | حرفِ محرمانہ | جناب السید مختار احمد فاروقی صاحب | ۷ تا ۲۶ |
| ۷ | مقدمہ کتاب | ڈاکٹر محمد سبطین لکھنوی صاحب مدظلہ | ۲۷ تا ۳۷ |
| ۸ | پس منظر اور پیش منظر | حضرت علامہ فیض عالم صدیقی صاحب | ۳۸ تا ۴۱ |
| ۹ | مکتوب مفتوح | ڈاکٹر یاور حسین ساقی صاحب (شیعہ) | ۴۴ - ۵۱ |
| ۱۰ | مکتوب مفتوح کا جواب منجانب شیعہ مولوی جناب محمد بشیر انصاری صاحب آف ٹیکسلا | | ۵۲ - ۵۵ |
| ۱۱ | (i) جواب الجواب بنام مولوی محمد بشیر انصاری صاحب شیعہ منجانب حکیم فیض عالم صدیقی صاحب | | ۵۷ - ۶۴ |
| | (ii) خط بنام مولوی محمد بشیر انصاری صاحب شیعہ منجانب حکیم فیض عالم صدیقی صاحب | | ۶۵ - ۶۹ |
| ۱۲ | مکتوب مفتوح کا جواب منجانب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مناظر شیعہ | | ۷۰ - ۸۴ |
| ۱۳ | مولوی اسمٰعیل شیعہ مناظر کے خطوط کا جواب الجواب منجانب حکیم فیض عالم صدیقی صاحب | | ۸۵ تا ۹۱ |
| ۱۴ | شیعہ مولوی سید ظہور الحسن کوثر کا مکتوب | | ۹۲ تا ۱۰۶ |
| ۱۵ | شیعہ مولوی ظہور الحسن کے خط کا جواب منجانب علامہ فیض عالم صدیقی صاحب | | ۱۰۷ تا ۱۱۵ |
| ۱۶ | مکتوب مفتوح کے جواب میں مرزا یوسف حسین لکھنوی شیعہ مبلغ کا مکتوب | | ۱۱۶ |
| ۱۷ | شیعہ مولوی مرزا یوسف حسین لکھنوی کے خط کا جواب منجانب علامہ فیض عالم صدیقی صاحب | | ۱۱۷ تا ۱۱۹ |
| ۱۸ | رسالہ "البتول" اور مسئلہ بنات الرسولؐ | | ۱۲۰ تا ۱۳۲ |

# قطعۂ تاریخ شہادت علامہ فیض عالم صدیقی

## از قلم جناب ڈاکٹر محمد ایوب قادری صاحب (کراچی)

مؤرخ، مصنف، حکیم اور فاضل — علوم و معارف میں بےمثل اور کامل!
تصانیف ان کی ہیں واضح، مدلل — نہ مغلق نہ مہمل بہر نوع مکمل
ملی ان کو راہِ خدا میں شہادت — نہ تیغِ ظلم و جفا و شقاوت
وہ مسجد میں مارے گئے مثلِ مظہر[1] — مقامِ شہادت یہ اللہ اکبر
ہوئی فکرِ تاریخ جب مجھ کو لاحق — ہوا ملتجی میں بدرگاہِ خالق
ندا آئی فوراً بطرزِ تفاول — لکھو قادری تم "غم مرجع کُل"!
۱۴۰۳ھ

آہ سیّد حکیم فیض عالم صدیقی ہ ۱۴۰۳ھ

ولی اجل حکیم فیض عالم صدیقی ہ ۱۴۰۳ھ

(بشکریہ ماہنامہ "شمس الاسلام بھیرہ" نومبر ۱۹۸۳ء)

---

[1] حضرت مرزا مظہر جانجاناںؒ جنہیں "اُمتِ ابن سبا" نے مسجد میں شہید کر دیا تھا۔



# رئیس القلم جناب علامہ فیض عالم صدیقی

از قلم: جناب مولانا عبدالمجید سپرا صاحب جامع مسجد اہلحدیث فیض آباد منڈی بہاؤالدین

چراغِ مصطفوی سے شرارِ بُولہبی کی ستیزہ کاری ازل سے تا ابد جاری و ساری رہیگی تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی چمنستانِ دینِ حق کو شرک و بدعت کی بادِ صرصر نے اپنی لپیٹ میں لینے کی کوشش کی تو ربِ ذوالجلال نے اپنی رحمتِ خاصہ سے ایسی ہستیوں کو تحفظ دینِ مبین کے لیئے کرۂ ارضی پر بھیج دیا جن کی گفتارِ شیریں کی بادِ نسیم نے گلستانِ حق کی ہر کلی، ہر پھول اور ہر بُوٹے کو تر و تازہ کر دیا۔ یہ سُنتِ خُداوندی ہے کہ جہاں نمرود پیدا ہوتے ہیں وہاں عالمِ اسباب سے ابراہیمی صدائیں گونجنے کے سامان بھی وجود میں آجاتے ہیں، جہاں فرعون و سامری جنم لیتے ہیں وہاں جلالتِ موسوی کے جلوے بھی ضرور دکھائی دیتے ہیں۔ "ہر فرعونے را موسیٰ" کا قانونِ قدرت ہی دراصل "بزمِ حق و باطل" کی جان ہے۔

جب برصغیر میں سبائیت کے جراثیم پھیلنے لگے تو مبدائے فیض کی کرم گستری سے متعدد علمائے حق میدانِ عمل میں اُتر آئے۔ حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ نے "تحفہ اثنا عشریہ" شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے "ازالۃ الخفا" شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے "ہدیۃ الشیعہ" اور نواب محسن الملک نے "آیاتِ بینات" جیسی کتب تصنیف فرما کر مسلکِ حق کا دفاع کیا مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے تو اُمتِ ابن سبا کی نقاب کشائی کو اپنی زندگی کا مشن بنالیا۔ یہ سب اکابر خدائے لم یزل کی رحمتِ کاملہ سے قافلۂ توحید کو عطا ہوئے۔ علاوہ ازیں مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے "ردّ الرفضہ" علامہ نور بخش توکلی نے "تحفہ شیعہ"۔ علامہ پیر قمر الدین سیالوی نے "مذہب شیعہ" اور مولانا اللہ یار خاں چکڑالوی نے "تحذیر المسلمین" لکھ کر رافضیت کے جراثیم سے عوام کو خبردار کیا۔ اس سلسلہ میں جہاں علامہ دوست محمد قریشیؒ، علامہ نور الحسن بخاریؒ، مولانا ظہور احمد بگویؒ اور مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ کی دفاعی خدمات

قابلِ ستائش ہیں وہاں علامہ محمود احمد عباسیؒ، علامہ تمنا عمادیؒ، مرزا حیرت دہلویؒ، مولانا عظیم الدین صدیقی اور عزیز احمد صدیقی کی خدماتِ جلیلہ بھی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھی جائیں گی۔ لیکن قافلۂ حق وصداقت میں رئیس القلم مؤرخ اسلام، فاتح رافضیت جناب علامہ فیض عالم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ایک منفرد مقام کی حامل ہے۔ آپ نے ابطالِ باطل اور احقاقِ حق کے لیئے اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کی۔ آپ نے جس جرأت اور بے باکی سے مجوسیت اور یہودیت کے ملغوبے سے تیار ہونے والی "رافضیت" کے چہرے سے اسلام کا نقاب اتار کر اس کی صحیح تصویر عوام کے سامنے پیش کی یہ آپ ہی کا کارنامہ ہے۔

حکیم فیض عالم صدیقیؒ اس صدی کے رجلِ عظیم تھے۔ آپ بیک وقت ادیب بھی تھے اور خطیب بھی، حاذق طبیب بھی تھے اور حق کے نقیب بھی۔ عزیزِ دوستاں بھی تھے اور دوستِ عزیزاں بھی۔ آپ کی محفل میں بیٹھ کر آدمی کو اس حقیقت کا قائل ہونا پڑتا تھا کہ قحط الرجال کے اس دور میں اب بھی کرۂ ارضی پر "احسنِ تقویم" کی مجسم تفسیریں موجود ہیں۔ آپ محاسنِ اخلاق کے ماہِ تاباں، علم وادب کے بحرِ بیکراں، ناموسِ صحابہؓ کے پاسباں، حق گوئی وبیباکی کے ترجمان اور باطل کے لیئے تیغِ براں تھے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آپ "حیاتِ جاوداں کا عنواں" ہوگئے۔ آپ نے حق کے موتیوں سے باطل کے سنگریزوں کو الگ کرکے صفحۂ دہر پر اپنی یاد کا ایسا نقشِ دوام مرتسم کر دیا کہ لیل ونہار کی گردش اسے کبھی بھی مٹا نہ سکے گی۔

آپ کی تصانیف کا بنظرِ تعمق مطالعہ کیا جائے تو ایک ہی واضح پیغام ملتا ہے کہ "کتاب وسنت ہی عین اسلام ہے اور کتاب وسنت کے سچے امین صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ لیکن حدیث سے استدلال کرتے ہوئے۔ قال الرسول کے مقدس نعرے ہیں۔ "قال الرسول" کے پردے میں "منسوب الی الرسول" کی غلاظتوں سے بچو۔" اس بنیادی حقیقت کے تقاضوں کو ہی مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے اپنی تمام صلاحیتیں صحابۂ کرام کی عدالت و شرافت اور دیانت وعفت کی حفاظت کے لیئے صرف کر دیں۔

عالمِ اسلام کے اس بطلِ جلیل کے مختصر لیکن مستند حالاتِ زندگی ہم "شاہکار انسائیکلو آف اسلام"[۱]

صلہ یہ شاندار کتاب جہازی سائز کے ۱۴۴۸ صفحات پر مشتمل ایک اہم قاموس ہے جسے شاہکار بک فاؤنڈیشن بی - ۳۴۰ - ۱۱ - اے شمالی کراچی ۳۶ نے عمدہ کاغذ پر شائع کیا ہے اس میں عالمِ اسلام کی تاریخ اہم مشاہیر اور تمام اہم تحریکات کا بیان ہے



صد ۱۲۱۸ کے حوالے سے من وعن پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

"ممتاز محقق، عالمِ دین، اہلِ قلم اور تحریک آزادیٔ کشمیر کے سرگرم رہنما ۱۰ اپریل ۱۹۱۸ء کو فتح پور مضافات راجور (مقبوضہ کشمیر) میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام قاضی دین محمد رحمۃ اللہ علیہ تھا جو علاقے کی معروف شخصیت تھے۔ ابتدائی تعلیم فتح پور میں حاصل کی۔ مزید تعلیم پنجاب میں حاصل کی۔ قرطاس وقلم سے تعلق چھوٹی عمر میں ہی ہوا تھا۔ چنانچہ اسی دوران آپ نے کشمیر کے جرائد چاند۔ حق، جاوید، پاسبان، ملت، جوہر اور الاصلاح وغیرہ میں لکھنا شروع کیا۔ بعد میں یہ سلسلہ آپ کی سیاست میں آمد کے باعث منقطع ہوگیا۔ ۱۹۳۶ء میں آپ فوج میں بھرتی ہوگئے۔ اس دوران آپ کو مرزائیت اور عیسائیت کا بھرپور مطالعہ کرنے کا موقع مل گیا۔ کچھ عرصہ آپ ضلع کٹھوعہ میں جو ہندوؤں کا مرکز تھا مدرس تعینات ہوئے۔ وہاں ہندو مذہب کا پورے انہاک کے ساتھ مطالعہ کیا۔ انہیں دنوں "مسلم کانفرنس" کے احیاء اور مسلم کاز کی تائید میں سینکڑوں مقالات لکھے۔ طب میں آپ نے زبردست مہارت حاصل کی۔ ۱۹۴۲ء میں الٰہ آباد سے ادیب کامل اور ۱۹۴۵ء میں پنجاب سے فارسی فاضل کی ڈگریاں حاصل کیں۔ اسطرح طب میں بھی حکومت کی طرف سے درجۂ اول کے سند یافتہ طبیب تھے۔ تقسیم ملک کے وقت ہجرت کرکے پاکستان آگئے اور معروف کشمیری رہنما چوہدری غلام عباس کے معتمد خصوصی کی حیثیت سے کام کرنا شروع کیا۔ ان کے خلوص وانہماک سے چوہدری صاحب بہت متاثر تھے۔ ان سیاسی ہنگاموں کے باوصف دینی خدمت سے غافل نہیں رہے اور محض توکلت علی اللہ دھریالہ جالپ ضلع جہلم میں ایک بڑی جامع مسجد اور ایک دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔ بعد میں آپ کو یہ قصبہ چھوڑنا پڑا۔ یہاں سے مولانا جہلم کے محلہ مستریاں آئے اور وہاں مسجد ومدرسہ تعمیر کرایا۔

مولانا فیض عالم صدیقی ایک عالم وزاہد ہونے کے علاوہ ادیب بھی ہیں۔ مولانا اتحاد بین المسلمین کے بڑے خواہش مند ہیں لیکن ایک محقق ہونے کے ناطے سے عظمت ومقام صحابہؓ کے شدت سے قائل ہی نہیں زبردست مبلغ ہیں۔ اسی جذبہ کی بنا پر بعض دفعہ ان کی تحریر سلف صالحین کی روش سے ہٹ جاتی ہے لیکن اس کے باوجود مسئلہ کو بڑے مؤثر انداز میں سمجھانے میں ماہر ہیں۔ ان کا طرزِ تحریر منفرد ہے اور اس میں شدت پائی جاتی ہے۔ تحقیق کے

میدان میں انہوں نے بڑے نازک مسائل پر قلم اٹھایا ہے۔ ردِ رفض و سبائیت ان کا خصوصی موضوع ہے۔ اس پر انہوں نے سینکڑوں مقالات لکھے۔ ان کی باقاعدہ پہلی تصنیف "اختلافِ اُمت کا المیہ" ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی تو گویا فکر و نظر کے ساکن تالاب میں تموج پیدا ہو گیا اور معلوم ہوا کہ حکیم صاحب نے جامد تقلید کا جوا اپنی گردن سے اتار دیا ہے۔ ان کی کتاب کا حصّہ دوم رفض کے ردّ میں ہونے کی وجہ سے سابقہ حکومت نے ضبط کر لیا تھا۔ ان کی تصانیف میں "مقامِ صحابہؓ" "واقعہ کربلا۔ عترتِ رسولؐ۔ بنات الرسولؐ۔ شہادت ذوالنورینؓ۔ مشکوٰۃ کے فوائد غزنویہ پر ایک نظر۔ خلیفہ مروان بن الحکم۔ سلطان ٹیپو۔ افاداتِ بنگش۔ مختصر تاریخ راجوری اور حقیقت مذہب شیعہ شامل ہیں[1]۔"

(شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا ص۱۲۱۸)

حکیم صاحب جیسے نابغۂ روزگار میں جذبۂ تحقیق کی نشو و نما میں آپ کی سیاحت کو بڑا دخل ہے۔ بقولِ اقبال ؎

بنتی ہے بیاباں میں فاروقی و سلمانی

حکیم صاحب ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۲ء تک ہندوستان کے کونے کونے میں سبز رنگ کا لباس پہنے سیاحت میں مصروف رہے۔ اس عرصہ میں آپ ہندو جوگیوں، سنیاسیوں، پنڈتوں اور مسلمان گدی نشینوں پیروں کا بغور تقابلی جائزہ لیتے رہے۔ پیروں کی کرامات اور جوگیوں کے استدراجی ہتھکنڈوں سے واقفیت حاصل کی آپ اپنی کتاب "اختلافِ اُمت کا المیہ" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"۱۹۳۲ء سے چلّہ کشی اور اوراد و وظائف کا جو شغل شروع کیا تھا اس عرصہ میں اکثر ان اشغال سے وقت گزرتا رہا۔ اسکے

---

[1] ان کے علاوہ حکیم صاحب کی مندرجہ ذیل تصانیف زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ خلافتِ راشدہ۔ سادات بنی رقیہؓ۔ صدیقۂ کائنات۔ اہلِ حدیث۔ سیدنا حسن بن علیؓ۔ سیدنا حسینؓ کا اپنے مؤقف سے رجوع۔ عبداللہ بن سبا۔ خالد سیف اللہ۔ القول المفتوح اور اسلام میں یزید نام کے اکابرین۔



ساتھ حبسِ دم کی مشق کی اور مختلف شعبدہ بازیوں اور استدراجی ہتھکنڈوں سے واقف ہوا۔ ۱۹۴۲ء سے آخر تک مختلف گدی نشینوں کی زیارت میں وقت گزرا۔ اس تمام سیاحت کا ماحصل ان لوگوں کی ظاہری اور باطنی زندگیوں کے مطالعہ کے علاوہ طبّی تجربات سے استفادہ بھی تھا۔"

(اختلاف امت کا المیہ ص۶ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان)

آپ نے نہ صرف ہندومت، عیسائیت، قادیانیت اور اسلام کا تقابلی مطالعہ کیا بلکہ ہر مذہب کے ٹھیکیداروں جوگیوں، پنڈتوں اور پیروں کی ظاہری و باطنی زندگی کا بچشم خود گہرا مشاہدہ کیا۔

حکیم صاحب حقانیت اسلام کے زبردست نقیب ہونے کے باوصف مستقبل میں اسکی ترویج و تنفیذ کے متعلق بڑے فکرمند تھے۔ آپ اسلام کی ترقی و ترویج کی راہ میں فرقہ بندی کو سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے اسلام میں فرقہ بندی کی ابتدا اور اس کے خاتمے کی کوششوں پر تحقیقی کام شروع کیا۔ یہ تحقیقات "اختلافِ اُمت کا المیہ" کے نام سے قسطِ اوّل کی صورت میں شائع ہوئیں۔ جسے ملک کے دانشور طبقہ میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ مزید تحقیقات سے آپ پر یہ عقدہ عیاں ہوا کہ فرقہ بندی کی اصل وجہ وضعی روایات اور مکذوبہ حکایات ہیں جو نہایت چابکدستی سے ہماری تاریخ میں شامل کرکے دین کا جزو بنا لیئے گئے ہیں۔ ہر قسم کے رطب و یابس کو تاریخ میں شامل کرکے ان کی بنیاد پر قرآن و سُنّت کی من مانی تشریح کی گئی ہے۔ اس رطب و یابس اور فضول لٹریچر کو ہمارے فرقہ پرست ملاؤں نے سینے سے لگا رکھا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر حکیم صاحب نے اس گروہ کی تلاش شروع کی کہ جس نے جعلی روایات اور مکذوبہ حکایات پر اسلام کا لیبل لگا کر اُسے "دینِ محمدیؐ" قرار دینے کی گھناؤنی سازش تیار کر رکھی ہے۔ آپ نے نہ صرف اس نقاب پوش گروہ کو تلاش کر لیا بلکہ جراُتِ رندانہ سے کام لیتے ہوئے بڑھ کر اس کے مکروہ چہرے سے نقاب بھی الٹ دیا۔ اس مردِ قلندر نے ان نقاب پوشوں کی طرف اشارہ کرکے مسلمانوں کو خبردار کیا کہ

- لوگو ـــــ سن لو ـــــ دامادِ علیؓ سیدنا فاروقِ اعظمؓ کے قاتل یہی ہیں۔
- اچھی طرح پہچان لو ـــــ دامادِ مصطفےٰ سیدنا ذوالنورینؓ کے قاتل یہی ہیں۔
- تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنیوالو ـــــ سیدنا علیؓ کے قتل کے ذمہ دار یہی ہیں۔
- تحقیق کرنیوالو ـــــ سُن لو! سانحہ کربلا کے اصل محرّک یہی نقاب پوش ہیں۔
- اتحاد اسلامی کا پرچار کرنیوالو ـــــ پہچان لو ـــــ جمل و صفین کی ہولناک جنگوں کے پسِ پردہ کردار یہی ہیں۔
- شوکتِ اسلامی کا خواب دیکھنے والو ـــــ سُن لو! ہلاکو سے سازباز کر کے بغداد کی تباہی کے اصل مجرم یہی غدّار ہیں۔
- آزادی کے متوالو ـــــ دیکھ لو ـــــ ٹیپو سلطان کی پیٹھ میں خنجر گھونپنے والے غدّار یہی ہیں۔
- وحدتِ نسلِ انسانی کا پرچار کرنے والو ـــــ سُن لو ـــــ اسلام میں نسلی امتیاز کو مذہب کا جزو بنا کر طبقاتی منافرت پھیلانے والے یہی لوگ ہیں۔

حکیم فیض عالم صدیقی کی اس آواز سے سبائیت بوکھلا اُٹھی۔ حکیم صاحب کی تحقیقات شائع ہونے لگیں۔ آپ کی محققانہ اور فاضلانہ تصانیف کا چرچا نہ صرف اندرون ملک بلکہ بیرونِ ملک میں بھی ہونے لگا۔ اہلِ علم طبقہ میں اس سکالر کی تحقیقات کی خوب پذیرائی ہوئی۔ طرزِ کہن پہ اڑنے والے آپ کی حکیمانہ استدلال سے متاثر ہو کر حقیقت کی طرف مائل ہونے لگے۔ بقول ڈاکٹر محمد سبطین لکھنوی[۳]

"مطالعہ کی قلزم آشامی اور انشاء پردازی کی ممارست نے ان کی تصانیف کو بہت جلد اوجِ پر پہنچا دیا۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ ان کے ہر دو اوصاف نے علمی دُنیا میں فیض عالم کو ایک بے تاج بادشاہ بنا دیا تھا اور عوام انکے قلم

ــــــــــــــــ

[۳] جناب حضرت مولانا ڈاکٹر محمد سبطین لکھنوی مدظلہ نے حکیم فیض عالم صدیقی کی شہادت کے بعد آپ کی شخصیت کے متعلق ایک رسالہ شائع کیا جو "ادارہ اشاعۃ السنۃ کسری پارک تھرپارکر سندھ" سے دستیاب ہے۔



کو علمی دُنیا کے طنطنۂ تاج کا مالک سمجھتے تھے"۔

(تحفظِ ناموسِ صحابہؓ کا ایک شہید پاسبان صـ۲)

تالیف ڈاکٹر محمد سبطین لکھنوی

حکیم صاحب کی انقلابی تالیفات کا جواب تحریر کرنے کی بجائے مخالفین نے آپ کی کتب پر پابندی لگوانے کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ جو کتاب تحریر فرماتے ضبط کروادی جاتی۔

ظاہر ہے دلائل کے میدان میں عاجز آنے کے بعد ایک یہی حربہ تھا جس سے عوام تک آپ کا لٹریچر پہنچنے سے روکا جا سکتا تھا۔ یکے بعد دیگرے حکیم صاحب کی کئی کتب حکومتِ پنجاب اور حکومتِ سندھ نے ضبط کریں۔ لیکن اس مردِ حق نے ہمت نہ ہاری۔ آپکی تصانیف شائع ہو کر مارکیٹ میں آتی رہیں اور ضبط ہوتی رہیں۔ اس طرح آپ معاشی مشکلات سے دوچار تو ہوگئے لیکن آپ کی جبیں پر کبھی شکن نہیں آئی۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ مروجہ افکار ونظریات کا طلسم توڑنے والوں کے ساتھ یہی سلوک ہوتا چلا آرہا ہے۔ آپ کا ایک ہی منشن تھا کہ

"کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق"

جناب حافظ عبدالاعلیٰ بن الحماد آف مدینہ یونیورسٹی علامہ فیض عالم صدیقی کے جذبۂ تحقیق کے متعلق رقمطراز ہیں:

"ایک دفعہ بی بی سی لندن نے شیعہ آبادی کے اعداد و شمار بیان کرنے میں نہایت غلط بیانی سے کام لیا تو مارک ٹیلی کو جہلم حاضری دینی پڑی اور پھر جو اس کے ساتھ ہوا کچھ نہ پوچھیئے۔ اللہ دے اور بندہ لے۔ حکیم صاحب نے تیس[۴۰] چالیس سال پہلے سے اب تک کی مردم شماری کا ریکارڈ نکلوایا اور بڑی ہی طویل جدوجہد اور محنتِ شاقہ کے بعد پمفلٹ شائع کیا کہ ملک میں شیعہ آبادی کا تناسب دو فی صد ہے"۔

(قافلہ آزادی کا بطلِ جلیل۔ علامہ فیض عالم صدیقی ہفت روزہ اہلحدیث لاہور صـ۱۳۔ ۴ نومبر ۱۹۸۳ء)

آپ کا یہی جذبۂ تحقیق تھا جس کی بدولت آپ ہمیشہ تاریخ میں یاد رکھے جائیں گے مناظرانہ تحریریں ناقابلِ تردید حوالہ جات سے ایسا زبردست استدلال پیش کرتے ہیں کہ مخالف مبہوت ہو کر رہ جاتا ہے۔

آپ نے ہمیشہ تحقیقی مواد پیش کیا جسے ہر مکتبِ فکر کے اہلِ شعور حضرات نے قبول کیا۔ مہر محبوب الٰہی ایڈووکیٹ جنہیں حکیم صاحب کا وکیل ہونے کا شرف حاصل ہے فرماتے ہیں

> "حکیم صاحب کی تصانیف حوالہ جات سے مسلح ہیں۔ ان کی
> تحریروں کا جواب کسی فرقے کے پاس موجود نہیں ہے۔ آج بھی
> جبکہ وہ اس دنیا میں موجود نہیں ہیں ان کے حوالہ جات غلط
> ثابت کرنیوالوں کے لیئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں کہ
> ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین"۔

(انٹرویو مہر محبوب الٰہی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ـــ شائع کردہ ادارہ اشاعۃ السنۃ تھرپارکر سندھ"

آپ متواتر تحقیق سے اربابِ علم وفضل میں جستجوئے حق کی ایسی شمع فروزاں کر گئے جو آنے والی نسلوں کے لیئے خضرِ راہ کا کام دے گی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ہر مسلک کے اہلِ علم و دانش میں یکساں طور پر مقبول تھے۔ بقول حافظ عبدالاعلیٰ مدینہ یونیورسٹی۔

> "آپ کا بڑا کام یہ ہے کہ انہوں نے خیالات کی دُنیا میں ایک
> انقلاب برپا کر دیا تھا۔ بڑے بڑے اصحاب عدم توجہ کے باعث
> حُبِّ اہل بیت کے سلسلے میں بے سروپا احادیث اور تاریخی
> لحاظ سے غلط روایات کو سینے سے لگائے ہوئے تھے حکیم
> صاحب نے خیالات کا رُخ بدل دیا۔ راولپنڈی کے "ترجمان"
> کے مدیر اور جامعہ مدینہ کے مولانا سیّد احمد میاں سے انکی
> طویل ترین خط و کتابت ٭ بہت دلچسپ تھی۔ بہت سے
> خطباء و علماء میں حکیم صاحب کی تحریک کا رنگ جھلکتا تھا
> ان کی محفل میں بلا امتیازِ مسلک بڑے بڑے پائے کے لوگ

٭ حکیم صاحب کی مولانا سید احمد میاں اور دیگر علماء سے خط و کتابت عنقریب شائع کی جائے گی۔ (ادارہ فیضان القرآن)



> تھے۔ ان میں عربی و فارسی شعر کہنے والے کئی گدّی نشین تھے
> جو ان کی اہلحدیث مسجد میں بڑے ادب سے بیٹھے پائے گئے۔
> وہ انہیں اہلحدیث سمجھنے کے باوجود پیر مانتے تھے"۔

(ہفت روزہ "اہلحدیث" لاہور ۴ نومبر ۱۹۸۳ء)

مولانا فیض عالم صدیقی بیک وقت انگریزی۔ عربی۔ فارسی۔ اردو۔ کشمیری۔ ہندی۔ سنسکرت اور پنجابی پر عبور رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصانیف میں ادبی چاشنی کے علاوہ ان زبانوں کی کتب کے حوالہ جات کافی تعداد میں ملتے ہیں۔ ولیم میور۔ پروفیسر نکلسن ڈاکٹر والٹر بسی کلین۔ جے این ہالسٹر۔ ڈوائیٹ ایم ڈونالڈسن۔ پی کے ہٹی۔ جے کے برج اور ٹری منگھم جیسے مستشرقین کی تصانیف وتراجم سے اپنے مؤقف کی تائید میں اقتباسات آپ کی تالیفات میں جابجا ملتے ہیں۔ آپ کو زبان و بیان کے اتار چڑھاؤ پر پُورا پُورا کنٹرول حاصل تھا۔ اس کا اندازہ آپ کی تالیف "شیرِ میسور ٹیپو سُلطان" میں مملکتِ میسور کے حضور نذرانۂ عقیدت کے پُر درد الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے۔

> "مملکتِ خداداد میسُور! آج پونے دو سو سال بعد ہم یہ نہیں جانتے
> کہ تیرے کتنے غازیوں اور مجاہدوں کا خُون پُورے عالم اسلام
> کے لیئے تیری خاک پر پُورے چالیس سال تک بہتا رہا۔ کتنے شہروں
> کے باسی تھے جو بہائم صفت انگریزوں، درندہ صفت مرہٹوں اور
> شغال صفت دکنیوں کی چیر پھاڑ سے اللہ کو پیارے ہوتے رہے
> کتنی بستیاں راکھ کا ڈھیر بن گئیں۔ کتنے آنسو تیری مٹی میں جذب
> ہُوئے۔ کتنی دُلہنوں کے سُہاگ اُجڑے۔ کتنی ماؤں کی گودیں خالی
> ہُوئیں۔ کتنی بہنوں کے شاہین صفت بھائی اپنے خونوں کا نذرانہ
> دے کر زندہ جاوید ہو گئے۔ کتنی بیٹیاں یتیم ہوئیں۔ کتنے فرزندانِ
> اسلام عمر بھر کیلئے اپاہج ہو گئے۔ تیرے ان مجاہد اور غازیوں کے
> عزم و ثبات، جرأت و شجاعت، ایثار و خلوص، ہمّت و بسالت

کی کتنی داستانیں تھیں جن کے ذکر سے تاریخیں محروم ہیں۔ ہم پونے دو سو سال بعد ان سوالوں کا جواب نہیں دے سکتے۔

ہم ان شہیدانِ ملک وملّت کی رُوحوں کے سامنے شرمندہ ہیں جنہوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا مگر ہم ان کے ناموں سے بھی واقف نہیں۔

انہیں شہیدوں کی رُوحوں کے حضور میں نذرانۂ عقیدت جو گمنام اُٹھے، گمنام لڑے اور گمنام ہی شہید ہو گئے"۔

(شیرِ میسور صفحہ ۲ تالیف علامہ فیض عالم صدیقی)

علامہ فیض عالم صدیقی جیسے قادر الکلام سکالر کی تحریر کی اثر آفرینی کا اندازہ لگانے کے لیئے مزید ایک اقتباس ملاحظہ ہو جو آپ کی تالیف "سیدنا خالد سیف اللہ" کے ابتدائی صفحات پر موجود ہے۔

"اُس بطلِ جلیل فاتح اعظم کے حضور میں جو بیک وقت اپنی حربی بصیرتوں میں چنگیز بھی تھا اور نپولین بھی۔ اپنی جنگی تدابیر میں تیمور لنگ بھی تھا اور محمد فاتح بھی۔ فتوحات میں سکندرِ اعظم بھی تھا اور فریڈرک اعظم بھی۔ اپنی ذاتی شجاعتوں میں رستم و اسفندیار بھی تھا اور ہنی بال بھی۔ اس کے مجاہدانہ کارنامے خالص لوجہ اللہ تھے۔ ان میں کوئی آمیزش تھی نہ میل اور نہ نقص۔ وہ جہاں سے اور جس طرف سے بھی گزرا فتوحات کے پھریرے اُڑاتا ہؤا گزرا۔ اس نے جس طرف بھی رُخ کیا فتوحات، کامرانیوں اور کامیابیوں نے آگے بڑھ کر اس کے قدم چُومے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام اسلامی صُوبوں میں ارتداد کی لہر اس شدّت سے اُٹھی جیسے کوئی



طوفان بلاخیز ہو مگر اس نے ایک طرف ارتداد کے بخیئے ادھیڑ کر رکھ دیئے اور دُوسری طرف ایران کی ہزار سالہ متمدّن ایرانی سلطنت کو اپنے پاؤں تلے روند کر رکھ دیا ............

...... اس بھری دُنیا میں سیدنا خالد سیف اللہ سے پہلے اتنا عظیم فاتح ہؤا نہ بعد میں۔ وُہ تاریخِ عالم کا ایک زندہ و تابندہ فاتح تھا۔ رضی اللہ عنہ"۔

حکیم صاحب جیسے صاحب طرز ادیب اور فاضل کی تصانیف کی مقبولیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ جس شخص نے آپ کی کسی ایک تصنیف کا مطالعہ کیا اس نے آپ کی تالیفات کا پُورا سیٹ منگوانے کے لیئے آپ کو خط لکھ دیا۔ آپ کی تالیفات کے خلاف طوفانِ بدتمیزی برپا کرنے کی تحریک کا آغاز اُس وقت ہؤا جب آپ کی مختصر سی تالیف "سیدنا ابن زبیر کا خروج اور سیدنا حسینؓ کا اپنے مؤقف سے رجوع" منظرِ عام پر آئی۔ اس مختصر کتابچے میں آپ نے ناقابلِ تردید دلائل سے یہ ثابت کیا کہ سیدنا حسینؓ نے اپنے مؤقف سے رجوع فرما لیا تھا۔ آپ نے مدِ مقابل کو تین شرائط پیش کی تھیں:

۱. مجھے واپس جانے دیا جائے۔

یا ۲. مجھے سرحد تک چلے جانے کی اجازت دے دی جائے۔

یا ۳. مجھے یزید کے پاس لے چلیں تاکہ میں اس کی بیعت کر لُوں۔

اس کتابچے کی اشاعت پر آپ کو دشنام طرازی اور مغلظات سے بھرپور خطوط موصول ہونا شروع ہو گئے۔ یہ عمل مخالفین کی تنگ نظری اور دلیل کے میدان میں شکست کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ ان خطوط میں آپ سے مطالبہ کیا گیا کہ آپ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بند کر دیں ورنہ آپ کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ لیکن آپ مصلحتوں کا نقاب نوچ کر اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ ادا کرتے رہے اور تند و تیز بادِ مخالف کے باوجود تطہیرِ تاریخ کا چراغ جلائے اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہے ؎

ہوا تھی تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا ☆ وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے تھے اندازِ خسروانہ

اب حکیم صاحب کے خلاف پروپیگنڈے کی مشین گنیں کھول دی گئیں۔ کسی نے منکرِ حدیث کہا۔ کسی نے ملحد کہا۔ کسی نے ناقص الفہم اور مغلوب الغضب کہا۔ کسی نے خارجی کہا کسی نے ناصبی کہا۔ بغرض بھانت بھانت کی بولیاں[1] سننے میں آئیں۔

"سیدنا حسینؓ کا اپنے موقف سے رجوع" کے جواب میں آپ کو ایک شیعہ عالم حسین عارف نقوی صاحب کے دو خطوط موصول ہوئے۔ حکیم صاحب نے اپنے رسالے کی اشاعتِ ثانی میں نہ صرف نقوی صاحب کے دونوں خطوط من وعن شائع کر دیئے بلکہ ساتھ ہی اپنا محاکمہ بھی لکھ دیا۔ اس پر حسین عارف صاحب کو تفصیلی جواب کی ضرورت محسوس ہوئی۔ انہوں نے "حضرت امام حسینؓ اور تیسری شرط" نامی ایک پمفلٹ امامیہ دار التبلیغ اسلام آباد سے شائع کیا۔ جس میں اپنی شیعہ برادری کو عملاً لیس ہو کر میدان میں آنے پر اُبھارا ہے[2]۔ جونہی یہ پمفلٹ حکیم صاحب کی نظروں سے گزرا آپ نے اس کا ایک تحقیقی جواب بنام

"القول المفتوح بسلسلہ سیدنا حسین کا اپنے موقف سے رجوع"[3]

مرتب فرمایا۔

اگست سنہ ۱۹۸۰ء میں حکیم صاحب کے خلاف جوہر آباد میں ان کی تالیف "سیدنا حسین کا اپنے موقف سے رجوع" کی وجہ سے مقدمہ درج کیا گیا۔ اس مقدمہ میں مہر محبوب الٰہی صاحب ایڈووکیٹ ہائی کورٹ حکیم صاحب کی طرف سے وکیل صفائی تھے۔ چونکہ مہر صاحب حکیم صاحب کی تمام کتب کا عمیق مطالعہ کر چکے تھے۔ اسلیئے آپ نے نظریاتی محاذ پر حکیم صاحب کے مؤقف کی تائید میں فریقِ مخالف کے دانت کھٹے کر دیئے۔ یہ مقدمہ تین سال تک چلتا رہا۔ جناب چوہدری محمد شمیم جہانگیر صاحب مجسٹریٹ درجہ اوّل جوہر آباد نے اپنا فاضلانہ فیصلہ سناتے ہوئے حسب ذیل ٹھوس بنیادوں

[1] : حکیم صاحب کی ذات گرامی پر لگائے گئے اتہامات کا عنقریب تفصیلی جواب شائع کیا جائیگا۔ (ادارہ فیض القرآن)

[2] - ملاحظہ ہو رسالہ "حضرت امام حسین اور تیسری شرط" از حسین عارف نقوی صفحہ ۳ رسالہ "القول المفتوح" پاک اکیڈمی جامع مسجد



پر تمام ملزمین کو بری کر دیا۔

۱۔ مقدمہ جس انداز سے بنایا گیا ہے وہ استغاثہ پوری طرح ثابت کرنے میں ناکام رہا ہے۔

۲۔ گواہوں کے بیانات میں واضح تضاد موجود ہے۔

۳۔ تفتیشی افسر اور مدعی کا بیان ایک دوسرے کی تائید نہیں کرتے۔

۴۔ کتابچہ مذکور کا مواد عام نوعیت کا ہے اور دونوں عقائد کے عام دستیاب کتابچوں میں عام ملتا ہے۔

۲۹ اگست سنہ ۱۹۸۳ء کو یہ فیصلہ صادر ہوا اور حکیم صاحب بری کر دیئے گئے چونکہ اس کتابچہ سے حادثۂ کربلا کی روایتی تصویر ملیا میٹ ہوتی تھی اور نتیجۃً قصرِ سبائیت کی پوری عمارت زمین بوس ہونے کا شدید خدشہ تھا اس لیئے پوری سبائی مشینری حرکت میں آگئی۔ دلائل کے میدان میں عاجز آنے کے بعد اس فرزندِ اسلام کو راستے سے ہٹا دینے میں ہی اپنی عافیت سمجھنے والوں نے ایک گھناؤنی سازش کی اور ۶ ستمبر ۱۹۸۳ء کو جہلم کی جامع مسجد میں اُسی کمینگی سے آپ پر حملہ کیا گیا جس طرح چھ ستمبر ۱۹۶۵ء کو ہندوؤں نے پاکستان پر حملہ کیا تھا۔ شاید چھ ستمبر کا دن پاکستان اور اسلام کے دشمنوں نے اپنی کمینگی کے اظہار کے لیئے منتخب کر رکھا ہے لیکن جسطرح پاکستان زندہ و تابندہ رہے گا اسی طرح فیض عالم صدیقی کے نظریات بھی انشاءاللہ پھیلتے رہیں گے دشمن نے فیض عالم کو مسجد میں گولی مار کر شہید کر دیا لیکن تحقیق و تدقیق کی جو شمع آپ روشن کر گئے اس سے شرک و بدعت کے اندھیرے ملیا میٹ ہوتے رہیں گے بقول پروفیسر عبدالرحمٰن صاحب

"دلیل کے میدان میں شکست کھانے کے بعد رائج الوقت تصورات اور نظریات کے پیروکار اپنے مخالفین کو اپنے راستے سے ہٹا دینا ہی اپنے مسئلے کا حل سمجھنے لگتے ہیں۔ لیکن کون نہیں جانتا کہ سقراط کو زہر کا پیالہ پلانے کے باوجود اس کے دشمن اس کے پیغام کو ابدی نیند سُلانے سے قاصر رہے۔ رسولِ عربیؐ کے قتل کے کتنے ہی منصوبے بنے لیکن آپ کی انقلابی دعوت پھر بھی دلوں اور ذہنوں کو مسخر کرتی

رہی۔ حکیم فیض عالم صدیقی بھی تاریخی صداقتوں کے سقراط تھے کہ جن کے وجودِ خاکی میں آہنی گولیوں کا زہر اتار کر موت کی نیند سلا دیا گیا۔ لیکن آپ روشنیٔ فکر کی جو شمع جلا گئے ہیں وہ کبھی بجھ نہ سکیگی چراغ سے چراغ جلتے رہیں گے اور سچائی کا سفر جاری رہے گا۔"

(ماہنامہ "میثاق" لاہور۔ نومبر ۱۹۸۳ء صفحہ ۶۷)

امیر جماعت غرباء اہل حدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن سلفی علامہ فیض عالم صدیقی کی شہادت پر رقمطراز ہیں:

"حکیم صاحب ایک جید عالم اور تاریخی تحقیق کے میدان کے شہسوار تھے۔ انہوں نے اپنی تصنیفات میں تاریخ کی کتابوں کے ایسے حقائق پیش کئے تھے کہ جن کا جواب دینے کی بجائے ان پر نہایت بزدلانہ طریقہ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا۔"

(پندرہ روزہ صحیفہ اہل حدیث کراچی۔ ۹ اکتوبر ۱۹۸۳ء صفحہ ۲۳)

حکیم صاحب نے جو کچھ حق سمجھا اسے ببانگِ دہل اور ڈنکے کی چوٹ بیان کیا۔ بقول جناب محمد اسلم نیازی صاحب ایم۔اے

"حکیم صاحبؒ نے اپنی تحریروں سے امام ابن تیمیہ کی یاد تازہ کر دی اور ان کی روح کو تسکین پہنچائی۔ انہوں نے وہ حقائق بیان فرمائے جن کو بیان کرنا دل گردے کا کام تھا اور ہمارے بڑے بڑے علماء، مصنفین اور محققین بھی بیان نہیں کر سکتے تھے یا ان میں بیان کرنے کی جرأت اور حوصلہ نہ تھا۔ مولانا نے اس صدی میں وہ کام کیا جو قرونِ اولیٰ میں ابن تیمیہؒ نے کیا تھا۔"

(ہفت روزہ "اہلحدیث" لاہور۔ ۲۱ اکتوبر ۱۹۸۳ء صفحہ ۱۵)

آپ کی بعض تصانیف تا حال طبع نہیں ہو سکیں لیکن ان کے مسودے موجود ہیں۔ ان میں "دامغ الظنون فی ردِ جملاء العیون" "سلطان محمود غزنوی" "اسلام کے دس بڑے جرنیل" "سیرۃ النبی شبلی کی تلخیص"



اور اسماء الحسنیٰ قابلِ ذکر ہیں۔ آپ نے بعض مصنفین کی کتب پر لاجواب تقاریظ، تعلیمات و حواشی اور مقدمات تحریر فرمائے جو فی نفسہٖ پُر مغز اور قیمتی مواد کے مجموعے تھے آپ کی تصانیف تو ایک طرف صرف آپ کا الحاج محمد اسحٰق قلبی صاحب کی تالیف "شہادت سید الشہداء اور حضرت ہندہؓ" پر مقدمہ۔ محمد شرف الدین یکتاؔ جودھپوری کی کتاب "امیر حجاج بن یوسف" پر تقریظ، محمود صوف کی کتاب "امہات المؤمنین" پر مقدمہ۔

"التفقہ فی الدین"، "انبیاء کی دعائیں" "اور مودودی صاحب کی غلط بیانیوں کا جواب" جیسی کتب پر فاضلانہ مقدمات ہی اس امر کی شہادت کے لیئے کافی ہیں کہ حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر با محاورہ۔ اندازِ بیان دلکش اور استدلال اس قدر زوردار ہوتا ہے کہ قاری داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

حکیم صاحبؒ کی شہادت سے تحقیق کے میدان میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا محال ہے اللہ تعالیٰ اس شہیدِ حق کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے ؂

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

# انتساب

جناب علامہ محمود احمد عباسی

کے نام

جملہ حقوق بحق اولادِ مصنف محفوظ ہیں!

## مؤلف کی دیگر تحقیقی تالیفات

1. اختلافِ امت کا المیہ — دوسرا ایڈیشن — ۴۲/- روپے
2. حقیقتِ مذہب شیعہ — تیسرا ایڈیشن — ۵۰/- "
3. عترتِ رسول — تیسرا ایڈیشن — ۲۵/- "
4. مقامِ صحابہؓ — دوسرا ایڈیشن — ۱۰/- "
5. امیر مروان بن الحکم — دوسرا ایڈیشن — ۶/- "
6. شہادتِ ذوالنورین — دوسرا ایڈیشن — ۱۰/- "
7. خلافتِ راشدہ — ۱۲/- "
8. ساداتِ بنی رقیہ — ۱۲/- "
9. صدیقۂ کائنات
10. واقعۂ کربلا
11. اہلحدیث — ۲/- "
12. راجوری — ۲/- "
13. سلطان ٹیپو شہید — ۲۵/- "
14. مشکوٰۃ کے فوائدِ غزنویہ پر ایک نظر
15. سیدنا حسنؓ ابن علیؓ
16. سیدنا حسینؓ کا اپنے مؤقف سے رجوع اور سیدنا ابن زبیر کا خروج
17. عبداللہ بن سبا
18. خالد بن ولید سیف اللہ
19. القول المفتوح بسلسلہ سیدنا حسینؓ کا اپنے مؤقف سے رجوع
20. دامغ الظنون فی ردّ جلاء العیون (زیرِ طبع)
21. سلطان محمود غزنوی (زیرِ طبع)
22. اسلام کے دس بڑے جرنیل "
23. سیرت النبی شبلی کی تلخیص "
24. "القول المفتوح بسلسلہ سیدنا حسینؓ کا اپنے مؤقف سے رجوع" کے جواب "حضرت امام حسینؓ" اور تیسری شرط کا جواب الجواب قیمت ۱۰/- روپے

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ

(القرآن)

اللّٰھم صل علی رقیہ بنت رسول اللہ والعن من اذی نبیك فیھا - اللّٰھم صل علی ام کلثوم بنت نبیك والعن من اذی نبیك فیھا (تحفۃ العوام - زاد المعاد)

# بنات الرسولؐ

(طبع ثانی بہ ترمیم و اضافہ)

## شیعہ علماء سے ایک فکر انگیز دینی و تاریخی مراسلت

تالیف و ترتیب

حکیم فیض عالم صدیقی شہید

نام کتاب ---------- بنات الرسولؐ

طبع اوّل ---------- ۱۹۷۳ عیسوی

ناشر طبع اوّل ---------- ادارہ نشر علوم اسلامی ممن آباد جھنگ صدر

طبع ثانی ---------- ۱۹۸۳ عیسوی

مؤلف ---------- حکیم فیض عالم صدیقی شہید

طابع و ناشر طبع ثانی ---------- مؤلف کتاب

قیمت ---------- ۲۰/- روپے

کاتب ---------- شریف اختر چھالیہ

مقام اشاعت ---------- جامع اہلحدیث محلہ مستریاں جہلم

: ملنے کا پتہ :

حکیم فیض عالم صدیقی جامع اہلحدیث محلہ مستریاں
جہلم



# مقدمہ طبع ثانی

گھسی پٹی باتوں کو دہرانا کوئی خوشگوار امر نہیں مگر بعض اوقات بعض تقاضے ایسی شدت اختیار کر جاتے ہیں کہ انسان اُن کہی ہوئی باتوں کو دہرانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہی صورت "بنات الرسول" کے سلسلے میں پیش آئی ہے۔ ایک شیعہ ڈاکٹر کے مسلسل تقاضوں سے تنگ آ کر ۱۹۷۳ء میں "مکتوب مفتوح" کے عنوان سے ایک پمفلٹ ایک ہزار کی تعداد میں طبع کرا کے تقریباً پچاس شیعہ علماء کو بھیجا اور باقی تمام مفت تقسیم کر دیا۔ چند ایک شیعہ علماء کو بذریعہ رجسٹری بھجوایا جس کے جواب میں شدید انتظار اور پھر مسلسل یاددہانیوں کے بعد صرف چار اصحاب کی طرف سے مکتوب موصول ہوئے۔ میں نے معمولی سے تبصرہ کے ساتھ وہ تمام جوابات کتابی صورت میں طبع کرا کے دوبارہ شیعہ علماء کو بھجوائے اور لکھا کہ آپ میں سے بھی اگر کوئی صاحب اس مضمون پر کچھ لکھ کر بھیج دیں تو شائع کرا دوں گا۔ مگر ۱۹۷۳ء سے تا ایندم خاموشی۔ البتہ مرزا یوسف حسین شیعہ نے ۱۲۸ صفحات پر مشتمل چھوٹی تقطیع کا ایک کتابچہ بنام "البتول فی وحدت بنت رسولؐ" طبع کرایا۔ مرزا صاحب کا اخلاقی فرض تھا کہ کتابچہ طبع ہوتے ہی مجھے بھجوا دیتے جیسا کہ میں نے اپنی تالیف "بنات الرسولؐ" انہیں بھجوائی تھی مگر مرزا صاحب اور صحافتی اخلاق؟

بنات رسولؐ کے زیر نظر ایڈیشن میں "البتول" کے مندرجات سے قارئین اپنے مقام پر آگاہ ہوں گے۔ یہاں برسبیل تذکرہ اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ مرزا صاحب اور تو سب کچھ ہو سکتے ہیں مگر قرآن سے قطعاً بے بہرہ ہیں اس مختصر سے رسالہ میں آپ نے جس قدر قرآنی آیات لکھی ہیں وہ تقریباً تقریباً غلط لکھی ہیں شاید مرزا صاحب کے قرآن میں یہ آیات اس طرح درج ہوں۔ اگرچہ وہ قرآن حضرت امام منتظر اپنے ہمراہ لے کر کسی سرداب میں روپوش ہو چکے ہیں اور ۳۱۳ یا ۳۰۳ مومنوں کے انتظار میں پیچھے بیٹھے ہیں اور ہو سکتا ہے

مرزا صاحب کی کسی طرح رسائی اُس قرآن تک ہو گئی ہو چونکہ بقول[۲] احمد بن[۱] سیار مؤلّف کتاب السیاری، محمد بن[۲] حسن شیبانی مؤلّف تفسیر نہج البیان فی کشف معانی القرآن، احمد[۳] بن محمد بن خالد برقی مؤلّف کتاب التحریف، محمد بن[۴] خالد مؤلّف کتاب التنزیل التغییر، علی[۵] بن حسین بن فضال مؤلّف کتاب التنزیل فی القرآن والتحریف، محمد بن[۶] حسن صیرفی مؤلّف کتاب التنزیل والتبدیل، شیخ حسن[۷] بن سلیمان علی مؤلّف کتاب التنزیل والتحریف، محمد بن[۸] عباس بن علی بن مردان ماہیار المعروف بابن الحجام مؤلّف التفسیر المقصود علی ما انزل فی اہلبیت علیہم السّلام بحوالہ تفسیر صاحب البرہان، ابوطاہر[۹] عبدالواحد بن عمر قمی مؤلف کتاب قرأت امیرالمؤمنین شیخ[۱۰] محدث جلیل ابوالحسن شریف مؤلّف مرأۃ الانوار و مشکوٰۃ الاسرار، علامہ[۱۱] نوری طبرسی مؤلّف فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب، شیخ کامل[۱۲] شرف الدین نجفی مؤلّف کتاب تاویل الآیات الباہرہ فی عترت الطاہرہ موجودہ قرآن محرّف ہے۔ تفسیر[۱۳] قمی، تفسیر صافی[۱۴]، اصول کافی[۱۵] اور حاشیہ ترجمہ[۱۶] قرآن مولوی مقبول بھی تحریف قرآن پر کافی مواد کے حامل ہیں۔ صرف چار شیعہ علماء نے یہ جرأت کی ہے کہ قرآن غیر محرف ہے مگر ان کے متعلق فصل الخطاب کا مؤلّف کہتا ہے "متقدمین میں سے ان چار سے اتفاق کرنیوالا کوئی نہیں" (صفحہ ۳۴)

اسی طرح مرزا جی کی "تالیف" وفات عائشہؓ" میں بھی قرآنی آیات غلط لکھی گئی ہیں۔ میں ہر دو کتب کی قرآنی غلطیوں کے متعلق تفصیلی تذکرہ اپنی تالیفات "مقام صحابہؓ" اور "صدیقہ کائناتؓ" میں کر چکا ہوں۔ اور اس تالیف میں بھی اپنے مقام پر قارئین دیکھیں گے۔ مولوی محمد بشیر آف ٹیکسلا کے خط سے قارئین خود محسوس کریں گے کہ اس میں صرف "جان بچاؤ اور بھاگ نکلو" پر عمل کیا گیا ہے۔ مولوی اسمٰعیل آنجہانی کا مکتوب چونکہ، چنانچہ، البتہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے، ویسا کیوں ہوا پر مشتمل ہے۔ البتہ کوئی ظہور الحسن کوثر بڑے معرکے کے "عالم" ثابت ہوئے ہیں۔ دشنام طرازی شاید آپ کو ورثہ میں ملی ہے۔ آپ نے جلاء العیون ملّا مجلسی کا حاشیہ بھی لکھا ہے اور اس کے شروع میں اپنے خاندانی حالات لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"حضرت فتح محمدؐ کے اس بیٹے کے جن سے محلہ پوستیاں منسوب ہے غالباً پڑوتے



کے پانچ لڑکے ہوئے جو پانچ بھینسوں کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان پانچوں کے والد دو بھائی تھے (یہ عقدہ کوئی پوستی ہی حل کر سکتا ہے)۔ ایک کی اولاد یہ پانچ بھینے اور دوسرے کی اولاد وہ سادات ہیں جو آج تک پوستی سادات کے نام سے مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک لاولد مر گیا اور چاروں کی اولاد آگے چلی جو اب تک ہے اور بحکم خدا اور رسُول آگے بڑھتی رہے گی۔ ان میں سے ایک کی اولاد سادات نفلو کے مشہور ہوئے۔ دُوسرے کی اولاد سادات سوندو کے مشہور ہوئی۔ تیسرے کی اولاد سادات ارڑے موگی کے مشہور ہوئے۔ چوتھے کی اولاد سادات موجو کے مشہور ہوئے"۔

(جلاء العیون اردو صفحہ ۱۳ سطر ۷ تا ۱۴)

اور یہ ظہور الحسن صاحب پوستی سادات سے تعلق رکھتے ہیں۔

بنات رسُول کے سلسلہ میں "مکتوب مفتوح" کا جواب لکھنے والے ان چار شیعہ علماءؑ کا یہ ہے مختصر تعارف۔ ان کے خطوط مع جوابات آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیے اور ان کی علمی کاوشوں کی داد دیجئے یا ان پر سر دھنیے یہ آپ کے ذوق پر منحصر ہے۔

**حکیم فیض عالم صدیقی**

جامع اہلحدیث۔ محلہ مستریاں۔ جہلم (پاکستان)

# علمائے اہلسنّت سے ایک دردمندانہ اپیل

قرآنی ارشاد ہے یٰنسآءَ النبی لستنّ کاحد من النساء۔ اے نبیؐ کی بیویو! تم دنیا بھر کی کسی عورت کی مانند نہیں۔ اس کا صاف اور واضح مفہوم اور مطلب یہ ہے کہ ازواج النبیؐ کے مقابلہ میں دُنیا بھر کی کسی عورت کو پیش نہیں کیا جا سکتا۔ میں اس موضوع پر اپنی متعدد تالیفات میں بحث کر چکا ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کے خطبات جمعہ و عیدین وغیرہ میں امہات المؤمنین صلوات اللہ علیہن کے اسمائے مقدس بالکل نظر انداز کر دیئے جاتے ہیں۔ اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اہل بیت رسُول قرآن نے صرف اور صرف امہات المؤمنین کو قرار دیا ہے۔ اگرچہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بعض مواقع پر صحابہ کرامؓ میں سے چند ایک کو "منا اہل البیت" کے خطاب سے نوازا اسی طرح حضرات حسنینؓ کو بھی یہ شرف حاصل تھا۔

اور پھر لُطف یہ ہے کہ اُمّہات المؤمنینؓ کی طرح حضور اکرمؐ کی تین بنات عظامؓ کا نام بھی نہیں لیا جاتا حالانکہ سیّدہ زینب صلواۃ اللہ علیہا "ھی افضل بناتی" کے خطاب سے شادکام فرمائی گئیں

مگر صرف ایک بیٹی سیّدہ فاطمہ صلوات اللہ علیہا کا نام لیا جاتا ہے اور وُہ بھی "سیّدۃ نساء العالمین" کے الفاظ میں۔

میں تو تمام امہات المؤمنینؓ کے بعد تمام بنات رسول کو عزۃ و شرف میں تمام عالمین کا سرتاج سمجھتا ہوں اور یہ میرا ایمان ہے مگر وُہ علماء جو اپنے خطبات میں آپکی صرف ایک بیٹی کا نام لیتے ہیں کیا وہ کہیں رفض کی چھُوت سے متاثر تو نہیں؟

---



# حرفِ محرمانہ

(از مختار احمد فاروقی)

اگر "شیعیّت" کے عقائد و نظریات اور افعال کا بنظرِ تعمق جائزہ لیا جائے تو اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ یہ دراصل اسلام کے خلاف یہود و مجوس کے گٹھ جوڑ کا نتیجہ ہے۔ اگر اہل اسلام نے دعویٰ کیا کہ ہم تمام سابقہ کتبِ سماوی انجیل، توریت، زبور اور دیگر صحف کو بالیقین مانتے ہیں لیکن اب ان کُتب میں تحریف ہو چکی ہے تو فوراً "شیعیّت" نے انتقامی طور پر ہماری مُقدّس کتاب "قرآن مجید" میں تحریف کا اعلان داغ دیا۔ اگر شیعیّت یہودیّت کی شاخ نہیں تو تمام شیعہ امہات الکتب میں "عقیدۂ تحریفِ قرآن" کی حمایت میں ہزاروں روائتیں کیوں؟ جب قرآنِ مقدس نے گواہی دی کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے ساتھی "من وسلویٰ" کھا کر بھی کفّار سے جہاد پر آمادہ نہ ہوئے بلکہ اِنَّا ھٰھُنَا قٰعِدُوْنَ کا راگ الاپنے لگے اور حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے حواریوں نے تو انہیں چند درہموں کے بدلے دشمنوں کے حوالے کر دیا تو شیعیّت کی رگِ یہودیت فوراً پھڑکی اور یہودیّت کا انتقام لینے کی خاطر گلے پھاڑ پھاڑ کر یہ اعلان کرنا شروع کر دیا کہ تمہارے نبی حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم کے صحابی بھی تو ایسے ہی تھے۔ وُہ بھی تو بظاہر مسلمان لیکن بباطن (نعوذ باللہ) کافر تھے۔ حضور علیہ السّلام کے وصال کے بعد تو سوائے تین چار صحابیوں مقداد۔ عمار اور سلمان فارسی وغیرہ کے سب مرتد ہو گئے تھے۔ جب اسلام نے یہ عقیدہ پیش کیا کہ حضور علیہ السلام آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی تشریعی یا غیر تشریعی نبی نہیں آ سکتا تو شیعیّت نے فوراً "امامت" کا لیبل لگا کر کئی افراد کو مسندِ نبوّت پر بٹھا دیا۔ بقول ملّا محمد حسین ڈھکو رافضی مجتہد امام اور نبی کے فرائض و خصائص میں کوئی فرق نہیں۔ لکھتا ہے:

"امام کے وہی فرائض ہیں جو ایک نبی و رسول کے ہوتے ہیں۔
امام امورِ دین و دنیا دونوں کی اصلاح کا کفیل ہوتا ہے اسلئے

اس میں اُن تمام صفاتِ جمیلہ کا ہونا ضروری ہے جو ایک نبی
کے لیئے ضروری ہوتے ہیں۔" (اثبات الامامت صفحہ ۴۶)

جب امام کے فرائض بھی نبی جیسے ہی ہوں اور صفات بھی نبی جیسی ہی ہوں اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے بعد ایسے امام صاحبان بلا روک ٹوک آجا رہے ہوں تو نہ معلوم "انکار ختمِ نبوّت" اور کسے کہتے ہیں؟

اگر اسلام نے اپنے معاشی نظام میں زکوٰۃ کو فرض قرار دیا تو "شیعیت" نے اسلام کے معاشی نظام پر کاری ضرب لگانے کے لیئے میر جعفر جیسے غدّارانہ ہتھکنڈے استعمال کرنے شروع کردیئے اور اسے "فقہ جعفریہ" کا نام دے کر اپنے آپ کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دے لیا۔ نہ معلوم انکارِ زکوٰۃ اور کسے کہتے ہیں۔ زکوٰۃ سے انکار اسلام دشمنی نہیں تو اور کیا ہے؟

اسلام کے عسکری نظام میں "نظریۂ جہاد" ریڑھ کی ہڈّی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جتنا مسلم مفکّرین نے فرضیّتِ جہاد کی وضاحت کیلئے تحریری و تقریری کام کیا اتنا ہی یہودی و عیسائی مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کو منجمد کرنے کے لیئے اپنی کوششیں تیز تر کرتے گئے حتیٰ کہ سرسیّد احمد خاں جیسے نابغہ لوگ بھی بہک گئے۔ انگریزوں نے مرزا غلام احمد قادیانی سے فرضیّت جہاد کو منسوخ کردینے کا اعلان کرادیا لیکن سب سے پہلے مسلمانوں میں جذبۂ جہاد کو ٹھنڈا کرنے کے لیئے شیعیت میدان میں آئی اور یہ شوشہ چھوڑا کہ جہاد صرف کسی امام کی قیادت میں ہی کیا جاسکتا ہے اسے پتہ تھا کہ نہ سرمن رائے غار میں دبکا ہوا امام نکلے گا نہ مسلمان جہاد کریں گے۔ اس طرح مسلمان قوم مذہبی جذبہ سے سرشار ہوکر اپنا دفاع نہیں کرے گی اور بآسانی غلام بن جائے گی۔ شیعیت کے ایسے نظریات مسلم دشمنی اور یہود و ہنود دوستی نہیں تو اور کیا ہے؟

تعلیماتِ اسلام میں اعمالِ صالحہ کو فلاح دارین کے لیئے لازم قرار دیا گیا ہے۔ اگر کوئی مسلمان عبادات و معاملات کے سلسلہ میں شارع علیہ السّلام کے طریقے کو نہیں اپنائے گا تو وُہ یقین رکھے کہ اُسے جنّت کی خوشبو تک نہیں آسکتی۔ لیکن شیعیّت نے مسلمانوں کو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دُوسرے اعمالِ صالحہ کا تارک بنانے کے لیئے یہ پروپیگنڈہ شروع کردیا



کہ جنّت میں جانے کے لیئے صرف حبِ امام کافی ہے۔ اعمال صالحہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ مشہور مُنہ پھٹ رافضی مولوی مقبول احمد دہلوی وَاتَّقُوْا يَوْمًا (بقرہ۔ رکوع ۶) کی تفسیر میں لکھتا ہے:

"تفسیر امام میں جناب جعفر صادق سے منقول ہے کہ قیامت کے دن ........ ایک شیعہ ہمارا ایسا لایا جائے گا جس نے اعمالِ صالحہ قطعاً کچھ بھی نہیں کیے ہوں گے مگر ہماری دوستی اس کے دل میں ہوگی۔ اس کو ایک لاکھ ناصبیوں (سنّیوں) کے درمیان کھڑا کرکے کہا جائیگا کہ چُونکہ تو امامت کا قائل تھا اسلیئے یہ ناصبی (سنّی) تیرے بدلے جہنم میں بھیجے جاتے ہیں" اور یہ خدا کے اس قول سے ثابت ہے کہ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ یعنی بہت سے منکرینِ امامت (یعنی سُنّی) آرزو کریں گے کہ کاش وہ بھی امامت کے تسلیم کرنے والوں میں ہوتے"

(حاشیہ ترجمہ قرآن مجید مولوی مقبول احمد ص ۱۳)

جب اعمالِ صالحہ سے تہی دست ایک ایک شیعہ کے بدلے ایک ایک لاکھ سُنّی جہنّم میں بھیج کر شیعوں کو جہنّم سے بچا لیا جائے گا تو کیا ضرورت ہے شیعوں کو نمازیں پڑھنے اور روزے رکھنے کی؟ بڑے شوق سے بھنگ پئیں۔ متعے کریں اور کرائیں وغیرہ۔ کیا یہ نظریات وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى اور وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى جیسی قرآنی تعلیمات پر حملہ نہیں؟

"شیعیت" کے یہ حملے "قرآن" اور قرآنی تعلیمات پر تھے لیکن انتہائی دُکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ "شیعیت" نے قرآن کے علاوہ "صاحب قرآن" کو بھی معاف نہیں کیا بلکہ ان کی ہستی اور اولاد کو بھی وجہِ نزاع بنا لیا۔ کون نہیں جانتا کہ حضور علیہ السّلام کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ اس حقیقت پر قرآن، تاریخ حتیٰ کہ "شیعیت" کا پُورا لٹریچر گواہ ہے لیکن دشمنانِ اسلام نے تو خواہ مخواہ ایک مسئلہ کھڑا کرنا تھا تاکہ غیر مسلم کہہ سکیں کہ اہلِ اسلام ابھی تک اپنے نبیؐ کی صاحبزادیوں

کی تعداد کا ہی فیصلہ نہیں کر سکے۔ یہ لوگ ایک واضح [illegible] حقیقت کو جان بُوجھ کر متنازعہ بنا دیتے ہیں تاکہ آنیوالی نسلوں کے ذہن شکوک وشبہات کا شکار ہو جائیں۔ اگر ان کے کسی مجتہد کو کہا جائے کہ عالی جناب! آپ کی فلاں فلاں بیٹیاں در اصل آپ کی نہیں تو وہ کف آلود ہو کر غرّانے لگ جائیں گے لیکن افسوس! صد افسوس! ان سیاہ پوش اور سیاہ رو ملّاؤں نے ہمارے سیّد الانبیاء کی شانِ اقدس میں بھی ایسی گستاخی سے گریز نہ کیا۔ قیامت کے دن ان لوگوں کا گریبان ہوگا اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ہاتھ ہوگا۔ خُدا کے پیارے نبیؐ کو ایسی ایذا پہنچانے والے کبھی بھی اپنے انجام سے بچ نہیں سکیں گے۔

رفض کے جراثیم سے متاثر ہونے کے باوجود مولانا مودودی مرحوم نے بھی ان لوگوں پر سخت لعن طعن کی ہے جو حضورؐ کی صاحبزادیوں کا انکار کرتے ہیں۔ آیتِ حجاب کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے نبیؐ اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے کہو"۔ یہ الفاظ ان لوگوں کے قول کی قطعی تردید کر دیتے ہیں جو خدا سے بیخوف ہو کر بے تکلف یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ نبی صلّے اللہ علیہ وسلّم کی صرف ایک صاحبزادی حضرت فاطمہؓ تھیں اور باقی صاحبزادیاں حضورؐ کی اپنی صُلبی بیٹیاں نہ تھیں بلکہ گیلڑ تھیں۔ یہ لوگ تعصب میں اندھے ہو کر یہ بھی نہیں سوچتے کہ اولادِ رسول کے نسب سے انکار کر کے وُہ کتنے بڑے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں اور اس کی کیسی سخت جوابدہی انہیں آخرت میں کرنی ہوگی"

(تفہیم القرآن جلد چہارم صفحہ ۱۳۰ سورۃ احزاب)

"نباتِ رسول" سے انکار بارگاہِ رسالت میں گستاخی کے مترادف ہے شاید یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر یادر حسین ساقی صاحب نے نہایت ہمدردانہ انداز میں اپنے شیعہ علماء و مجتہدین کو مشورہ دیا ہے کہ

"اگر شیعہ علمائے کرام اپنی معتبر کتب کی تحریروں کے مطابق نبی علیہ السّلام



کی چار بیٹیوں کا اقرار کر لیں تو کیا شیعیت میں کچھ فرق پڑ جائے گا اور جو فضیلت حضرت زہراؑ کو قدرت کی طرف سے ودلیعت ہوئی ہے اس میں کچھ کمی آجائے گی؟ اب یہ حقیقت کسی کے چھپائے چھپ نہیں سکتی۔ پھر خواہ مخواہ اغیار کے سامنے آئیں بائیں کر کے جان چھڑا لینا چہ معنی دارد؟

(ملاحظہ ہو "مکتوب مفتوح" بنام علمائے شیعہ)

لیکن ڈاکٹر صاحب کیا جانیں کہ "شیعیت" کا اصل مشن کیا ہے؟ واقعی چار بیٹیوں کا اقرار کر لینے سے سادہ لوح شیعوں کی "شیعیت" میں کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن ان کے بڑے بڑے جگادری مجتہدین جانتے ہیں کہ اس سے نہ صرف "توہینِ رسالت کا خُفیہ مشن" سُست پڑ جائیگا جو "سبائیت کی جان ہے" بلکہ دامادِ نبی سیّدنا عثمان ذوالنّورینؓ کی شانِ مقدس میں گستاخیوں سے بھی باز آنا پڑے گا۔

حضور علیہ السّلام کی چاروں دخترانِ عظام کا ذکر اس تواتر سے نہ صرف اہلسنّت کی کُتب میں موجود ہے بلکہ شیعہ کُتب سے بھی اس کی تائید میں روایات کے ڈھیر لگائے جا سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ "نباتِ رسول" کے سلسلہ میں جن شیعہ علماء و مجتہدین نے مکتوب مفتوح کا جواب دینے کی جرأت کی انہوں نے زیادہ زور سائل کو یہ باور کرانے میں صرف کیا کہ روایات کی کوئی اہمیت نہیں۔ صحیح کتاب صرف کتاب اللہ ہے۔ روایات سے تو علم ظنی حاصل ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کس کس روایت سے انکار کریں گے اور کس کس روایت کی تاویل کر کے جان چھڑائیں گے۔ لہٰذا خیریت اسی میں ہے کہ سائل کو معتبر شیعہ کتب کے حوالہ جات کیطرف آنے ہی نہ دیا جائے بلکہ اِدھر اُدھر کی یاوہ گوئی سے مطمئن کیا جائے۔

آئندہ سطور میں آپ "نباتِ رسول" کے موضوع پر چار شیعہ علماء مولوی محمد بشیر ٹیکسلا مولوی محمد اسمٰعیل شیعہ مناظر، مولوی ظہور الحسن کونڑ بھربلوی اور مرزا یُوسف حسین لکھنوی کے جواب اور پھر محقق العصر جناب علامہ فیض عالم صدّیقی کے جواب الجواب سے مستفید ہوں گے تاہم قارئین کی معلومات میں اضافہ کیلئے ہم اس مسئلہ پر مختصراً روشنی ڈالنا ضروری سمجھتے ہیں

## بناتِ رسُول اور قرآن : قرآنِ مجید میں ارشادِ باری ہے :

يَاۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۔ (سورة احزاب)

ترجمہ، اے نبیؐ! اپنی ازواج اور اپنی بیٹیوں اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہدو کہ چادروں کے گھونگھٹ نکال لیا کریں ۔ (ترجمہ مقبول شیعہ مطبوعہ افتخار بکڈپو کرشن نگر لاہور ص۸۴۹)

اِس آیت سے واضح ہے کہ حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم کی بیویاں اور بیٹیاں ایک سے زیادہ تھیں ورنہ جمع کے صیغے کی وجہ بھی کوئی نہیں ملتی ۔ لفظ بنات جمع قلت ہے ۔ (ملاحظہ ہو تفسیر رُوح المعانی) قرآن مقدس کی اس واضح اور محکم دلیل سے فرار کے لیئے منکرینِ بنات نے کئی ایک لغو اور بُودے ایرادات کا سہارا لے رکھا ہے لیکن ان کی حیثیت تارِ عنکبوت سے زیادہ نہیں ۔

**شیعہ اعتراض نمبر (۱) :** آیتِ پردہ میں لفظ "بنات" واقعی جمع کا صیغہ ہے لیکن یہاں جمع کا صیغہ محض تعظیم کے لیئے ہے ۔ دراصل مُراد صرف ایک بیٹی فاطمہؓ ہے ۔

**جواب :** (۱) یہ تاویل انتہائی جاہلانہ ہے ۔ اس آیتِ کریمہ میں احکامِ تکلیفیہ بیان ہو رہے ہیں ۔ عورتوں کو پردہ کا حُکم دیا گیا ہے ۔ یہ مقام مدح و ثنا نہیں ہے ۔ ہاں تعظیم کیلئے کوئی قرینہ موجود ہوتا تو الگ بات تھی لیکن یہاں کوئی قرینہ بھی موجود نہیں ۔

(۲) ۔ غور فرمائیں کہ اگر جمع تعظیمی ہوتی تو قُل لِّاَزواجِكَ میں کاف ضمیر خطاب میں افراد کیوں برتا گیا ۔ جناب مریم علیہ السّلام تمام دُنیا کی عورتوں سے برگزیدہ ہیں ۔ قرآن میں وَ صْطَفٰكِ عَلٰى نِسَاءِ الْعٰلَمِيْنَ ہے لیکن کاف ضمیر مفرد لایا گیا ہے ۔

(۳) جس طرح لفظ " ازواجكَ " سے واضح ہے کہ رسول کی بیویاں ایک سے زیادہ تھیں اسی طرح "بناتك" کی تعداد بھی ایک سے زیادہ ہے ۔ اگر " بنات " جمع تعظیمی سمجھ کر ایک بیٹی مانو گے تو ازواج بھی ایک ہی ماننی پڑے گی ۔ اگر ازواج زیادہ ہیں تو بنات بھی زیادہ ہیں



جس طرح کوئی شخص ایک زوجۂ رسُول کو مانے بقیہ کا انکار کرے تو وُہ اس آیت کا منکر اور کافر ہے اسی طرح بقیہ صاحبزادیوں کا انکار کرنے والا بھی منکر قرآن اور کافر سمجھا جائیگا ۔

(۴) مشہور شیعہ مفسر ملّا فتح اللہ کاشانی اپنی تفسیر خلاصۃ المنہج فارسی مطبوعہ تہران ص۵۲۳ میں اس آیت کے تحت " بنات " کا مفہوم بیٹیاں ہی لکھتا ہے ۔ اگر حضورؐ کی ایک سے زائد بیٹیاں نہ تھیں تو اس نے تصریح کیوں نہ کی کہ یہاں جمع تعظیمی مُراد ہے ۔

**شیعہ اعتراض نمبر (۲) :** لفظ " بنات " میں حضرت فاطمہؓ اور ان کی بیٹیاں (حضورؐ کی نواسیاں) شامل ہیں کیونکہ نواسیوں اور پوتیوں کیلئے بھی قرآن میں لفظ " بنات " استعمال ہوا ہے ۔ دیکھئے آیت محرمات ۔

**جواب :** اِس آیتِ مُبارکہ میں پردہ کا حکم دیا گیا ہے ۔ نزول آیت کے وقت حضورؐ کی کوئی جوان بالغہ نواسی موجود ہی نہیں تھی تو اُن سے خطاب کیسا ؟ یہ تکلیفی خطاب ہے غیر مکلّف تو اس آیت کا مخاطب ہو ہی نہیں سکتا ۔

**شیعہ اعتراض نمبر (۳) :** نزول آیت حجاب کے وقت سیّدہ رقیہؓ ۔ سیّدہ زینبؓ اور سیّدہ اُمّ کلثومؓ وفات پا چکی تھیں ۔ ان کی رحلت کے بعد یہ آیت نازل ہوئی اسیلئے اس آیت میں لفظ "بنات" سے مراد یہ لڑکیاں نہیں بلکہ صرف حضرت فاطمہ مراد ہیں ۔

**جواب :** یہ آیت حجاب سورۃ احزاب میں ہے ۔ سورۃ احزاب کا تنزیلی نمبر ۹۰ ہے سورۃ احزاب کے بعد سورۃ ممتحنہ [۹۱] نازل ہوئی ۔ پھر سورہ النساء [۹۲] پھر سورہ الزلزلۃ [۹۳] پھر سورہ الحدید [۹۴] پھر سورۃ محمدؐ [۹۵] پھر سورۃ الرعد [۹۶]، پھر سورۃ الرحمٰن [۹۷] پھر سورۃ الدھر [۹۸] پھر سورۃ الطلاق [۹۹] پھر سورہ البیّنۃ [۱۰۰] پھر سورۃ الحشر [۱۰۱] ۔ پھر سورۃ النور [۱۰۲]، پھر سورۃ الحج [۱۰۳] پھر سورۃ المنافقون [۱۰۴] پھر سورۃ المجادلہ [۱۰۵] پھر سورۃ الحجرات [۱۰۶] پھر سورۃ تحریم [۱۰۷] پھر سورۃ التغابن [۱۰۸] پھر سورۃ الصف [۱۰۹] پھر سورۃ الجمعہ [۱۱۰] اور پھر سورۃ الفتح [۱۱۱] نازل ہُوئی ۔ سورۃ فتح سنہ ۶ھ میں صلح حدیبیہ سے واپسی پر نازل ہوئی ۔ ظاہر ہے اس سے بہت پہلے سورۃ احزاب نازل ہوئی ۔ بقول مفسرین سورۃ احزاب سنہ ۵ھ میں نازل ہوئی (تفہیم القرآن جلد چہارم ص۵۴ ۔ ضیاء القرآن جسٹس محمد کرم شاہ الازہری جلد چہارم ص۵ اور دوسری تفاسیر) سنہ ۵ھ تک سیّدہ زینب بنتِ رسول اللہ سیّدہ اُمّ کلثوم بنتِ رسُول اللہ اور سیدہ فاطمہ

بنتِ رسول اللہ زندہ تھیں۔ صرف سیدہ رقیہ بنتِ رسول اللہ سنہ ۲ھ میں رحلت فرما چکی تھیں لہٰذا ثابت ہُوا کہ اس آیت میں لفظ "بنات" کی مصداق یہی صاحبزادیاں تھیں جو کہ زندہ تھیں۔

**شیعہ اعتراض نمبر (۴)**: تمام مسلمان عورتیں بھی تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹیاں ہی ہیں: "بنات" سے مُراد مسلمان عورتیں بھی تو ہو سکتی ہیں۔

**جواب**: جب ضد اور تعصب کی پٹّی آنکھوں پر باندھ لی جائے تو قرآن کے ایسے ہی مطالب بیان ہوتے ہیں۔ کچھ عقل کے ناخن لیں اگر "بنات" سے مُراد تمام مسلمان عورتیں ہیں تو آیت میں موجود لفظ "نساء المومنین" کا کیا مطلب ہے؟

**شیعہ اعتراض نمبر (۵)**: اگر حضورؐ کی یہ حقیقی صاحبزادیاں تھیں تو مباہلے کے وقت حضورؐ سیدہ فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ کے علاوہ ان بیٹیوں کو اپنے ساتھ لے کر میدان میں کیوں نہ لائے۔

**جواب**: یہ اعتراض "بناء الفاسد علی الفاسد" کی قسم کا ہے۔ نہ مباہلہ ہوا نہ حضورؐ کسی کو اپنے ساتھ لیکر باہر تشریف لائے۔ یہ سب ڈھکوسلے ہیں اور مکذوبہ روایات ہیں کہ حضورؐ نے حضرت علیؓ۔ حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ کو ساتھ لیا اور کھُلے میدان میں نکل آئے۔ اہلِ علم جانتے ہیں کہ نجران کے عیسائیوں کا وفد سنہ ۹ھ میں مدینہ آیا۔

(ابنِ خلدون جلد ۲ صفحہ ۵۷ طبع بیروت)

حضور صلے اللہ علیہ وسلّم سے بحث و تمحیص کے بعد عیسائی اسلام قبول کرنے پر رضامند نہ ہُوئے۔ آپ نے مباہلے کی دعوت دی۔ ان کے امیر سیّد اور مشیر عاقب نے آپس میں مشورہ کے بعد مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور اسلام بھی قبول نہ کیا۔ واپس لوٹنے لگے تو حضورؐ سے کہا کہ ہم آپ سے صُلح کرنا چاہتے ہیں آپ نے ان سے دو ہزار حلّے سالانہ ایک اوقیہ چاندی کی وصولی کی شرط پر صلح کر لی۔

(تفصیل کے لیئے دیکھئے ارشاد الساری شرح صحیح البخاری جلد ۶ صفحہ ۴۳۶ علامہ قسطلانی)

اگر ان جھُوٹی روایات کو جن میں سیدہ فاطمہؓ، حسنینؓ اور حضرت علیؓ کو لے جانے کا ذکر ہے تسلیم کر لیا جائے تو ہم پُوچھتے ہیں کہ اس وقت حضورؐ اپنے حقیقی بیٹے حضرت ابراہیمؓ کو کیوں



نہ ساتھ لے گئے جو کہ مباہلہ کے وقت زندہ تھے۔ ان کی پیدائش جمادی الاوّل سنہ ۹ھ میں اور وفات ۲۹ شوال سنہ ۱۰ھ میں ہوئی۔ کل اٹھارہ ماہ عمر۔ (حیات رسالتمآب راجہ محمد شریف صفحہ ۴۷)

نیز یہ اعتراض اس وجہ سے بھی لچر ہے کہ سنہ ۹ھ تک سیدہ زینب اور سیدہ اُم کلثوم بھی رحلت فرما چکی تھیں۔

"بناتِ رسول" پر قرآنی شہادت اور لغو شیعی ایرادات کے ابطال کے بعد اگر اس مسئلہ کا سیرت و تاریخ کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو حقیقت اور بھی اظہر من الشمس ہو جاتی ہے جو لوگ یہ جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ سیدہ زینبؓ۔ رقیہؓ اور اُمّ کلثومؓ کے "حقیقی بناتِ رسُول" ہونے کی روایات متواتر نہیں ہیں۔ وُہ جاہلِ مطلق ہیں بلکہ علم سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ منکرینِ دخترانِ رسول کے مُنہ پر شیخ عباس قمی شیعہ کی کتاب منتہی الآمال صفحہ ۱۰۸ پر منہیہ میں ابونصر فراہی کے مندرجہ ذیل دو شعر تھپیڑ کی حیثیت رکھتے ہیں:

فرزند نبی قاسم و ابراھیم است
پس طاھر و طیّب زراہ تعظیم است
با فاطمہؓ و رقیہؓ و اُمّ کلثوم!!
زینبؓ شمرار ترا سر تعلیم است

یعنی "نبی کریم کے بیٹے قاسم اور ابراہیم ہیں جن کو تعظیم کے طور پر طاہر اور طیب کہتے ہیں۔ پھر (بیٹیوں میں) فاطمہؓ، رقیہؓ اور اُمّ کلثومؓ کے ساتھ زینبؓ کو شمار کر اگر تجھے علم سے کوئی واسطہ ہے۔"

تمام معتبر کتب اس امر کی شاہد ہیں حضور سرورِ دو عالمؐ کی صاحبزادیاں چار تھیں اور چاروں اُمّ المؤمنین خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے تھیں۔

۱۔ قدیم ترین سیرت نگار محمد بن اسحٰق کہتے ہیں:

"ابراہیم کے سوا نبیؐ کی تمام اولاد خدیجہؓ کے بطن سے پیدا ہوئی اور ان کے نام یہ ہیں۔ قاسم اور طاہر و طیب۔ زینبؓ اور رقیہؓ اور اُمّ کلثومؓ اور فاطمہؓ۔"

(سیرت ابن ہشام جلد اوّل صفحہ ۲۰۲)

(۲) ۔ علم الانساب کا مشہور ماہر ہشام بن محمد بن السائب کلبی کہتا ہے :

"مکہ میں نبوت سے قبل نبیؐ کے ہاں سب سے پہلے قاسم پیدا ہوئے
پھر زینبؓ پھر رقیہؓ اور پھر اُمِ کلثومؓ"

(طبقات ابن سعد جلد اوّل ص ۱۳۳)

نیز ثبوت کے لیئے ملاحظہ ہو :

(۳) ۔ زرقانی شریف جلد سوم ص ۱۹۳
(۴) ۔ جوامع السیرۃ علامہ ابن حزمؒ اندلسی ص ۳۸-۳۹
(۵) ۔ تفسیر رُوح البیان جلد سوم ص ۱۵۷
(۶) ۔ شمس التواریخ جلد اوّل ص ۱۰۱۴
(۷) ۔ سیرت حلبیہ مطبوعہ مصر مصنفہ علی بن برہان الدین حلبی
(۸) ۔ طبری جلد ۲ ص ۴۱۱
(۹) ۔ طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۱۴ تا ۱۶
(۱۰) ۔ الاستیعاب جلد ۲ ۔ صفحہ ۷۱۸
(۱۱) ۔ کتاب المحبّر صفحہ ۷۸ ، ۷۹ ، ۴۵۲ ۔

## اربعہ بناتِ رسُولؐ کا ثبوت شیعہ کتب کی روشنی میں :

اب ہم وہ اہم روایات پیش کرتے ہیں جو شیعہ حضرات کی چوٹی کی کتب میں موجود ہیں۔ یہی وہ روایات ہیں جن کی وجہ سے شیعہ مناظرین ہمیشہ "بناتِ رسولؐ" کے موضوع پر علمائے اہلِ سُنّت سے مناظرہ کرنے سے گھبراتے ہیں اور اگر ان کو اس موضوع سے واسطہ پڑ جائے تو ہمیشہ منہ کی کھاتے ہیں۔

(۱) ۔ "خصال" شیخ صدوق جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ پر مرقوم ہے

"وقال رسول اللہ یا حمیرا فان اللہ تعالیٰ بارک فی الولود
فان خدیجۃ رحمہا اللہ ولدت منی طاھرا وھو عبداللہ وھو



المطہر و ولدت منی القاسم و فاطمہ و رقیہ و
ام کلثوم و زینب"

۲ ۔ "تنقیح المقال فی احوال الرجال" از علامہ عبداللہ مامقانی طبع جدید نجف اشرف صفحہ،،

"ان کتب الفریقین مشحونۃ بانہا ولدت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم
اربع بنات زینب و اُم کلثوم و فاطمہ و رقیہ ........ و بناتہ
فادرکن الاسلام وھاجرن معہ واتبعنہ امن بہ ۔

" فریقین (اہلِ سُنّت اور شیعہ) کی کتابیں بھری پڑی ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے حضورؐ کی چار بیٹیاں زینبؓ، اُمِ کلثومؓ، فاطمہؓ اور رُقیہؓ پیدا ہوئیں ........ آپ کی بیٹیاں اسلام لائیں۔ حضورؐ کے ساتھ ہجرت کی اور حضورؐ کا اتباع کیا۔

واضح رہے کہ علامہ عبداللہ مامقانی شیعہ کا شہرۂ آفاق ماہر فنِ رجال ہے۔ اس کا فیصلہ پڑھنے کے بعد چند کم علم ملّاؤں کا یہ کہنا کہ راوی ضعیف ہیں یا روایت ثقہ ہیں، ڈھٹائی کے سوا کچھ نہیں۔ نیز پوشیدہ نہ رہے کہ جس روایت سے انکار کرنے کے لیئے شیعہ یہ بہانہ کرتے ہیں کہ اس کا راوی سُنّی ہے۔ جھوٹ کہتے ہیں۔ تحقیق سے علمائے اہلسنت نے ثابت کر دیا ہے کہ چار بیٹیوں والی روایت کا راوی مسعدہ بن صدقہ جو امام جعفر صادق سے روایت کرتا ہے سکّہ بند شیعہ ہے۔ محض جان چھڑانے کے لیئے علمائے شیعہ اسے سُنّی کہہ دیتے ہیں اور کسی راوی کو "تبری" کہہ دیتے ہیں حالانکہ ان جاہلوں کو یہ علم نہیں کہ "تبری" بھی شیعہ ہی کا ایک فرقہ ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب فرق الشیعہ از علامہ نوبختی شیعہ۔

۳ ۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۱ صفحہ ۱۶۱ طبع جدید۔

" و اولادہ صلی اللہ علیہ وسلم من خدیجۃ القاسم وعبداللہ وھما
الطاھر والطیب واربع بنات زینب، رقیہ وام کلثوم وفاطمہ"

علامہ ابن شہر آشوب شیعہ نے کتنے واضح الفاظ میں نام لے کر لکھ دیا ہے کہ "اربع بنات" اولاد رسول تھیں اور سیدہ خدیجہؓ کے بطن سے تھیں۔ اس سے ان لوگوں کی سفوات کی قلعی کھل جاتی ہے جو کہہ دیتے ہیں کہ یہ حضرت خدیجہؓ کی بہن کی لڑکیاں تھیں۔

۴ ۔ تتمہ المنتہی جلد ا صفحہ ۴ پر موجود ہے۔

"وابوالعاص بن ربیع قریشی زوج حضرت زینب دختر رسول در سنہ ۱۳ وفات کرد۔"

علاوہ ازیں درج ذیل شیعی کتب "بنات رسول" کے ثبوت کے لیئے ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ طوالت کے خوف سے ہم صرف حوالے تحریر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

۵ ۔ منتہی الآمال شیخ عباس قمی شیعہ مجتہد طبع جدید مطبع تبریز جلد ا صفحہ ۱۰۹، ۱۰۸

۶ ۔ تنقیح المقال من فضل النساء صفحہ ۷۳

۷ ۔ مسالک الافہام تنقیح شرائع الاسلام ص۵۳۲ مصنفہ احمد شامی شیعی شہید ثانی

۸ ۔ تحفۃ العوام قدیم ص۱۱۲

۹ ۔ حیات القلوب ج ۲ ص۷۱۸، ص۵۶۰، ص۳۱۱، ص۵۹۱-۵۹۲، ص۸۹، ص۸۲

۱۰ ۔ اصول کافی مصدقہ امام غائب ص۲۷۸

۱۱ ۔ جلاء العیون ملّا باقر مجلسی ص۳۵۳، ص۱۱۲

۱۲ ۔ تہذیب الاحکام ج ا ص۱۵۴ کتاب الصلوٰۃ مصنفہ علامہ طوسی مطبوعہ ایران نیز باب الصلوٰۃ علی الاموات ص۲۱۵

۱۳ ۔ استبصار ج ا ص۲۴۵ مطبوعہ لکھنؤ۔

۱۴ ۔ مرأۃ العقول شرح الاصول ج ا ص۲۵۲

۱۵ ۔ صافی شرح اصول کافی کتاب الحجۃ ج ۳ صفحہ ۱۴۷ مصنفہ ملّا خلیل قزوینی۔

۱۶ ۔ فروع کافی ج ا ص۲۴۱ مطبوعہ تہران

۱۷ ۔ شرح نہج البلاغۃ فیض الاسلام سید علی نقی ص۵۱۹، ص۹۶۰

۱۸ ۔ تذکرۃ المعصومین ص۶

۱۹ ۔ کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ علّامہ اردبیلی جلد ۲ صفحہ ۱۳۹ طبع جدید مطبع علمیہ قم۔

۲۰ ۔ زاد المعاد ملّا باقر مجلسی مطبوعہ تہران ص۱۶۵۔

۲۱ ۔ قرب الاسناد ص۶ آخری سطر۔



۲۲ ۔ مجالس المؤمنین مطبوعہ تہران قاضی نور اللہ شوستری ص۸۹

۲۳ ۔ من لا یحضرہ الفقیہ مطبوعہ ایران مصنفہ شیخ صدوق طبع جدید ص۵۲۶

۲۴ ۔ تفسیر خلاصۃ المنہج فارسی مطبوعہ طہران ملّا فتح اللہ کاشانی ص۵۳۳ سطر ۳۵ تفسیر سورۃ احزاب۔

۲۵ ۔ نہج البلاغت مطبوعہ لاہور جلد اوّل ترجمہ رئیس احمد جعفری رافضی ندوی ص۱۰۹۸

۲۶ ۔ منتخب التواریخ مصنفہ حاجی محمد ہاشم بن محمد علی خراسانی مطبوعہ تہران ص۲۳، ص۲۵

۲۷ ۔ اعلام الوریٰ باعلام الہدیٰ مصنفہ علی بن حسن طبرسی مطبوعہ ایران ص۱۴۶

۲۸ ۔ تفسیر مجمع البیان مطبوعہ ایران مصنفہ شیخ طبرسی جلد ۵ صفحہ ۸۴ نیز جلد ۳ ص۲۳۳

۲۹ ۔ ذبح عظیم مصنفہ خان بہادر مولوی اولاد حیدر فوق بلگرامی رافضی مطبوعہ کتب خانہ اثنا عشری لاہور ص۳۴۷

۳۰ ۔ مفاتیح الجنان مطبوعہ تہران مصنفہ شیخ عباس قمی ص۲۰۸

۳۱ ۔ مناقب آل ابی طالب جلد سوم ص۱۰۵

۳۲ ۔ امالی شیخ طوسی ص۲۷

۳۳ ۔ رجال کشی مطبوعہ مصطفویہ بمبئی مصنفہ علامہ کشی ص۲۴۱

۳۴ ۔ الانوار النعمانیہ مطبوعہ تہران ص۱۲۲ مصنفہ سید نعمت اللہ جزائری

اتنے زبردست دلائل کے باوجود علمائے شیعہ "میں نہ مانوں" کی رٹ لگائے جا رہے ہیں۔ کبھی اپنی کتابوں کو غیر معتبر کہنا شروع کر دیتے ہیں کبھی کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے علمائے نے دراصل سنیوں کی کتابوں سے یہ روایتیں نقل کی ہیں اسلیئے ہم نہیں مانتے۔ کبھی کہتے ہیں ہمارے علماء و مؤرخین نے حکومت وقت کے ڈر سے ان روایتوں کو اپنی کتابوں میں جگہ دی ہے غرض بھانت بھانت کی بولیاں بولتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم نے قرآن مجید، سیرت، تاریخ اور آپ کی کتب معتبرہ سے "اربعہ بنات رسول" کو بدلائل ثابت کیا ہے۔ اگر آپ پھر بھی انکار پر بضد ہیں تو براہِ مہربانی

(۱) کسی معتبر کتاب میں معتبر روائت یا قولِ امام سے مستند حوالے کے ساتھ ثابت کرو کہ

حضورؐ نے فرمایا ہو کہ سوائے فاطمۃ الزہرا کے میری کوئی اور بیٹی نہیں۔
یا (۲) کسی معتبر کتاب میں معتبر روایت یا قولِ امام سے مستند حوالے کے ساتھ ثابت کر دکھا
سیّدہ فاطمہؓ نے فرمایا ہو کہ میں اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی ہوں اور یہ کہ میری کوئی اور
ہمشیرہ نہیں۔
یا (۳) کسی معتبر کتاب میں معتبر روائت یا قولِ امام سے مستند حوالہ کے ساتھ ثابت کر دکھا
اُمّ المؤمنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ نے فرمایا ہو کہ سوائے فاطمہ کے میرے ہاں حضور سے کوئی
بیٹی پیدا نہیں ہُوئی۔

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار ان سے ٭ یہ بازو میرے آزمائے ہُوئے ہیں

سوال پیدا ہوتا ہے کہ "بناتِ رسول" سے انکار کا شوشہ سب سے پہلے کس خبیث نے
چھوڑا۔ تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلا رافضی جس نے "بناتِ رسول" کے حقیقی ہونے
کا انکار کیا وُہ ابُوالقاسم کوفی تھا جو ۳۵۲ھ میں مرا۔ اس نے اپنی کتاب "الاستغاثہ فی
بدع الثلاثہ" میں یہ لغو نظریہ پیش کیا کہ سیّدہ زینبؓ، سیّدہ رقیہؓ اور سیّدہ اُمّ کلثومؓ
حضور علیہ السّلام کی حقیقی بیٹیاں نہیں تھیں بلکہ "ربیبہ" تھیں۔ مشہور شیعہ علاّمہ عبداللہ مامقانی
نے "تنقیح المقال" صـ۷۹ پر ابوالقاسم کوفی کے اس باطل قول کی اچھی طرح تردید کرتے
ہوئے لکھا ہے:

"ابوالقاسم کوفی کا "الاستغاثہ فی بدع الثلاثہ" میں یہ قول کہ زینبؓ
اور رقیہؓ بیٹیاں نہیں تھیں بلکہ ربیبہ تھیں" قول بلا دلیل" ہے محض
اپنی اجتہادی رائے ہے جس کی نصوص کے مقابلہ میں حیثیت مکڑی
کے جالے کے برابر بھی نہیں۔ کُتبِ فریقین میں حضورؐ کی چار بیٹیوں
پر نصوص موجُود ہیں اور شیعوں کے پاس اپنے ائمہؑ کے اقوال موجُود
ہیں کہ رسولِ خدا کی بیٹیاں چار تھیں۔"

اکثر علمائے شیعہ نے نہ صرف ابوالقاسم کوفی کی ہفوات پر تنقید کی ہے بلکہ اُسے
بے دین قرار دیا ہے۔ شیخ عباس قمی شیعہ عالم "تتمۃ المنتہی" صـ۳۰۹ میں لکھتا ہے:



"ابُوالقاسم کوفی علی بن احمد بن موسیٰ وفات یافت و اُو در آخر
عمر مذہبش فاسد شدہ بود وکتابہا بسیار تالیف کردہ ہم از
کتابہائے ابُوالقاسم کُوفی کتاب الاستغاثہ است۔"

یعنی ابوالقاسم کوفی آخری عمر میں بے دین ہوگیا تھا۔ اس نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں
اور اس کی کتب میں سے ایک کتاب "الاستغاثہ" ہے۔
اسی طرح شیعی علاّمہ آقا میر نقد الرجال صـ۲۲۶ پر لکھتا ہے:

"ابوالقاسم کوفی رجل من اہل الکوفہ کان یقول من آل ابی طالب
وغلا فی آخر عمرہٖ وفسد مذہبہ وصنف کتب کثیرۃ اکثرھا علی الفساد۔"

ابوالقاسم اہلِ کُوفہ میں سے ایک شخص تھا جو آخر عمر میں بے دین ہوگیا تھا۔ اس نے
بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے اکثر فاسد و باطل ہیں۔

اگرچہ ابوالقاسم کُوفی جیسے بے دین کی خرافات وہزلیات قابلِ توجہ نہیں تاہم اکثر
جہلاءِ شیعہ کے اس نظریہ پر اصرار کی وجہ سے ہم اس امر کا علم الانساب کی روشنی میں مختصراً
جائزہ لیتے ہیں۔ اُمّ المؤمنین سیّدہ خدیجہؓ کے والدِ محترم جناب خویلد بن اسد کی تین بیویاں
تھیں۔ منیبہ، عدیہ اور فاطمہ۔ پہلی بیوی سے تین لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہُوئی۔ دُوسری
بیوی سے ایک لڑکا نوفل پیدا ہوا۔ تیسری بیوی سے دو لڑکیاں خدیجہؓ اور ہالہ پیدا
ہوئیں۔ ہالہ سے صرف ایک لڑکا ابوالعاص پیدا ہوُا۔ سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ کا پہلا نکاح عتیق
بن عائذ مخزومی سے ہوا جس سے ایک لڑکی ہندہ پیدا ہُوئی۔ سیّدہ خدیجہؓ کا دُوسرا نکاح
ابُو ہالہ بن زرارہ تمیمی سے ہوا جس سے ایک لڑکا ہند اور ایک لڑکی ہالہ پیدا ہوئی۔
ابُوہالہ کے انتقال کے بعد سیّدہ خدیجہؓ کا نکاح سیدالانبیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وسلّم سے ہوا جن سے قاسمؓ، طاہر اور چار صاحبزادیاں زینبؓ، رقیہؓ، اُمّ کلثومؓ اور
فاطمہؓ پیدا ہُوئیں۔ سیّدہ زینبؓ بنتِ رسول اللہ کا نکاح ان کی خالہ ہالہ کے لڑکے
ابوالعاص بن ربیع سے ہُوا۔ انساب کی یہ تفصیل کتاب نسب قریش مصعب زبیری
صـ۲۲۸-۲۳۲۔ حیات القلوب ملّا باقر مجلسی شیعہ جلد دوم اور کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ

علامہ علی بن عیسیٰ اُردبیلی شیعہ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ مندرجہ ذیل نقشہ ملاحظہ ہو:

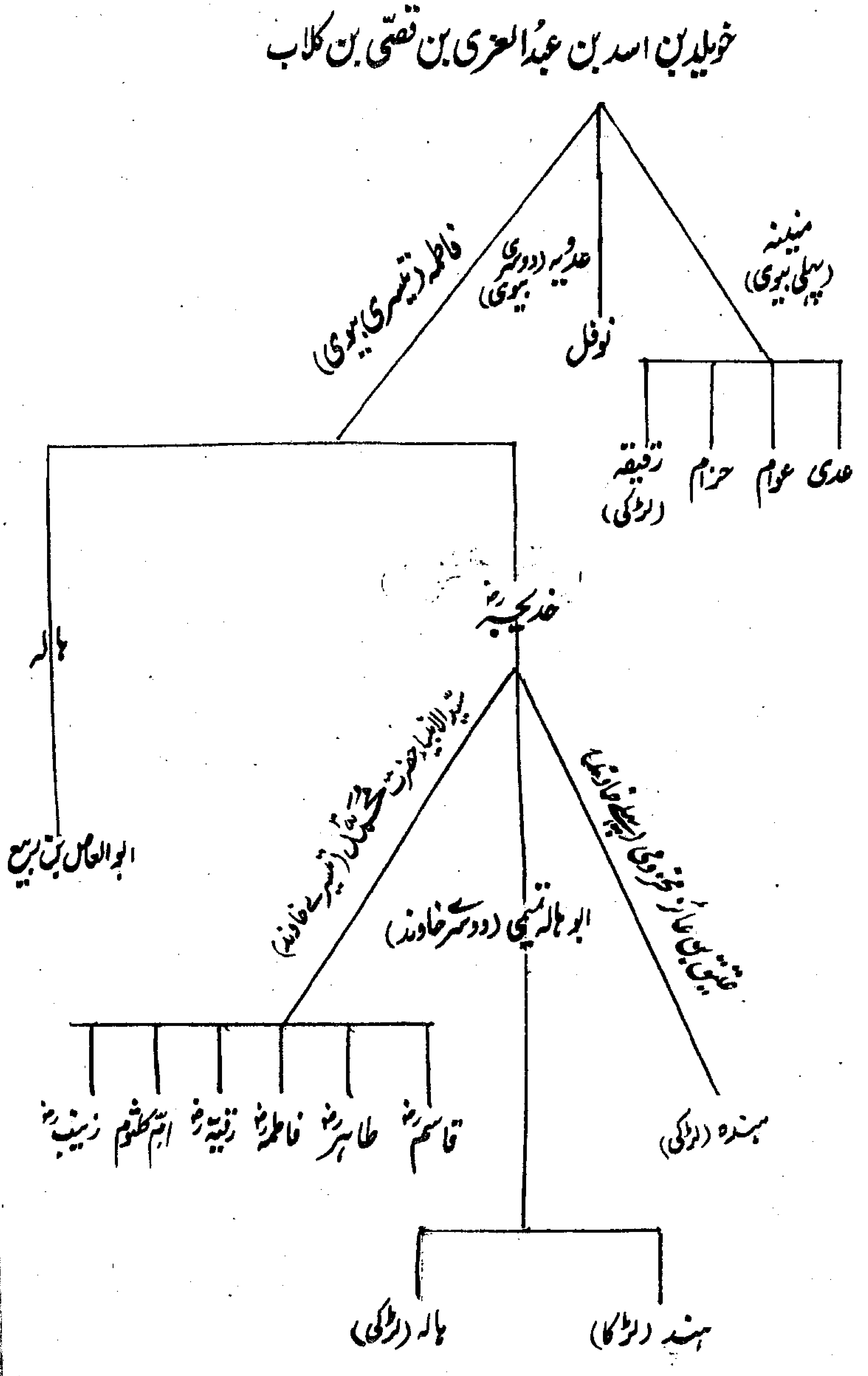




حضورؐ کی صاحبزادیوں کو ہالہ خواہر خدیجہؓ کی بیٹیاں قرار دینے والے عقل کے اندھے یہ نہیں سوچتے کہ سیّدہ زینب بنت رسول اللہ کا نکاح تو ہالہ ہی کے صاحبزادے ابوالعاص بن ربیع سے ہوا۔ اگر زینب ہالہ کی ہی بیٹی تھی تو کیا ان کا نکاح اپنے سگے بھائی ابوالعاص بن ربیع سے ہوا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الۡكَاذِبِيۡنَ۔ چُونکہ ہالہ خواہر خدیجہؓ کا نکاح "ربیع" سے ہُوا اس لیئے جن لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ تینوں صاحبزادیاں سیّدہ زینبؓ سیّدہ رقیہ اور سیّدہ اُمّ کلثوم ہالہ کی بیٹیاں تھیں وہ تاریخ سے زینب بنتِ ربیع، رقیہ بنتِ ربیع اور اُمّ کلثوم بنتِ ربیع کے الفاظ ثابت کریں۔ نیز ثابت کریں کہ زینبؓ کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے نہیں ہُوا۔

چُونکہ ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ بیٹیاں ہالہ کی وفات کے بعد سیّدہ خدیجہؓ کے ہاں حضور اکرمؐ کے گھر میں آگئیں اور یہاں ہی پر ورش پائی اس لیئے ان پر لازم ہے کہ وُہ مستند روایات سے ثابت کریں کہ ہالہ کی وفات سیّدہ خدیجہؓ سے پہلے ہوئی۔ صرف ابوالقاسم کوفی یا چند مخبوط الحواس اور بے دین لوگوں کی افسانہ نگاری سے "بناتِ رسُول" کو ہالہ کی بیٹیاں قرار نہیں دیا جا سکتا۔ تاریخ شاہد ہے کہ سیّدہ خدیجہؓ کی وفات کے بعد تک ہالہ زندہ تھیں۔ پھر سیّدہ خدیجہؓ کو ہالہ کی بیٹیاں اپنے گھر میں لاکر پرورش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ علاّمہ ابنِ کثیر لکھتے ہیں:

"ثم قال البخاری حدثنا اسماعیل بن خلیل اخبرنا علی بن سہر عن ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ استأذنت ہالہ بنت خویلد اخت خدیجہ علی رسول اللہ فعرف استئذان خدیجہ فارتاع فقال اللّٰہم ہالۃ فغرت فقلت ما تذکر من عجوز من عجائز قریش حمراء الشدقین ہلکت فی الدہر ابدلک اللہ خیرا منہا و ہکذا رواہ مسلم عن سوید بن سعید عن علی بن سہر۔"

(البدایہ والنہایہ جلد ۳ صفحہ ۱۲۸)

"امام بخاری نے کہا کہ سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ ھالہ بنت خویلد نے جو خدیجہؓ کی بہن تھی حضورؐ کے گھر آنے کی اجازت طلب کی۔ (چونکہ ھالہ خدیجہ سے مشابہ تھیں) حضورؐ نے سمجھا خدیجہؓ اجازت طلب کر رہی ہے پس حضورؐ تیار ہوئے پھر فرمایا اے اللہ! یہ تو ہالہ ہے۔ عائشہؓ کہتی ہیں کہ مجھے غیرت آئی میں نے کہا کہ قریش کی ایک بوڑھی عورت کو آپ کیا یاد کرتے ہیں جو سرخ چہرے والی تھی۔ عرصہ گزرا وہ فوت ہو چکی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا نعم البدل بھی عطا کر دیا ہے۔ اسی طرح سے مسلم نے روایت کی ہے۔"

اِس روایت سے ظاہر ہے کہ:

(i) یہ مدینہ کا واقعہ ہے کیونکہ ہالہ نبی اکرمؐ سے اجازت مانگ رہی ہے اور استیذان کا حکم مدینہ میں نازل ہوا جبکہ سیدہ خدیجہؓ بہت عرصہ قبل مکہ میں عام الحزن کو رحلت فرما چکی تھیں۔

(ii) یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب سیدہ عائشہ صدیقہ بیتِ رسول میں موجود تھیں حالانکہ واضح ہے کہ سیدہ عائشہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی وفات کے بعد رسول اکرمؐ کے نکاح میں آئیں۔

(iii) روایت میں **هلكت فى الدهر** سے بھی واضح ہے کہ حضرت خدیجہؓ کا وصال مدتوں پہلے ہو چکا تھا۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ ہالہ حضرت خدیجہؓ کی حینِ حیات میں فوت ہی نہیں ہوئیں تو پھر حضرت خدیجہؓ کا اپنی بہن کی بیٹیوں کو اپنے گھر میں لانے کا کیا مطلب؟ اگر یہ کہا جائے کہ ہالہ کے خاوند کے فوت ہونے پر ہالہ اپنی بیٹیوں کو لے کر اپنی بہن خدیجہؓ کے گھر آ گئیں تو اس بے تکی بات کا بھی ثبوت چاہیئے۔ تاریخ کی کسی کتاب سے ثابت نہیں کہ بیتِ رسول میں حضرت خدیجہؓ کے ساتھ ہالہ بھی رہائش پذیر تھیں۔ یہ سب حقائق سے فرار کے بہانے ہیں۔

علمائے شیعہ "بناتِ رسول" کے مسئلہ میں عجیب مخمصے میں مبتلا ہیں۔ ہر ایک کی اپنی اپنی



ڈفلی ہے اور اپنا اپنا راگ ہے۔ ایک کہتا ہے کہ یہ بیٹیاں ہالہ کی نہیں تھیں بلکہ حضرت خدیجہؓ کے پہلے خاوند سے تھیں، دوسرا کہتا ہے۔ نہیں! نہیں! حضرت خدیجہؓ کا سوائے حضور اکرمؐ کے کوئی دوسرا شوہر ہی نہیں تھا۔ شیعہ مجتہد مولوی ناصر حسین کا فتویٰ ملاحظہ ہو:

"اصح قول یہی ہے کہ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کا کوئی شوہر سوائے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ تھا۔"

(بحوالہ "البتول" مصنفہ مرزا یوسف لکھنوی ص۸۹)

تیسرا کہتا ہے حضرت خدیجہؓ کے حضور اکرمؐ سے نکاح سے پہلے عتیق مخزومی اور ابوہالہ تمیمی سے نہ صرف نکاح ہوئے بلکہ اولاد بھی ہوئی۔

"حضرت خدیجہؓ کے ہاں عتیق سے ایک لڑکی ہندہ پیدا ہوئی اور ابوہالہ سے ایک لڑکا ہند پیدا ہوا۔"

(انوار نعمانیہ جلد ۱ صفحہ ۱۲۴۔ مشہور شیعہ محدث شیعہ نعمت اللہ الجزائری)

جب شیعہ حضرات دیکھتے ہیں کہ سیدہ خدیجہؓ کے ہاں پہلے شوہروں سے بھی زینب رقیہ اور ام کلثوم نامی کوئی لڑکیاں پیدا نہیں ہوئیں اور ہالہ کی بھی ایسی کوئی لڑکیاں تاریخ سے ثابت نہیں اور ان کی امہات الکتب میں "زینب بنتِ رسول اللہ" "رقیہ بنتِ رسول اللہ" اور "ام کلثوم بنتِ رسول اللہ" جیسے الفاظ بھی جگہ جگہ ملتے ہیں تو ان بیچاروں کی حالت بڑی دیدنی ہوتی ہے۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔ کبھی قرآنی آیت کی تاویلات کرتے ہیں کبھی "بنت" کے معانی بدلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کبھی اپنی روایات سے انکار کرتے ہیں۔ کبھی سیدہ خدیجہؓ کو "باکرہ" ثابت کرتے ہیں۔ جب کچھ بن نہیں آتی تو ولا تنكحوا المشركين کا سہارا لیتے ہیں۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ اس لغو تاویل کا تفصیلی جواب تو رئیس التحریر جناب علامہ فیض عالم صدیقی نے آئندہ سطور میں دیا ہے۔ سردست ہم معترضین سے صرف اس قدر پوچھنے کی جسارت کرتے ہیں کہ جس ابو طالب کو مسلمان ثابت کرنے کے لیئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہو۔ اس نے اپنی بیٹی ام ہانی کا نکاح غلیظ مشرک اور موذی رسولؐ ہبیرہ بن وہب سے کیوں کیا؟ ابو طالب کو "ولا تنكحوا المشركين" کیوں نظر نہ آیا؟ ابو الائمہ حضرت علیؓ کی

ولائت کا وجود تخلیق آدم سے بھی قبل کا ثابت کرتے ہو اور انہیں "دعوت ذوالعشیرہ" کا ہیرو بھی بناتے ہو انہیں "وَلَا تنکحُوا المُشرکین" کیوں نظر نہ آیا؟ انہوں نے اپنی بہن ایک مشرک کے نکاح میں کیوں جانے دی؟ کیا اُس "عالم ما کان وما یکون" کو "ولا تنکحوا المشرکین" کا علم نہیں تھا؟

ہم نے اجمالاً یہاں "مسئلہ بنات رسول" پر روشنی ڈالی ہے تاکہ قارئین کو آئندہ سطور میں علمائے شیعہ کی قلابازیوں۔ لغو تاویلات اور باطل نظریات کا صحیح طور پر ادراک ہو سکے۔

**مختار احمد فاروقی**

---



# مقدمہ

## از قلم جناب ڈاکٹر سبطین لکھنوی مدظلہ

"رفض" اور "اتباع سنت" کے باہمی روابط دین حنیف کی ہیئت اجتماعیہ میں غیر معمولی اہمیت اختیار کرتے چلے جارہے ہیں آپ اپنے نفس کو فریب دے لیجئے کہ یہ ایک دوسرے کے جانثار عاشق ہیں لیکن اندرون خانہ جو حقائق عالم شباب پر ہیں وہ خوفناک بھی ہیں اور دردناک بھی۔

"رفض" اور "اتباع سنت" کے مابین تعلقات کا سب سے بڑا سرچشمہ "اسلام" ہی تو ہو سکتا ہے مگر "اسلام" کے بنیادی نظریات ہم ایک دوسرے تک کون سی اصطلاح میں اور کس زبان میں پہنچائیں؟ "توحید باری تعالیٰ" اور "ختم نبوت" اسلام کے وہ بنیادی نظریات ہیں جو اسلامی تاریخ کے کسی بھی دور میں مشکوک و مشتبہ نہیں۔ اور نہ ہی ان عقائد پر بحث کی ضرورت سمجھی جاتی ہے مگر اسلام کے یہ بنیادی نظریات ہم "رفض" کے نہاں خانہ تک پہنچانے سے قاصر ہیں اسلئے کہ:

۱. رفض میں "مامور من اللہ امامت" بزعم خویش "فوق نبوت" اور "افضل از نبوت" ہوتی ہے۔
(مواعظ حسنہ عبدالعلی ہروی ترتیب و پیشکش سید محمد سبطین صاحب سرسوی آف گورنمنٹ کالج لدھیانہ ص ۲۶۹)

۲. امام حجۃ اللہ نمونہ صفات الٰہی و معلم بتعلیم الٰہی ہوتے ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۲۰۵)

۳. امام حاضر و ناظر رہتا ہے۔ (ایضاً صفحہ ۲۰۶)

۴. وحی شرط امامت ہے اور ہر فعل امام و قول امام تحت وحی الٰہی ہوتا ہے۔ (ایضاً صفحہ ۹۱)

۵. وجود امام میں موت نہیں ہے۔ (ایضاً صفحہ ۱۴۸)

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح امام کا سایہ بھی نہیں ہوتا۔ (الیضاً صفحہ ۱۶۵)

اگر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خاتم النبیین والمعصومین کے بعد مندرجہ بالا خصوصیات کے حاملین لوگ "امامت" کے رُوپ میں دُنیا میں آتے رہیں تو "ختم نبوت" چہ معنی دارد؟

**لفظ "ربّ" کی رافضی وضاحت:** رفض کے ایک فاضل جلیل اپنے ایک ترجمے میں لفظ "رب" کی وضاحت میں ارشاد فرماتے ہیں:

۱۔ "وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا" (سورۃ زمر) — اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائیگی۔ یہاں نورِ رب" سے مُراد امام حُجت ہے نہ نورِ خدا۔ (جلاء العیون جلد دوم کا اُردو ترجمہ صفحہ ۲۳ سطر ۴)

۱۔ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ (سورۃ اعراف) — پس یہاں "رب" سے مُراد امام حجت خُدا ہے جو مالک و مربّی عوام ہے۔ نہ خُدا کا ذاتی نور۔ (الیضاً سطر ۹)

۔ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا — (سورہ دہر)۔ اور ان کا "رب" امام ان کو پاک شراب پلائے گا۔

"توحید" اور "ختم نبوت" کی بجائے "مامور من اللہ امامت" کا عقیدہ جب اُن کے اور ہمارے درمیان ایک حدبندی بن گیا تو اس حدبندی نے دُوسرے اسباب کی موجودگی میں موجودہ قرآن حکیم پر خطِ تنسیخ پھیر دیا جس قرآن ذریعے دل کے پیغام دل میں اُتر جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

**ن اور موجودہ قرآن کریم:** عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ يَقُوْلُ مَا ادَّعٰى اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ اَنَّهٗ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ كُلَّهٗ كَمَا اُنْزِلَ اِلَّا كَذَّابٌ وَمَا جَمَعَهٗ وَمَا حَفِظَهٗ نَزَّلَهُ اللهُ اِلَّا عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَالْاَئِمَّةُ مِنْ بَعْدِهٖ۔ (اصول کافی مرتبہ کافی کلینی ص۱۳۹)

جناب جابر کہتے ہیں میں نے امام محمد باقر سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ جو شخص یہ دعوٰی کرے کہ اس نے سارے و جمع کیا جیسے کہ قرآن نازل ہُوا تھا وہ جھوٹا اور کذاب ہے بغیر حضرت علی کے اور ان کے بعد آنیوالے ائمہ کے نہ کسی زل کے مطابق قرآن کو جمع کیا اور نہ کسی نے یاد کیا۔ امرتسر کے ایک مجتہد مرزا احمد علی فرماتے ہیں کہ

**رت عثمان اور قرآن کریم:** حضرت عثمانؓ کا قرآن کی نقلوں کو پھیلانا مسلّم لیکن ترتیب قرآن ان کی غفلت از اسلام کو ازبام کرتی ہے۔ اگر وُہ حضرت علیؓ کے جمع شدہ قرآن کو رائج کرتے تو ان پر کوئی الزام ہوتا۔ (کتاب الانصاف فی الاستخلاف صفحہ ۱۲ مصنفہ مرزا احمد علی صاحب)

سید المحدث الجزائری رقمطراز ہیں کہ:

ال سید المحدث الجزائری ما معناهٗ اِنَّ الْاَصْحَابَ قَدْ اَطْفَقُوْا عَلٰی



صِحَّةِ الْاَخْبَارِ الْمُتَوَاتِرَةِ الدَّالَّةِ بِصَرِيْحِهَا عَلٰى وُقُوْعِ التَّحْرِيْفِ فِى الْقُرْاٰنِ ...... اِنَّ الْاَخْبَارَ ذٰلِكَ تَزِيْدُ عَلٰى اَلْفَيْ حَدِيْثًا۔

(کتاب فصل الخطاب صفحہ ۳۰، ۲۲۷)

لہ شیعہ احباب کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید کی تحریف پر احادیث متواترہ ت دلالت کرتی ہیں ......... اس کی شیعہ کتابوں میں دو ہزار سے زائد روائتیں یں۔

امور من اللہ امامت" رفض کے بنیادی عقائد میں شامل ہے جو شخص رسولِ اکرمؐ کے ل مامور من اللہ امامت کو نہیں مانتا وُہ شیعہ عقائد کے مطابق کافر، مشرک اور منافق رسالت جدیدہ نے جو "امامت" کے نام سے معروف ہے ہماری ہیئت اجتماعیہ کے کو مستقل طور پر کاٹ کر الگ کر دیا تو بچی کھچی ملّت کے ساتھ اچھوتوں جیسا رویّہ نے کا فتوٰی بھی ان الفاظ میں جاری کر دیا گیا۔

**یّت کے ساتھ ہمدردی:** حضرت امام جعفر صادقؓ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شیعہ کو سُنّی کی نماز جنازہ میں شریک ہونا پڑے یا میّت پر یہ دُعا پڑھے:

ھُمَّ املاء جَوْفَهٗ نَارًا وَقَبْرَهٗ نَارًا وَسَلِّطْ عَلَيْهِ الْحَيَّات عَقَارِب

خُدا تو اس میّت کے پیٹ میں آگ بھر دے اور اس کی قبر میں آگ بھر دے ن پر عذاب کے لیئے سانپ اور بچھو مُسلط فرما۔

(اُصول کافی جلد اوّل صفحہ ۱۰۰ کتاب الجنائز)

فریب کاروں کی عقل پر مسکراتی ہے۔ "وَاللهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ" میں بیان کاروں کی ڈپلومیسی اور تقیّہ پر قابو پانے کا ہے۔ رفض تو ہمارے اکابرین ردل میں آگ اور ان کے پیٹ میں انگارے بھرنے کی دُعائیں مانگ رہا تھا اور کے اس نفاق کے ڈھول کا پول کھولنے کیلئے بیتاب تھی۔ کسی کو کانوں کان خبر

بھی نہ ہوسکی کہ علامہ فیض عالم صدیقی راجوردی کی کتاب "حقیقت مذہب شیعہ" قدرت کا انتقام بن کر بجلی کی طرح رفض کے صنم خانے پر جا کڑکی۔ عقائد تو بھسم ہو ہی گئے تھے۔ بچی کھچی ان کی تاریخ سازی کی رافضانہ مہارت کو ڈاکٹر یاور حسین ساقی صاحب نے بے نقاب کر کے رکھ دیا یہی نقاب کشائی اس کتابچے کا اصل موضوع ہے۔ ساقی صاحب ادب اور علمی دُنیا میں ایک ایسی معروف شخصیت ہیں جن کی ابتدائی پرورش کٹر رافضانہ ماحول میں ہوئی۔ "ماموُر من اللہ امامت" کے مسئلے پر کسی بھی قسم کا تبصرہ ڈاکٹر صاحب کی طبع نازک پر بقول ان کے بار گراں ثابت ہوتا تھا لیکن موصُوف نے علامہ راجوردی کی معرکۃ الآرا تصنیف کا مطالعہ کیا اور لفتایا شکوک علامہ نے خود دُور کر دیئے تو یاور ساقی صاحب دم بخود رہ گئے۔ اب ڈاکٹر صاحب اپنے مجتہدین سے رفض کی اس ماڈرن تاریخ سازی کا جواب مانگتے پھرتے ہیں لیکن بارگاہِ اجتہاد سے صرف ایک ہی جواب ملتا ہے کہ:

"ڈاکٹر صاحب! سُنّی بننے کو جی چاہتا ہے تو شوق سے بن جائیے"۔

بارگاہِ اجتہاد کا یہ رُوکھا پھیکا جواب کوئی نیا نہیں ہے بلکہ جانا پہچانا اور پُرانا بھی ہے۔ بطور مثال "متعہ" یعنی "فرج غیر موروث" رفض کا ایک اہم عقیدہ ہے۔ متعہ میں صرف "اُجرت" اور "مدّت" کا تعین ضروری سمجھا جاتا ہے۔ گواہوں کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس متعہ کا جو ثواب ملتا ہے وہ مجتہدین کی زبان میں اس قدر عظیم ہے کہ:

**مُتعہ کا دُورہ:** "ہرکہ یک بار متعہ کند درجۂ او چوں درجۂ حسنؓ باشد و دوبارہ متعہ کند درجۂ او چوں درجۂ حسینؓ باشد و ہرکہ سہ بار کند درجہ اُو چوں درجہ علی ابن ابی طالب باشد۔ ہرکہ چہار بار متعہ کند درجہ اُو چوں درجۂ منؐ باشد"

ایک دفعہ متعہ کرنے والے کو امام حسنؓ کا درجہ ملتا ہے۔ دو دفعہ متعہ کرنے والے کو حضرت امام حسینؓ کا۔ تین مرتبہ کرنے والے کو حضرت علیؓ کا اور چار دفعہ متعہ کرنیوالے کو جناب رسُولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلّم کا درجہ ملتا ہے۔

(تفسیر منہاج الصّادقین پارہ نمبر ۵۔ صفحہ ۲۵۶ سطور نمبر ۱۷، ۱۸)

اور ترکِ مُتعہ کی سزا اتنی دردناک ہے کہ:



**ترکِ مُتعہ کی سزا:** "نیز روایت است از حضرت پیغمبر کہ ہرکہ از دُنیا بیرون رفت و متعہ نہ کردہ باشد، روز قیامت بدمنظر و بدہیئت ... بینی و گوشش اُو بریدہ باشد"

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو عورت اور مرد متعہ کے بغیر مرجائے وُہ قیامت کے میدان میں اس حال میں لائے جائیں گے کہ ان کی ناک اور کان کٹے ہوئے ہوں گے۔

(ایضاً صفحہ ۲۵۴)

لیکن جب حضرت عبداللہ بن عمیر نے امام محمد باقر سے متعہ کے بارے میں مناظرہ کیا تو انہوں نے مُنہ دُوسری طرف پھیر لیا۔ اس مناظرے کی رُوئداد اتنی مکروہ ہے کہ اُردو ترجمہ کرتے وقت میرا قلم کانپ رہا ہے اور آنکھیں بادل کی طرح برس رہی ہیں لیکن ان مجتہدین کرام کا دل گُردہ دیکھئے کہ کیسے کیسے جھُوٹے بہتان اپنے اماموں پر لگاتے ہیں اور پھر ان اَئمّہ کو "اللہ" اور "رسُول" کے مقام پر فائز بھی سمجھتے ہیں۔ یہ مکروہ اور نجس روئیداد "فروع کافی" کی زبانی ملاحظہ ہو۔

عَنْ زُرارَةٍ قَالَ جَاءَ عبداللہ بن عُمیرِ اللیثی اِلیٰ اَبِی جَعْفَرْ فَقَالَ لَہٗ مَا تَقُوْلُ مُتْعَةُ النِّسَاءِ فَقَالَ اَحَلَّهَا اللّٰهُ فِی کِتَابِهٖ وَعَلٰی لِسَانِ نَبِیِّهٖ فَهِیَ حَلَالٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَه ............ فَقَالَ عَبدُ اللّٰہِ بن عُمَیرٍ یَسُرُّكَ اَن نِسَائَكَ وَبَنَاتَكَ وَاَخَوَاتَكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ یَفْعَلْنَ فَاَعْرَضَ عَنْهُ اَبُوجعفر حِینَ ذِکْرِ نِسَاءِهٖ وَ بَنَاتِ عَمِّهٖ۔

(فروع کافی جلد ثانی صفحہ ۱۹۰۔ تہذیب الاحکام جلد ثانی کتاب النکاح)

زرارہ کہتا ہے کہ عبداللہ بن عمیر امام محمد باقرؒ کے پاس آئے اور کہا "متعہ کے بارے میں کیا کہتے ہو"۔ امام نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبان سے متعہ کو حلال قرار دیا ہے۔ تب ابن عمیر نے کہا کہ "کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تیری عورتیں، تیری بیٹیاں، تیرے بیٹے اور تیری بہنیں متعہ کراتی رہیں۔ پس امام باقر نے اپنی عورتوں، بیٹیوں اور بہنوں کا نام سُنکر اپنا مُنہ پھیر لیا۔

ڈاکٹر یاور صاحب کے مکتوب مفتوح کے جواب میں " عقل ہے تو سُنی نہیں
ہے تو عقل نہیں" کی خود ساختہ پھبتی کستے ہوئے ظہور الحسن کوثر صاحب شیعہ مولوی
ہیں۔

## عُلماءِ رفض اور مکتوب مفتوح :

" فاطمہؓ، زینبؓ اور اُمِ کلثومؓ کی خالہ
بھتی جو ہالہ کی بیٹیاں تھیں اور ان لڑکیوں
نکاح خود اُن کے ددھیال نے کئے تھے۔ وفات والدین کے بعد خدیجہؓ نے پرو
مولانا بشیر انصاری صاحب موصُوف کی تائید میں رقمطراز ہیں :۔
" لہٰذا قرآن کی روشنی میں یہی ثابت ہے کہ یہ لڑکیاں حضورؐ اکرم کی نہیں تھیں بلکہ
کس نے مشرکوں سے نکاح کیا ؟ کون ولی ہوُا ؟ اس کی تائید اس بیان سے ہو
ہے کہ خدیجہ کی حقیقی بہن ہالہ بنتِ خویلد کی لڑکیاں تھیں۔ اس کی موت کے
اپنی خالہ خدیجہؓ بنتِ خویلد کے پاس پلیں۔ بڑھیں جب جوان ہو گئیں تو ان کے
باپ ابوالہند نے ان کا نکاح مشرکوں سے کیا جو خود بھی مشرک تھا۔ وہی ولی نکاح
ہوُا۔ اس صورت حال سے آنحضرتؐ پر نہ تو معاذاللہ بے دین ہونے کا الزام عا
ہوسکتا ہے نہ ملتِ ابراہیمی سے لاتعلقی کا۔"
رفض کے یہ مُلّا دو پیازہ حضرات بغلیں بجا بجا کر " سُنّی اور عقل" کو تو ایک
کی ضد بتاتے ہیں لیکن سُنیّوں سے گفتگو کرتے وقت ان عقل کے اندھوں کو اتنا
نہیں رہتا کہ خود ان کی اپنی گفتار سے عقل کیوں پناہ مانگتی ہے ؟ سیدہ زینبؓ بنت
صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرت ابوالعاصؓ کے حبالۂ عقد میں آگئیں تو معاذاللہ یہ نکاح اتنا
بن گیا کہ بقول ان اکابرینِ عقل کے اِس جُرم کو دھوئے بغیر خاکش بدہن ناموس
بچ نہیں سکتی اور اس جُرم کو دھونے کا صرف ایک ہی طریقہ ممکن ہے اور وُہ یہ کہ
زینب کو اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہؓ کی بھانجی اور ہالہ بنتِ خویلد کی بیٹی بنا دیا جائے
اندیشہ یہ ہے کہ یہ نکاح رسُولِ اکرم صلّے اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ اقدس پر بقول ان کے
بے دین اور ملّتِ ابراہیمی سے لاتعلق ہونے کا الزام لگانے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔



... یہ ہے کہ حضرت ابوالعاصؓ ہالہ بنت خویلد کے رشتے میں کیا ہوتے تھے،
تاریخ اسلام نے آج تک اس سوال کا جواب اپنے سینے میں محفوظ کر رکھا ہے۔ وہ یہ
ہے کہ :

## حضرت ابوالعاصؓ ہالہ بنتِ خویلد کے بیٹے تھے :

سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم
نے ان (حضرت زینبؓ)
کا نکاح حضرت ابوالعاصؓ بن الربیع سے کر دیا تھا۔ ابوالعاص ان کی کُنیت ہے۔ ان کا
نام کسی نے "لقیط" کسی نے "زبیر" اور کسی نے "ہشیم" بتایا ہے۔ ابوالعاصؓ حضرت خدیجہؓ
کی بہن ہالہ بنت خویلد کے بیٹے تھے۔ اس طرح وُہ حضرت زینبؓ کے خالہ زاد بھائی
ہوئے۔ مکہ میں ان کی پوزیشن مالداری اور تجارت و امانت میں بڑی اُونچی تھی۔
(کتاب تاریخ الاصابہ عربی ایڈیشن بحوالہ کتاب "رسول اللہ کی صاحبزادیاں" مرتبہ مولانا عاشق الٰہی
بلند شہری)

اسے کہتے ہیں عذر گناہ بدتر از گناہ۔ یعنی نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اگر اپنی حقیقی صاحبزادی
سیّدہ زینب بنتِ خدیجہ کو خود اپنی مرضی سے حضرت ابوالعاصؓ کے حبالۂ عقد میں دے
دیتے تو معاذاللہ آپؐ کی ذاتِ گرامی پر بے دین سے لے کر ملّت ابراہیمی سے لاتعلق ہونے
تک کی الزام تراشیوں کا اندیشہ تھا لیکن اگر ہالہ بنتِ خویلد کی بیٹی زینبؓ اسی ہالہ بنتِ
خویلد کے بیٹے حضرت ابوالعاصؓ کے نکاح میں آجائیں اور وُہ بھی اس پوزیشن میں کہ حضرت
زینبؓ خود رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے گھر میں پلیں۔ بڑھیں اور تربیت حاصل کی تو
اس نکاح کے لیئے معاذاللہ نہ تو رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلّم کو کوئی اعتراض ہوسکتا تھا
اور نہ ہی آپ کی رسالت اور نبوّت پر کوئی آنچ آسکتی تھی۔

سگے بہن بھائی کا نکاح اور وُہ بھی اس پاک دامن بی بیؓ کا جو براہِ راست رسولِ اکرم
صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خانگی ماحول کی تربیت یافتہ ہو۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥
یہ ہے نتیجہ اُس جواب کا جس جواب کا سہارا ظہور الحسن کوثر صاحب اور بشیر انصاری صاحب
نے لیا ہے۔ بقول کسے ع شرم تم کو مگر نہیں آتی

قریب قریب سارا رفض اس حقیقت کا معترف ہے کہ خود ان کی اپنی مستند کتابوں میں حضرت فاطمہ کے علاوہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی دُوسری صاحبزادیوں پر بھی درُود وصلوٰۃ پڑھنے کا حکم ان الفاظ میں مرقوم ہے۔

## حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی بیٹیوں پر درُود شیعہ کتابوں میں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُقَیَّہ بِنْتِ نَبِیِّكَ وَالْعَنْ مَنْ آذٰی نَبِیِّكَ فِیْھَا
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اُمِّ کُلْثُوْم بِنْتِ نَبِیِّكَ وَالْعَنْ مَنْ اٰذٰی نَبِیِّكَ فِیْھَا

"اے اللہ تو اپنے نبیؐ کی بیٹی رقیہؓ پر درُود بھیج اور اُمّ کلثوم پر درود بھیج اور جو شخص تیرے نبیؐ کی ان بیٹیوں کو ایذا پہنچائے اس پر لعنت برسا۔

(تحفۃ العوام سالقہ ایڈیشن اور دیگر مستند کُتب)

لیکن نبی صلّے اللہ علیہ وسلّم کی یہ بیٹیاں بھی بدقسمتی سے تاویل اور "تقیے" کا شکار ہیں ارشاد ہوتا ہے کہ رقیہؓ اور کلثومؓ سے مُراد حضورؐ کی نواسیاں اور سیّدہ فاطمہؓ کی وُہ بیٹیاں ہیں جو میدانِ کربلا میں حضرت حسینؓ کا ساتھ دے رہی تھیں اور مذکورہ درُود وصلوٰۃ دراصل چہاردہ معصومین کی ذاتِ گرامی پر بھیجا جاتا ہے۔

اِس تاویل میں رفض کی عقل ایک دفعہ پھر گم نظر آتی ہے۔ عقل کے پیچھے لٹھ لے کر پھرنے والوں سے کوئی اِتنا پُوچھے کہ چہاردہ معصُومین آپ کہتے کن کو ہیں؟ آپ کی مستند کتب کے مطابق بارہ امام + محمد صلّے اللہ علیہ وسلّم + حضرت فاطمہؓ چہاردہ معصُومین کہلاتے ہیں۔ پھر سیّدہ فاطمہؓ کی بیٹیوں پر درُود کیسا؟ آؤ ہم آپ کو چیلنج کرتے ہیں کہ اپنی کسی بھی مستند کتاب سے سیّدہ فاطمہؓ کی بیٹیوں کا چہاردہ معصومین میں شامل ہونا دکھا دیں۔ انشاءاللہ مُنہ مانگا انعام ملے گا۔

مشہور شیعہ مناظر اور نام نہاد دیوبندی مولوی اسمٰعیل صاحب "مکتوبِ مفتوح" کے جواب میں ڈاکٹر یاور حسین صاحب کو لکھتے ہیں کہ "شیعہ سُنّی کا اصُولی اختلاف مسئلہ امامت و خلافت میں ہے اور اعظم خلافیات یہی ہے ............ نہ معلوم آپ نے ان اعظم خلافیات



جس پر اُمّت کٹ مر چکی ہے اور حضرت امام حسین جیسی قربانیاں ہو چکی ہیں۔ کیوں نظر انداز یا پس انداز کر دیا ہے۔ "اہم" اور "اعظم" کو چھوڑ کر غیر اہم کو مقدم کرنا کون سا قاعدہ یا اصول ہے؟"

تلخ نوائی معاف حضرتِ مناظر! یہ جذباتی نعرے ذاکروں میں تو چل جاتے ہیں جہاں بھنگیوں کی اکثریّت ہوتی ہے لیکن علمی و دینی بحث میں آپ کی اس نام نہاد اور مفروضہ امامت کا سُراغ نہ قرآن سے ملتا ہے اور نہ حدیث سے۔ خود آپ کے رُوحانی پیشوا اس حقیقت کے معترف ہیں کہ:

## مامُور منَ اللہ امامت ایک راز ہے:

"مسئلہ امامت ایک ایسا راز ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جبریلؑ کو بطور راز بتلایا۔ پھر جبریلؑ نے اس راز کو بطور راز حضرت محمد صلّے اللہ علیہ وسلّم کو بتلا دیا اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس راز کو بطور راز حضرت علیؓ کے سامنے بیان فرمایا۔ حضرت علیؓ نے جسے چاہا بتلا دیا اور تم شیعو اب اس راز کو مشہور کرتے ہو۔

(کتاب اصُول کافی ص۴۸۱ مرتبہ یعقوب کلینی)

ستم تو یہ ہے کہ اس نام نہاد راز کو شہرت دینے کیلئے قرآن حکیم بھی آپ کی نظروں میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ بطور مثال رفض کی روائت ملاحظہ کیجئے:

## قرآن میں بارہ اماموں کے نام:

"وَعَنْہُ عَلَیْہِ السَّلَام اِنَّ الْقُرْاٰن قَدْ طرح مِنْہُ اٰیٌ کَثِیْرَۃٌ وَلَوْ قُرِیَ الْقُرْآن کَمَا اُنْزِلَ لَاَ لْفَیْتَنَا فِیْہِ مُسَمِّیْنَ"۔

(اُصول کافی مرتبہ یعقوب کلینی)

امام باقرؒ سے منقول ہے کہ قرآن کا بہت سا حصّہ نکال دیا گیا۔ اگر قرآن جیسا نازل ہوا ویسا پڑھا جائے تو (اے مخاطب) تو ہمارے ناموں کو اسی قرآن میں ضرور موجود پاتا۔ اور یہ حدیث بھی سُننے کے قابل ہے۔

## قرآن میں پنجتن پاک :

"عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامْ لَقَدْ عَہِدْنَا اِلٰی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ کَلِمَاتٍ فِیْ مُحَمَّدٍ وَ عَلِیٍّ وَ فَاطِمَہ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ وَالْاَئِمَّۃِ مِنْ ذُرِّیَّتِہِمْ فَنَسِیَ ھٰکَذَا وَاللّٰہِ اُنْزِلَتْ عَلٰی مُحَمَّدٍ"

(اُصول کافی مرتبہ یعقوب کلینی)

"قرآن مجید کی آیت لَقَدْ عَہِدْنَا اِلٰی اٰدَمْ میں فَنَسِیَ غلط ہے درحقیقت اس کے الفاظ یوں تھے . فِیْ محمّد وعلی وفاطمہ وحسن وحسین اور ان کی اولاد سے امام . خُدا کی قسم ! خدا تعالیٰ نے حضور اکرم صلّے اللہ علیہ وسلّم پر یہ آیت اِسی طریقے سے نازل فرمائی تھی"

افسوس کہ سخن ہائے گفتنی بہت سے ناگفتہ چھوڑ رہا ہوں . خلق خدا کے خوف سے نہیں بلکہ اس اندیشے کی بنا پر کہ میرا یہ طویل وعریض مقدمہ قاری اور کتاب کے درمیان محض شبِ فراق نہ بن کر رہ جائے جو بے سحر اور تیرہ و تاریک ہونے کی وجہ سے آج تک بدنام ہے . لیکن اس چیستان کو حل کیئے بغیر آپ سے رُخصت ہونے کو بھی جی نہیں چاہ رہا کہ "رفض" کی نام نہاد "مامور من اللہ امامت" کا جواز حضرت جبریلؑ، حضور اکرمؐ اور حضرت علیؓ کے سپرد بطور خدائی فریضہ کیا گیا تھا . اس راز کا اوّلین انکشاف کس نے کیا ؛ چنانچہ ملاحظہ ہو :

" ذَکَرَ بَعْضُ اَھْلَ الْعِلْمِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بِن سَبَا کَانَ یَھُوْدِیًّا فَاَسْلَمَ وَ وَالٰی عَلیہِ السّلام وَ کَانَ یَقُوْلُ وَھُوَ عَلٰی یَھُوْدِیَّتِہٖ فِیْ یُوْشَعْ بِنْ نُوْنٍ وَصِیِّ مُوْسٰی بِالْغُلُوْ فَقَالَ فِیْ اِسْلَامِہٖ بَعْدَ وَفَاتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فِیْ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ مِثْلَ ذَالِکَ وَ کَانَ اَوَّلُ مَنْ اَشْھَرَ الْقَوْلَ بِفَرْضِ مِنْ اِمَامَۃِ عَلِیٍّ وَاَظْھَرَ الْبَرَاءَۃَ مِنْ اَعْدَائِہٖ وَکَاشَفَ



مُخَالِفِیْہِ وَاَکْفَرَھِمْ فَمِنْ ھٰھُنَا قَالَ مَنْ خَالَفَ الشِّیْعَۃَ اَصْلُ التَّشَیُّعِ مَاخُوْذٌ مِنَ الْیَھُوْدِیَّۃِ

(کتاب رجال کشی صفحہ ۷۱، مرتبہ علاّمہ کشی)

ترجمہ : بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا . پھر وُہ اسلام لایا اور اس نے علی علیہ السلام سے محبت کی اور وُہ اپنے زمانہ یہودیت میں یوشع بن نون وصی موسیٰ کے بارے میں غلو کیا کرتا تھا پھر وُہ اپنے اسلام کے زمانہ میں رُسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد حضرت علی علیہ السّلام کے بارے میں ویسا ہی غلو کرنے لگا . یہ ابن سبا پہلا شخص ہے جس نے امامت علی کے فرض ہونے کو شہرت دی اور اُن کے دُشمنوں پر تبرّا کیا . اور ان کے مخالفوں سے کھل کھیلا اور ان کی تکفیر کی . یہی وجہ ہے کہ جو لوگ شیعوں کے مخالف ہیں وُہ کہتے ہیں کہ شیعیت کی بُنیاد یہودیت سے اخذ کی گئی ہے[1]

احقر العباد

سبطین لکھنوی بابی الکلام عابد

۲۴ ر اگست سنہ ۱۹۷۳ء کراچی

---

[1] عبداللہ بن سبا کے تفصیلی حالات کیلئے علاّمہ فیض عالم صدیقی کی تالیف "عبداللہ بن سبا" کا مطالعہ کیجئے !

# پس منظر اور پیش منظر

ازقلم: حکیم فیض عالم صدیقی مصنف "حقیقت مذہب شیعہ"

اکبر الٰہ آبادی کا ایک شعر ہے ؎

بُوٹ ڈاسن نے بنایا مَیں نے اِک مضموں لکھا !
ملک میں مضموں نہ پھیلا اور جُوتا چل گیا !

مگر ڈاکٹر یاور حسین صاحب کا مکتوب مفتوح پھیلا بھی اور جُوتا بھی چلا تفصیل اِس اجمال کی یُوں ہے کہ میری تالیف "حقیقت مذہب شیعہ" کی طباعت پر ڈاکٹر صاحب میرے پاس "تحفۃ العوام" لے کر آئے[1] جس میں صرف ایک بیٹی کا ذکر تھا اور کچھ اُلجھنے لگے۔ مَیں نے اپنے ہاں سے "تحفۃ العوام" نکال کر دکھائی تو موصوف کا پارہ ذرا اُترا۔ اس کے بعد کہنے لگے ہمارے علماء کے سامنے ہو کر بات کرو تو پتہ چلے۔ مَیں نے کہا آمنا سامنا تو جب ہوگا دیکھ لیا جائے گا فی الحال آپ جنہیں بہت بڑا عالم سمجھتے ہیں انہیں خط لکھ کر دریافت کر لو۔ غرضیکہ ۳/۳/۷۳ کو انہوں نے اپنے دس بارہ علماء کو خط لکھے مگر جواب ندارد۔ اس کے باوجود ڈاکٹر صاحب ایک ہی رٹ لگائے جا رہے تھے کہ نبی علیہ السّلام کی صرف ایک بیٹی تھی۔ ایک روز مَیں نے تنگ آ کر کہا کہ آپ دوبارہ اپنے عالموں سے دریافت کیجئے۔ آخر بات یہاں ختم ہوئی کہ راقم الحروف شیعہ مذہب کی کتب سے نبی علیہ السّلام کی چار بیٹیوں کا ثبوت پیش کرے اور موصوف قلمبند کر کے پاکستان کے تمام شیعہ علماء کو بھیجے۔ مگر خرچ کون کرے؟ مَیں روز روز کی جخ جخ سے تنگ آ چکا تھا کہنا پڑا کہ رقم میں خرچ کروں گا۔ لیجئے مکتوب مفتوح طبع ہوا اور مذکورہ نے تقریباً پچاس شیعہ علماء کو بھیج دیا۔ انتظار۔ انتظار اور پھر انتظار۔ آخر ۱۷/۴/۷۳ کا تحریر کردہ مولوی محمد بشیر انصاری شیعہ کی طرف سے

[1] اسی قسم کا ایک واقعہ ایک بار جہلم ٹرانسپورٹ کے اڈے پر پیش آیا جس کا ذکر میں اپنی دوسری تالیفات میں کر چکا ہُوں۔



جواب آیا۔ مولوی صاحب نے ڈاکٹر مذکور کو مخاطب کرنے کی بجائے چونکہ براہِ راست مجھے جواب سے سرفراز فرمایا تھا اس لیئے مجھے ہی جواب دینا تھا مگر میں اس انتظار میں خاموش رہا کہ دیکھئے شاید اور کوئی صاحب بھی جواب لکھیں تو تمام جوابات کی روشنی میں جواب لکھوں گا مگر کسی صاحب کی طرف سے جواب نہ ملا تو ۲۳/۵/۷۳ کو مولوی محمد بشیر کی طرف مختصر طور پر بذریعہ رجسٹری جواب لکھ دیا۔ اس کے بعد اُدھر تو گویا سانپ سُونگھ گیا مگر مولوی اسماعیل کی طرف سے چند سطور کسی نے لکھ کر بھیجیں۔ ڈاکٹر مذکور نے تقاضا کیا تو مولوی صاحب نے ۳۰/۵/۷۳ کو تفصیلی جواب لکھ کر بھیجا جس میں آپ نے اس انداز میں مذکور کو مخاطب کیا جیسے مولوی صاحب ایک بہت بڑے علاّمہ ہیں اور باقی تمام دُنیا جاہل ہے۔

چُونکہ یاور حسین صاحب سے میں نے حلفیہ اقرار لے رکھا تھا کہ جو کچھ آپ کو اپنے عُلماء کی طرف سے موصول ہو وُہ مجھے ضرور دکھانا ہوگا۔ اس لیئے مولوی محمد بشیر صاحب کا جواب پڑھ کر جواب الجواب کے طور پر انہیں جو خط لکھا اس کا جواب ندارد۔

اسی دوران میں ۶/۶/۷۳ کا ایک طویل مضمون کسی ظہور الحسن کوثر خطیب شیعہ ملتان کی طرف سے موصول ہوا۔ اس میں اس نے مولوی غلام اللہ خان صاحب کے ماہوار رسالہ "تعلیم القرآن" کی آڑ لے کر مجھے جاہل قرار دیتے ہوئے خوب زہر اُگلا[1] اور آخر میں ڈاکٹر مذکور کو بڑے ہمدردانہ انداز میں مشورہ دیا کہ اس خبیث کے جھُوٹ کے پلندے (یعنی راقم کی تالیف حقیقت مذہب شیعہ) پر توجّہ نہ دیں[2]

مَیں اس متنازعہ موضوع کو جوابِ جاہلاں باشد خموشی کے مصداق ختم کر چکا تھا مگر

[1] شیعوں کو خود تو کوئی جواب بن نہ پڑا البتہ رسالہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں شیعہ مذہب کے "باب قدر مشترک پر" ایڈیٹر نے جزبز ہو کر میرے خلاف جو زہر اُگلا اس کی آڑ لے کر "المبلغ سرگودھا" نے بھی مئی ۱۹۷۳ء کے رسالہ میں اور ظہور الحسن کوثر نے اپنے خط میں دل کھول کر بھڑاس نکالی

[2] ظہور الحسن کوثر نے "جلاء العیون" پر حاشیہ لکھا ہے جس میں اس نے نہایت دریدہ دہنی سے کام لیا ہے اس کا حاشیہ پڑھ کر اس کی غلط بیانیوں کی تعقیب ضروری سمجھی گئی جو زیرِ طبع ہے۔

شنید میں آیا کہ جب شیعہ عوام اپنے علماء سے تقاضا کرتے ہیں کہ مکتوب مفتوح کا جواب لکھیئے تو اکثر مجالس اور محافل میں ان کے عُلماء اور ذاکر اصل موضوع کو چھوڑ کر فحش کلامی پر اُتر آتے ہیں اور الزامی طور پر صحابہ کرامؓ اور اُمّہات المومنینؓ کی طرف سامعین کو متوجّہ کر کے گرجنا برسنا شروع کر دیتے تھے۔

ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ "شیعہ مذہب" کی تمام روایات میں اس قدر تضادات ہیں کہ ایک ایک روایت کے ستّر ستّر پہلو ہیں۔ صرف "واقعہ کربلا" کو ہی لے لیجئے۔ ایک کہتا ہے کربلا ایک سرسبز و شاداب قطعہ اراضی تھا۔ دُوسرا کہتا ہے وُہ چٹیل ریگستان تھا۔ تیسرا کہتا ہے سیّدنا حسینؓ کا کنبہ تین دن بھُوکا پیاسا تڑپتا رہا۔ چوتھا کہتا ہے۔ دس[۱] محرم کو صبح سیّدنا حسینؓ نے نورا (بال صفا پوڈر) لگایا اور غسل کیا اور آپ کے ساتھیوں نے بھی نورا لگایا۔

ایک کہتا ہے شہر بانو ایک خیالی وُجود ہے۔ دُوسرا کہتا ہے وہ یزدگرد کی لڑکی تھی۔ اور کربلا کے واقعہ کے بعد فارس کی طرف چلی گئی تھی۔ تیسرا کہتا ہے۔ فرات میں ڈوب مری تھی۔ چوتھا کہتا ہے۔ اسے اپنا بھائی لے گیا تھا۔

ایک کہتا ہے قاسم بن حسنؓ کا نکاح ہوُا تھا۔ دُوسرا کہتا ہے حضرت حسینؓ کے ہاں لڑکی ہی نہیں تھی۔

ایک کہتا ہے سیّدنا حسینؓ کے قاتل شیعہ تھے "قتل حسینؓ تقصیر شیعہ امامیہ است از تقیہ"۔ دُوسرا کہتا ہے وُہ قتلِ حسینؓ سے تقرّبِ خدا چاہتے تھے۔ تیسرا کہتا ہے قاتلینِ حسینؓ "سُنّی" تھے۔ چوتھا کہتا ہے بقولِ علی (زین العابدینؒ) زینب واُمّ کلثوم سب شیعہ تھے۔

ایک کہتا ہے حسینؓ نے اپنے مؤقف سے رجُوع کر لیا تھا اور وُہ چاہتے تھے کہ دمشق پہنچ کر یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ دُوسرا کہتا ہے یہ غلط ہے ص[۱]

ص[۱]: (i) مشہور شیعہ نسّاب مؤلّف عمدۃ الطالب لکھتا ہے "آنجناب کو راستہ میں مسلم بن عقیلؓ کی خبر ملی تو آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا مگر عقیل کی اولاد مانع ہوئی۔ اسی مقام پر آپ نے "قد خذلنا شیعتنا" (باقی ص۴۱ پر)



الغرض شیعہ مذہب کے لوگ کوئی ایک مسئلہ بھی نہیں جس پر تا ایں دم متفق ہو سکے ہوں۔ ایسے لوگوں سے کسی دیانت کی توقع رکھنا محض باطل ہے۔

یہ لوگ جن کا یہ ایمان ہو کہ نبی علیہ السّلام نے منافقین اور کفّار کے ہاں سے اسلیئے شادیاں کی تھیں اور ان کو لڑکیاں دی تھیں کہ اس کے ذریعے سے دین کی تبلیغ ہو گی۔ ان کی دیانت اور ایمانداری کا خدا حافظ

والسّلام

**حکیم فیض عالم صدیقی راجوروی**

رہتاس ضلع جہلم

۳۰ راگست ۱۹۸۳ء

ص۴۰ سے آگے: کا مشہور خطبہ ارشاد فرمایا (صفحہ ۱۷۹ سطر ۴ تا ۱۸)

(ii)۔ ابوالفرج اصفہانی لکھتا ہے "آپ واپس چل پڑے مگر حُرّ مانع ہوُا"۔ (مقاتل الطالبین صفحہ ۱۱۰ سطر ۷ تا ۱۱)

(iii)۔ یہی شیعہ مؤرّخ لکھتا ہے "آپ نے عمرو بن سعد کے سامنے تین شرائط رکھیں۔ پہلی یہ کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو یا واپس جانے دو یا سرحدات کی طرف نکل جانے دو۔ (مقاتل الطالبین صفحہ ۱۱۳ سطر ۱۶ تا ۱۸)

(iv) مشہور شیعہ مؤرّخ جسٹس سید امیر علی نے اپنی تالیف ہسٹری آف سیرسینز میں صفحہ ۸۵ پر یہی تین شرائط بیان کی ہیں (v)۔ تلخیص شافی جو شیعہ مذہب کی امامت پر مستند کتاب ہے اسکے صفحہ ۴۷۱ پر صاف لکھا ہے کہ "حسینؓ نے عمرو بن سعدؓ سے کہا مجھے یزید کے پاس جانے دو تاکہ میں اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں دیدوں۔ وُہ میرے چچا کا بیٹا ہے"۔ یہ روایت شیعہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں بھی موجود ہے۔ مزید تفصیل کیلئے راقم کی تالیف "القول المفتوح بسلسلہ سیّدنا حسینؓ کا اپنے مؤقف سے رجوع" کا مطالعہ کیجئے

# بناتِ رسولؐ

شیعہ و سنی کے درمیان ایک متنازعہ موضوع کا حرفِ اوّل

# مکتوبِ مفتوح

منجانب:
ڈاکٹر یاور حسین ساقی
رہتاس ضلع جہلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## منجانب یاور حسین صاقی رہتاس

۱۵ رمارچ ۱۹۷۳ء

بخدمت مجتہدین عظام، علمائے کرام و مدیران ذوالاحترام مذہب شیعہ مدظلہ العالی

السلام علیکم!

چند دن ہوئے میں نے ایک آدمی کے ہاتھ میں اہلحدیث مولوی فیض عالم صدیقی کی تالیف "حقیقت مذہب شیعہ" دیکھی۔ یوں ہی سرسری طور پر ورق گردانی کرتے ہوئے ایک مقام پر نظر ٹھہر گئی۔ شیعہ مذہب کی درجن بھر معتبر کتب کے حوالے سے لکھا دیکھا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں۔ ان میں "تحفۃ العوام" کا نام بھی تھا۔ میں یہاں جملہ معترضہ کے طور پر یہ بھی عرض کر دوں کہ میں آبائی طور پر شیعہ ہوں اور میرا تمام وقت آج تک دینی اور طبی کتب کے مطالعہ اور دینی اور طبی خدمات میں صرف ہوتا رہا۔ پاکستان اور بھارت کے تقریباً تمام جرائد میں طب سے متعلق میرے مضامین شائع ہوتے چلے آرہے ہیں۔

میں اپنے مذہب کے متعلق صرف اسی قدر جانتا تھا کہ حضرت امام المتقین علیہ السلام خلیفہ بلافصل ہیں اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی حضرت زہرا صلوات اللہ علیہا تھیں۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت شیر خدا کا حق غصب کیا گیا۔ یہ باتیں میرے ذہن میں اس قدر پختہ ہو چکی تھیں کہ میں نے ان کے خلاف کبھی کوئی بات سننی تک گوارا نہ کی۔ لیکن جب "حقیقت مذہب شیعہ" میں حضور پاک کی چار صاحبزادیوں کا پڑھا تو میرے پاس اور تو کوئی حوالے کی کتاب نہ تھی مگر "تحفۃ العوام" موجود تھی۔ میں نے کتاب نکال کر مذکورہ صفحہ دیکھا تو وہاں حضور پاک کی صرف ایک بیٹی حضرت زہرا کا نام ملا۔ میں نے کتاب خوب غور سے دیکھی مگر کہیں دوسری بیٹیوں کا نام نظر نہ آیا۔ مصنف پر سخت غصہ آیا اور نہایت طیش کے عالم میں مصنف کے پاس پہنچا۔



میں اس وقت غصہ کے عالم میں دیوانہ ہو چکا تھا جو منہ میں آیا کہتا رہا۔ "تحفۃ العوام" کا مذکورہ صفحہ نکال کر مصنف کے سامنے رکھا اور کہا کہ تم لوگ اپنی غلط ملط کتابوں میں جھوٹے حوالے دے کر اپنے حواریوں کا دل خوش کرنے کے لیئے اور دولت کمانے کے لیئے ان کو الّو بناتے ہو۔ تمہیں نہ خدا کا خوف ہے اور نہ رسول کا ڈر ہے۔ مصنف مذکور نے کتاب میرے ہاتھ سے لے کر چند صفحات کی ورق گردانی کر کے کتاب ایک طرف رکھ دی اور بڑے اطمینان مگر طنزیہ انداز میں مسکراتے رہے اور میں جو منہ میں آیا کہتا رہا۔ وہ چند منٹوں کے بعد اندر چلے گئے۔ تقریباً آدھ گھنٹہ گزر گیا اور میں اپنے دل میں منصوبے بناتا رہا کہ لو بھئی! مولوی بھاگ گیا اور زنانخانے میں جا کر چھپ گیا۔ میں نے آوازیں دینی شروع کر دیں۔ اتنے میں مولوی صاحب درجن بھر کتابوں کا بنڈل بغل میں دبائے نمودار ہوئے۔ انہوں نے سب سے پہلے "تحفۃ العوام" کے دو نسخے نکالے۔ دونوں پر حضرت زہرا کے علاوہ سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم پر صلوات کے کلمے لکھے ہوئے تھے اور یہ عبارت عربی میں تھی کہ جس شخص نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ان بیٹیوں کے حق میں ایذا پہنچائی۔ اس نے نبی کو ایذا پہنچائی۔ مولوی صاحب کہنے لگے کیا نبی کی ان بیٹیوں کے وجود سے انکار نبی کو ایذا پہنچانا نہیں؟ مگر میں کہاں چپ رہنے والا تھا فوراً جواب دیا کہ مولوی صاحب! آپ نے چار بیٹیوں کا حوالہ دیا ہے۔ مگر "تحفۃ العوام" کی عبارت سے صرف تین ثابت ہوتی ہیں مولوی صاحب نے کہا۔ بس جی اب آرام سے بیٹھیے اور دیکھتے جایئے۔ اب میری باری ہے پہلے تو آپ کے علمائے نے "تحفۃ العوام" کے وہ نسخے ہی منسوخ کر دیئے ہیں جن میں حضور پاک کی ایک سے زیادہ بیٹیوں کا ذکر تھا مصنف کی اصل تصنیف میں قطع برید کر کے اس کی تصنیف کو اپنے نام سے چھپوانا کون سی دیانت ہے؟ اب اگر آپ چوتھی بیٹی کا ثبوت دیکھنا چاہتے ہیں تو شاید اس کا ذکر سننے کی آپ میں تاب نہ ہو۔ نبی علیہ السلام کی بڑی بیٹی سیدہ زینبؓ کے شوہر چونکہ نبی علیہ السلام کے انتہائی جاں نثار، فرماں بردار اور خدمت گزار داماد تھے اس لیئے پہلے ان کا نام تاریخوں سے خارج کیا گیا۔ چونکہ حضرت علیؓ کی ذات سے سیدہ فاطمہؓ کے متعلق نبی علیہ السلام اکثر غمگین رہتے تھے مگر شیعوں

کو حضرت علیؓ کی شان اور مرتبہ بہت بلند کر کے دکھانا تھا اس لیئے حضرت ابوالعاصؓ اور سیدہ زینبؓ کو بالکل نظر انداز کر کے سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ کا بار بار ذکر کیا گیا۔

مولوی صاحب نے فارسی میں "ناسخ التواریخ" کی دوسری جلد کا صفحہ ۵۱۸ نکال کر دکھایا۔ اس میں لکھا تھا کہ "حضرت ابوالعاصؓ بن ربیع جو داماد رسول تھے گندم اور خرما شتر پر بار کر کے لے جاتے اور شعب ابی طالب میں اونٹ کو ہانک دیتے۔ اسلیئے رسول اللہ فرمایا کرتے کہ ابوالعاص نے ہماری دامادی کا حق ادا کر دیا۔"

سیدنا ابوالعاصؓ امیر آدمی تھے مگر سیدہ زینب کے انتقال کے بعد آپ نے دوسری شادی نہ کی اور ایک جہاد میں شامل ہو کر شہید ہو گئے۔ ان کے مقابلہ میں شیعوں کے اقوال کے مطابق سیدنا علیؓ نے ہمیشہ حضرت زہراؓ کو ایذا پہنچائی۔

اب میں صرف شیعوں کی وہ عبارتیں نقل کرنا چاہتا ہوں جو مولوی صاحب نکال نکال کر میرے سامنے رکھتے رہے۔

بہ سند ہائے معتبر حضرت امام محمد باقرؒ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے یہ فرمایا تھا کہ خدمت باہر کی مثلاً لکڑی اور پانی لانے کی جناب امیرؑ کریں گے مگر حضرت امیرؑ نے ایفائے عہد نہ کیا۔

(جلاء العیون اردو جلد اول ص ۱۶۲-۶۳)

بسند معتبر جناب امیرؑ سے روایت ہے کہ فاطمہؑ حضرت رسولؐ کی محبوب ترین مردم تھیں اور اس قدر پانی کے مشکیزے اٹھائے کہ سینہ مبارک سے اثر ایذا کا ظاہر ہوا اور اس قدر چکی پیسی کہ ہاتھ مجروح ہو گئے۔ اس قدر جھاڑو دی کہ کپڑے گرد آلود ہو گئے اور اس قدر آگ سلگائی کہ کپڑے سیاہ ہو گئے۔ لہٰذا کثرت کاروبار سے جناب سیدہ کو تکلیف ہوئی۔ میں نے ایک روز کہا کہ اپنے پدر بزرگوار کے پاس جاؤ اور عرض کرو کہ مجھے کام کاج کے لیئے ایک کنیز مول لے دیجئے۔

(جلاء العیون اردو جلد اول ص ۱۶۳)

ایک روز نبی علیہ السلام حضرت سیدہ کے گھر گئے وہ اونٹ کی کھال کا جامہ پہنے



اپنے ہاتھ سے چکی پیس رہی تھیں اور ساتھ ہی اپنے فرزند کو دودھ پلا رہی تھیں۔ جب رسول خدا نے فاطمہؑ کو اس حال میں دیکھا تو آنسو چشم ہائے مبارک سے رواں ہوئے۔

(جلاء العیون جلد اوّل ص ۱۶۴)

کتاب علل الشرائع و بشارۃ المصطفےٰ و خوارزمی میں بسند ہائے معتبر روایت ہے کہ ابوذرؓ اور ابن عباسؓ سے کہ جب جعفر طیّار مدینہ آئے تو ایک کنیز کو بطور تحفہ اپنے بھائی علی ابن ابی طالب کے پاس بھیجا۔ وہ کنیز جناب امیرؑ کی خدمت کرتی تھی۔ ایک دن جناب فاطمہ گھر میں آئیں اور دیکھا کہ سر جناب امیرؑ کا اس کنیز کے دامن پر ہے۔ جب یہ حالت دیکھی تو متغیر ہو گئیں ............ اور کہا مجھے اجازت دو میں اپنے پدر بزرگوار کے گھر جاؤں۔ جناب امیرؑ نے اجازت دی اور آپ اپنے باپ کی خدمت میں پہنچیں۔

(جلاء العیون صفحہ ۱۸۸)

حضرت امیرؑ نے جب جویریہ دختر ابوجہل سے نکاح کا ارادہ کیا تو آپ اپنی بیٹی امّ کلثوم اور حسنین کو لے کر اپنے والد بزرگوار کے گھر گئیں۔ اس واقعہ کو جلاء العیون ملّا باقر مجلسی میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جب رسولؐ خدا نے حضرت فاطمہؑ کو محزون و مغموم پایا۔ غسل کیا اور لباس بدل کر مسجد میں تشریف لائے اور نمازیں پڑھنی شروع کیں۔ مشغول رکوع و سجود تھے۔ بعد دو رکعت کے دعا مانگتے تھے۔ خداوندا! فاطمہؑ کے حزن و ملال کو زائل کر کیونکہ جب گھر سے باہر آئے تو آپ کروٹیں بدلتی تھیں۔ پھر گھر میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ فاطمہؑ کو نیند نہیں آتی اور بیقرار ہے۔ فرمایا۔ اے دختر گرامی! اٹھو۔ جناب فاطمہؑ اٹھیں۔ جناب رسول خدا نے حضرت حسنؑ کو اور فاطمہؑ نے حسینؑ کو اٹھایا اور امّ کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں تشریف لائے[1]۔ یہاں تک کہ قریب جناب امیرؑ کے پہنچے۔ اس وقت جناب امیرؑ آرام فرما

[1] اس مقام پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حسنؓ اور حسینؓ چھوٹے تھے اسلیئے اٹھائے گئے اور کلثوم جو بڑی تھیں اسلیئے خود چل کر گئیں۔ اس بات کو سو کو کرنے کیلیئے مولوی صاحب نے تہذیب الاحکام، فروع کافی کلینی، مسالک شرائع کی شرح پیش کی اور قاضی نوراللہ شوستری کی مجالس المومنین سے ایک شعر بھی پیش کیا کہ آگے چل کر حضرت عمرؓ کا نکاح ہوا
اگر نبی دختر، با عثمان داد - ولی دختر با عمر فرستاد - مسالک کی عبارت ہے زوج علی ابنتہ ام کلثوم من عمر۔

رہے تھے۔ اس وقت جناب رسولِ خُدا نے پاؤں اپنا جناب امیرؑ کے پاؤں پر رکھا اور فرمایا اے ابُو تراب! اُٹھو۔ گھر والوں کو تم نے اپنی جگہ سے جُدا کیا ہے۔ جاؤ ابوبکر وعمر اور طلحہ کو بلا لاؤ[1] پس جناب امیرؑ گئے اور ابوبکر اور عمر کو بُلا لائے۔ جب قریب جناب رسولِ خُدا کے حاضر ہوئے حضرت رسولؐ نے ارشاد کیا۔ اے علیؑ تم نہیں جانتے کہ فاطمہ میری پارہ تن ہے اور مَیں فاطمہ سے ہُوں۔ جس نے اسے آزار دیا جیسا کہ میری حیات میں آزار دیا۔ جنابِ امیرؑ نے عرض کیا۔ ہاں یا رسُول اللہ۔ (جلاء العیون۔ جلد اوّل ص۱۸-۲۱۷)

یہ عبارت دکھانے کے بعد مجھے مخاطب کر کے کہنے لگے کہ ڈاکٹر صاحب! ذرا انصاف سے نبی علیہ السّلام کے دونوں دامادوں کا موازنہ کیجئے کہ کس نے نبی علیہ السّلام کو آرام پہنچایا۔ اور حضرت عثمانؓ کے متعلق تو فرمایا کہ اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو مَیں عثمانؓ کو دے دیتا۔ اس بات کو بھی ذہن میں رکھیئے کہ بیوی پریشان ہو کر باپ کے ہاں چلی جاتی ہے اور میاں مسجد میں آرام فرما رہے ہیں۔

مولوی صاحب کی گفتگو کافی طویل ہوتی جا رہی تھی مگر مَیں نے کہا کہ آپ صرف موضوع زیرِ بحث یعنی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کی بیٹیوں کے سلسلہ میں شیعہ مذہب کی کتب سے کوئی اور ثبوت پیش کر سکتے ہیں تو کیجئے۔ مولوی صاحب نے مندرجہ ذیل کتب نکال کر پیش کیں۔

۱۔ مجالس المؤمنین ص۸۶
۲۔ حیات القلوب جلد ۲ ص۱۴۸، ص۱۳۰ مطبع نولکشور
۳۔ فروع کافی مترجم طبع کراچی ص۲۱۷، ص۲۰۲
۴۔ تذکرۃ المعصومین طبع یوسفی دہلی ص۶
۵۔ اصول کافی باب مولد النبی

[1] یہاں مولوی صاحب نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب! کبھی اس بات پر بھی کسی منصف مزاج شیعہ نے غور کیا ہے کہ نبی علیہ السّلام نے حضرات شیخینؓ اور حضرت طلحہؓ کو بلانے کا حکم کیوں دیا؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان اصحاب کی استدعا پر ہی سیدہ فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے کیا گیا تھا یہاں چند اور حوالے بھی پیش کئے گئے مگر میں طرح دیکر ٹال گیا۔



اس کے علاوہ مولوی صاحب نے چند اور حوالے بھی دیئے مگر میں فی الحال انہیں نظر انداز کرتا ہوں۔ چند شیعہ اصحاب ان تصریحات کے باوجود یہ کہتے سُنے گئے ہیں کہ زینبؓ رقیہؓ اور اُمّ کلثومؓ پہلے خاوندوں سے تھیں۔ اوّل تو اس وجہ سے یہ بات ناقابلِ قبول ہے کہ معتبر کتب شیعہ میں صاف لفظ بیٹیوں کا ہے اور پہلے خاوند کی اولاد کو عربی میں ربیب کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں بھی جناب رسولِ خدا کیلئے بیٹیاں ہی آیا ہے۔ پارہ ۲۲ رکوع ۵ میں ازواجک وَ بَنَاتِکَ کا لفظ الگ ہے اور پارہ ۴ رکوع ۱۵ میں ربائب کا لفظ الگ ہے۔ اس مسئلہ کو ایک پمفلٹ کی صُورت میں شائع کرنے کی ضرورت اس لیئے پیدا ہوئی کہ ۱۵/۳ کو مولانا اسمٰعیل صاحب کو لائلپور ۲۰/۳ کو مولانا بشیر انصاری کو ٹیکسلا اور رہتاس (جہلم) کے موقع پر جابر حسین صاحب خطیب مسجد اثنا عشریہ شاہ چن چراغ راولپنڈی کو زبانی کہا اور بعد میں تحریری طور پر بھیجا۔ اس سے پہلے ماہ مارچ کے شروع میں سیّد زاہد حسین زیدی کی خدمت میں موضع بھابڑہ ضلع سرگودھا میں مسئلہ کی وضاحت کے لیئے عرض کی۔ مگر وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے کہ یہ نبی علیہ السّلام کی اصطلاحی بیٹیاں ہیں۔ جب یہ کہا گیا کہ سیّدہ امامہ ابوالعاص کی بیٹی تھیں جو سیّدہ زینبؓ کے بطن سے تھیں اور ان کا نکاح سیّدہ فاطمہؓ کے مرنے کے بعد حضرت علیؓ سے ہوا تھا تو زیدی صاحب طرح دے کر نکل گئے۔

مَیں اپنے ایمان و وجدان کو حاضر و ناظر رکھ کر کہتا ہوں کہ میں مسلکاً اللہ کے فضل سے متشدد قسم کا شیعہ ہوں۔ مگر اس متنازعہ مسئلہ نے مجھے ذہنی طور پر سخت خلجان میں ڈال دیا ہے۔ آج تک جن علماء کرام سے دریافت کیا گیا اگر ان میں سے کوئی ایک بھی میری تسلّی کر دیتا تو شاید مجھے یہ طویل خط نہ لکھنا پڑتا۔ اس خط کو طبع کرانے کی ضرورت اس لیئے محسوس ہوئی کہ میں سینکڑوں علمائے کرام کی خدمت میں اپنے دل کے اطمینان کے لیئے قلمی خط لکھ کر بھیجنے کی فرصت نہیں رکھتا۔

ایک اور بات ذہن میں آتی ہے کہ اگر شیعہ علمائے کرام اپنی معتبر کتب کی تحریروں کے مطابق نبی علیہ السّلام کی چار بیٹیوں کا اقرار کر لیں تو کیا شیعیت میں کچھ فرق پڑ جائے گا اور جو فضیلت حضرت زہرا کو قدرت کی طرف سے ودیعت ہوئی ہے اس میں کچھ کمی آ جائے گی؟

اب یہ حقیقت کسی کے چھپائے چھپ تو نہیں سکتی پھر خواہ مخواہ اغیار کے سامنے آئیں بائیں شائیں کر کے جان چھڑا لینا چہ معنی دارد؟

میں تقریباً ایک سو کے قریب مجتہدین عظام، علمائے کرام اور مدیران جرائد کی خدمت میں یہ عریضہ پیش کر رہا ہوں اور بے قراری سے جواب کا منتظر ہوں۔ میں یہ بھی عرض کر دوں کہ اسی مسئلہ اور اسی قسم کے چند اور مسائل نے اکثر ذہنوں کو پریشان کر دیا ہے۔ اب یہ آپ پر فرض عائد ہوتا ہے کہ جس قدر جلدی ہو سکے اخبارات کے ذریعے اس مسئلہ کو واضح کیا جائے۔ جن اصحاب کی خدمت میں بھیج رہا ہوں ان میں سے چند کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ سید مظفر علی شمسی ہفت روزہ شہید۔ ۵ السنبت روڈ لاہور

۲۔ شیخ محمد صدیق بی۔ اے ایڈیٹر ہفت روزہ رضاکار۔ بازار حکیماں بھاٹی دروازہ لاہور

۳۔ سید اشتیاق حسین نقوی ایڈیٹر ہفت روزہ اطاعت الاسلام۔ بخاری مارکیٹ۔ وحدت کالونی۔ لاہور

۴۔ مولانا شمس العباس ایوبی۔ ایڈیٹر پندرہ روزہ آفتاب۔ لیاقت بازار۔ کوئٹہ

۵۔ سید ظفر حسین نقوی ایڈیٹر ماہنامہ نور۔ کراچی

۶۔ ایڈیٹر ہفت روزہ درنجف سیالکوٹ

۷۔ ایڈیٹر "اخبار شیعہ" سنبت روڈ۔ لاہور

۸۔ سید اعجاز مرتضیٰ بخاری۔ رکن مجلس تحقیق اسلامیہ سرگودھا

۹۔ سید محمد عادل رضوی خطیب مسجد شاہ کربلا۔ رضویہ سوسائٹی۔ کراچی

۱۰۔ سید علی راغب نقوی صدر انجمن اثنا عشریہ (رجسٹرڈ) 468/4 رمنا۔ 6/2۔ اسلام آباد

۱۱۔ جناب عطا محمد بلوچ سیکرٹری تنظیم الواعظین۔ دارالعلوم۔ سرگودھا۔

۱۲۔ سید ظہور الحسن کوثر۔ خطیب شیعہ محلہ ونگراں۔ ہمایوں روڈ۔ ملتان

۱۳۔ سید صادق علی شاہ نجفی۔ خطیب جامع مسجد محمدی گلبرگ۔ لاہور

۱۴۔ جناب ظفر الحسن ایم۔ اے ناظم اعلیٰ امامیہ جمعیت العلماء پاکستان۔ ۵ السنبت روڈ۔ لاہور

۱۵۔ مرزا یوسف حسین سربراہ مجلس عمل علماء۔ یوسفی منزل میانوالی

۱۶۔ ادارہ "پیام عمل" کشمیری محلہ اندرون موچی دروازہ۔ لاہور



۱۷۔ مولانا جابر حسین خطیب جامع مسجد شاہ چن چراغ۔ راولپنڈی

۱۸۔ علامہ رشید ترابی معرفت امام باڑہ کھارادر۔ کراچی

۱۹۔ مولانا بشیر انصاری۔ ٹیکسلا۔ ضلع راولپنڈی

۲۰۔ مفتی جعفر حسین مجتہد معرفت امام باڑہ۔ گوجرانوالہ

۲۱۔ علامہ اظہر حسین زیدی معرفت امام باڑہ گامے شاہ۔ لاہور

۲۲۔ مولانا محمد اسمٰعیل درس آل محمد۔ سرگودھا روڈ۔ لائل پور (فیصل آباد)

آپ حضرات کے علاوہ تقریباً تیس دیگر حضرات کی خدمت میں یہ پمفلٹ بھیج رہا ہوں۔

نوٹ: جن اخبارات یا رسائل میں اس کا جواب لکھا جائے ان کی ایک کاپی مجھے ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

میں یہاں یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ کی طرح باغ فدک، متعہ، نظریۂ امامت، حضرت شہربانو، کربلا کے معرکہ کے صحیح خدوخال، شیعیت کا پس منظر، یہود اور مجوس کا گٹھ جوڑ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی شہادت نیز علویوں اور اُمویوں کے آپس میں رشتے اور تعلقات وغیرہ کے سلسلے میں طبیعتوں میں تذبذب پیدا ہو چکا ہے۔ اگر مسئلہ مسئولہ کا تسلی بخش حل مل گیا تو بہتر ورنہ میں عنوانات مندرجہ بالا کے متعلق بھی مکتوبات مفتوح لکھنے پر اپنے آپ کو مجبور پاؤں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ صاحبان "حقیقت مذہب شیعہ" کا واضح طور پر جواب لکھیں تاکہ مذبذب طبیعتیں یکسو ہو سکیں۔

والسلام

**ڈاکٹر یاور حسین ساقی**

۱۵ مارچ ۱۹۷۳ء۔ رہتاس (ضلع جہلم)

# مکتوب مفتوح کا جواب

منجانب:

**مولوی محمد بشیر انصاری۔ صدر مجلس علمائے پاکستان ٹیکسلا**

۱۷ اپریل ۱۹۷۳ء

## محترم جناب ڈاکٹر صاحب

سلام جمیل۔ آپ کا مکتوب گرامی پیش نگاہ ہے۔ میں ۱۹ ربیع الاوّل تک کراچی میں مصروف رہتا ہوں۔ عید ظہور النبی کے موقع پر واپسی ہوتی ہے اسلیئے تاخیر جواب کیلئے معذرت خواہ ہوں۔

جواباً ملتمس ہوں کہ جملہ مسلمانانِ عالم کے نزدیک صرف کتاب اللہ ہی صحیح کتاب ہے اس کے سوا کوئی کتاب بالکلیہ صحیح نہیں کہی جاسکتی بلکہ جس مذہب میں چند کتب کو صحیح کا نام دیا گیا ہے ان کے مندرجات میں بھی جرح و تعدیل کے ذریعہ خود اسی مذہب کے علماء نے اغلاط کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ جب کتب صحاح کا یہ حال ہے تو جس مذہب نے۔ اپنی کتب کو صحیح کا نام نہیں دیا ہے بلکہ صاف طور پر یہ حدیث مسلّم تحریر کی ہے کہ جو کچھ قرآن کے مطابق ہے وہ لے لو اور جو مخالفِ قرآن ہے اسے دیوار پر دے مارو۔

ما وافق القرآن فخذوه وما خالف فاضربوه على الجدار

لہٰذا اسلامی نقطۂ نظر سے قرآن کریم ہی کو بالکلیہ صحیح کہا جاسکتا ہے۔ فرقِ اسلامیہ کا متفقہ اعلان ہے کہ سرکار دوجہاں کی طرف جو تین لڑکیاں علاوہ جناب فاطمۃ الزہرا کے منسوب ہیں ان میں سے دو لڑکیاں رقیہ و امّ کلثوم پسران ابولہب عتبہ و عتیبہ کے نکاح میں تھیں جو مشرک تھے۔ ایک لڑکی زینب ابوالعاص کے نکاح میں تھی جو مشرک تھا۔ اعلان اسلام



کے بعد عتبہ اور عتیبہ نے طلاق دے دیا اور ابوالعاص اسلام لے آیا۔ اب قرآن مجید کی روشنی میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ قبل اعلان نبوّت چالیس سال کی عمر تک کس عقیدہ پر تھے اور وہ عقیدہ کس دین یا ملّت کی طرف منسوب تھا۔ یہ تو مسلّمات فرق اسلامیہ میں ہے کہ حضور اکرمؐ کسی نبی کے اُمتی نہیں تھے بلکہ آپ عالمین کے نبی اور کُل انبیاء آپ کے اُمتی تھے۔ لہٰذا آپ کا عقیدہ اور عمل اپنی ہی نبوّت کے ماتحت ہوگا۔ کیونکہ آپ اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدمؑ آب و گل میں تھے۔ اس وقت آپ ملائکہ کے نبی تھے۔ انہیں تسبیح و تہلیل کی تعلیم دیتے تھے انا نحن المسبّحون۔ آنحضرتؐ نے قبل اعلان نبوت کبھی شرک نہیں کیا اور نہ مشرکوں سے محبّت کا اظہار فرمایا بلکہ اپنے حقیقی چچا ابولہب سے بھی ترک موالات کیا۔ آنحضرتؐ کو اپنی نبوّت کا علم تھا اور اس میں حکم موجود تھا۔ ولا تنکحوا المشرکین مشرکوں سے اپنی بیٹیوں کا نکاح نہ کرو۔ لہٰذا حضور اکرمؐ اپنی نبوّت کے خلاف کبھی اپنی بیٹیاں مشرکوں کے نکاح میں نہیں دے سکتے۔ البتہ امّت کیلئے عدم علم کی وجہ سے یہ حکم اس وقت تک جاری نہیں ہوسکتا جب امّت کو علم ہُوا تو اس پر بھی تعمیل واجب ہوگئی اگر حضورؐ چالیس سال تک ملّتِ ابراہیمی پر تھے تو ملّت ابراہیمی میں بھی مشرکین سے تبرّا لازم ہے خواہ باپ ہو یا چچا لہٰذا اس صورت میں بھی اپنی بیٹیاں مشرکین کے نکاح میں نہیں دے سکتے۔

تیسری صورت کا تصوّر بھی جُرم ہے کہ آنحضرتؐ معاذاللہ ...... یعنی دین سے لاتعلق اور ملتِ ابراہیمی سے بے خبر تھے۔

لہٰذا قرآن کی روشنی میں ثابت ہے کہ یہ لڑکیاں حضور اکرمؐ کی بیٹیاں نہیں تھیں۔ پھر کس نے مشرکوں سے نکاح کیا۔ کون ولی نکاح ہوا۔ اس کی تائید اس بیان سے ہوتی ہے کہ خدیجہؓ کی حقیقی بہن ہالہ بنت خویلد کی لڑکیاں تھیں۔ اس کی موت کے بعد اپنی خالہ خدیجہؓ بنت خویلد کے پاس پلیں بڑھیں جب جوان ہوگئیں تو ان کے باپ ابوالہند نے ان کا نکاح مشرکوں سے کیا جو خود مشرک تھا۔ وہی ولی نکاح ہوا۔

اس صورت بیان سے آنحضرتؐ پر نہ تو معاذاللہ بے دین ہونے کا الزام عائد ہوسکتا ہے نہ ملتِ ابراہیمی سے لاتعلق کا۔ اگر آنحضرتؐ کی بیٹیاں تسلیم کی جائیں تو آنحضرتؐ کے مقدّس اعتقاد و عمل پر الزام عائد ہوتا ہے۔ تعالیٰ رسول ربّہ عن ذالك علوّاً کبیرا۔

عہ اس اعتراض کا ایک جواب کتاب ہذا کے ص۱۲ کے اعتراض ۳ میں ملاحظہ ہو

قرآن کریم میں آیۂ حجاب سن ۹ ہجری میں نازل ہوئی ہے جبکہ یہ تینوں لڑکیاں مرچکی تھیں ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں۔ پھر قل لازواجك وبنٰتك میں کن بنات کو حکم پردہ ہے جبکہ سوائے فاطمہ زہرا کے کوئی لڑکی بقید حیات نہیں ہے کیا مردوں کو پردہ کا حکم دیا گیا ہے اس آیت کی توضیح آیۂ تحریم نکاح کرتی ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ۔ اس آیت میں محرمات نکاح کا ذکر ہے اور ان کی تعداد بتائی گئی ہے جس کے بعد تحلیل نکاح کیلئے ہے وَاُحِلَّ لَكُمْ مَاوَرَاءَ ذٰالِكُمْ۔ آیۂ تحریم نکاح میں دادی۔ نانی اور پوتی، نواسی کا ذکر نہیں ہے پھر وہ کس آیت سے حرام ہیں۔ لامحالہ اُمّہات میں دادی، نانی اور بنات میں پوتی، نواسی شامل ہیں۔ لہٰذا بنات میں آنحضرتؐ کی نواسیاں شامل ہیں۔ اسی لیئے رقیہ (یعنی زینب) اور اُمّ کلثوم نے بازار کوفہ میں اپنے خطبہ میں فرمایا تھا۔ نحن بنات رسول اللہ۔ ان ہی دونوں پر زیارت میں سلام ہے عندالمورخین یہ مسلّم ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی شادی خدیجہ سے بعمر ۲۵ سال ہوئی اور ۳۲ سال کی عمر تک کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ پھر پہلی اولاد قاسم یا طیّب ہیں۔ ذرا ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ سات سال کی مدّت میں قبل اعلان نبوّت تین لڑکیاں کیونکر پیدا ہوئیں۔ مدّت حمل اور مدّت رضاعت کا حساب لگائیے اور پھر ان کی بھرپور جوانی اور مشرکین سے نکاح اور ان کا طلاق دینا اور حضرت عثمان کے نکاح میں قبل اعلان نبوّت ایک لڑکی کا آجانا۔ یہ سب کچھ شاعرانہ تخیّل ہی کہا جا سکتا ہے۔

اسی تخیّل پر حکایات وقصص کا انبار ہے جو بناً الفاسد علی الفاسد ہے درایت بالتحقیق روائت پر مقدم ہے لہٰذا ایسا نہ کیجئے کہ معراج مکّہ معظّمہ میں ہوئی اور ایک بی بی جن کے ساتھ شادی مدینہ طیّبہ میں ہوئی وہ کہتی ہیں یا رسولؐ اللہ شب معراج میرے بستر سے جُدا ہی نہیں ہوئے۔ اسی لیئے امیر شام نے معراج جسمانی سے انکار کر دیا۔ وقت معراج جو بی بی پیدا بھی نہ ہوئی ہو یا دودھ پیتی ہو وہ شادی سے پہلے ہی ہم بستر ہو گئی اور اس کا قول انکار معراج جسمانی کا ثبوت بن گیا۔ یہ بھی شاعرانہ تخیّل ہے۔ درایت سے کوسوں دُور ہے۔

آنحضرتؐ پر آیۂ وانذر عشیرتك الاقربین نازل ہوئی اور آپنے چالیس افراد خاندان کی دعوت کی جس کو دعوت ذوالعشیرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ پہلے دن بھنا



ہوا گوشت اور دُودھ کے پیالے کھا پی کر وہ لوگ بغیر سماعت ارشاد رسول اکرمؐ اُٹھ گئے دُوسری دعوت میں آپ نے جو دُوسرے ہی دن کی گئی پہلے اپنا پیغام پہنچایا اور پھر کھانا کھلایا تاکہ کھا کر بھاگ نہ جائیں۔ اس وقت فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو کلمے ایسے لے کر آیا ہُوں جو خفیفتین علی اللسان وثقیلتین فی المیزان تملکون بھما العرب والعجم۔ ان کلموں کی تبلیغ واشاعت میں کون میری مدد کرے گا حضرت علیؓ کھڑے ہو گئے۔ عرض کی میں آپ کی مدد کروں گا۔ اپنی جان آپ پر نثار کروں گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ھذا خلیفتی ووصی واخی اطیعوہ۔ اس آیۂ انذار عشیرۃ کے متعلق صحیح کُتب میں یہ ہے کہ عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ پہاڑی پر چڑھ گئے اور لوگوں کو آواز دی کہ تم مجھے صادق وامین تسلیم کرتے ہو میں نے کبھی کذب بیانی نہیں کی میں اعلان کرتا ہوں کہ میں نبی ہُوں۔ خُدا نے مجھے نبی بنا کر تمہاری طرف بھیجا ہے وغیرہ ........

کیا جامعان صحیح کو یہ علم نہ تھا کہ عبداللہ بن عباس کی عمر وقت وفات رسولؐ ۱۲ سال کی تھی دس سال آنحضرتؐ بعد ہجرت مدینہ طیّبہ میں رہے اس سے پہلے مکّہ معظّمہ میں مصروف تبلیغ تھے اور جب آیۂ انذار عشیرہ نازل ہوئی اس وقت عبداللہ بن عبّاس پیدا بھی نہیں ہوئے تھے پھر اُنہوں نے کیسے دیکھ لیا کہ آنحضرتؐ پہاڑی پر چڑھ گئے اور اعلان نبوّت کیا۔ درائت کے لحاظ سے یہ روایت قطعاً غلط ہے کیونکہ راوی اس وقت پیدا ہی نہیں ہوا تھا مگر کتب صحاح میں عبداللہ بن عباس راوی تحریر ہے۔ ازیں قبل تین لڑکیوں کی روایت ہے کیونکہ ۳۲ سال کی عمر تک آنحضرتؐ کی اولاد ہی پیدا نہیں ہُوئی۔ چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوّت کیا تو پھر آٹھ سال کی مدّت میں قبل اعلان نبوّت یہ تین لڑکیاں کیسے پیدا ہو گئیں اور جوان بھی ہو گئیں۔ نکاح بھی ہو گئے اور پھر طلاق بھی ہو گئے اور ایک لڑکی قبل اعلان نبوّت ہی بعد طلاق جناب عثمانؓ کے نکاح میں آگئیں۔ یہ سب کچھ درایت وعقل کے خلاف ہے۔ قاسم وطیّب وطاہر کے متعلّق ہے کہ لڑکیوں سے پہلے لڑکے پیدا ہُوئے جس کے بعد اور بھی مشکلات بڑھ گئیں کہ پانچ چھ سال کے عرصہ میں تین لڑکیاں پھر نکاح۔ پھر طلاق پھر عثمانؓ سے نکاح۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

والسّلام۔ بندہ عجالہ نافعہ
محمد بشیر بقلمہ

جناب مولوی محمد بشیر صاحب انصاری کا خط قارئین نے ملاحظہ فرمایا۔ اس میں چند بڑی پتے کی باتیں قارئین کی نظروں سے گزریں۔ آخر ایسا کیوں نہ ہوتا۔ آپ فاتح ٹیکسلا ٹھہرے۔ معلوم ہوتا ہے کہ فاتح ٹیکسلا نے اپنی عادت راسخہ کے مطابق سوائے اپنے آپ کے سب کو جاہل سمجھ رکھا ہے۔ بہرحال آپ کے خط کی اہم باتیں کچھ اس قسم کی ہیں:۔

۱۔ صرف کتاب اللہ ہی صحیح کتاب ہے .........

۲۔ سرکار دوجہاں کی طرف جو تین لڑکیاں علاوہ جناب فاطمہ زہرا کے منسوب ہیں ان میں سے دو لڑکیاں رقیہ و اُمّ کلثوم پسرانِ ابولہب عتبہ و عتیبہ کے نکاح میں تھیں جو مشرک تھے ایک لڑکی زینب ابوالعاص کے نکاح میں تھی جو مشرک تھا اور نبیؐ سے یہ فعل سرزد نہیں ہو سکتا تھا کہ کفار و مشرکین کے نکاح میں اپنی بیٹیاں دیتے۔

۳۔ آنحضرتؐ کو اپنی نبوّت کا علم تھا اور اس میں حکم موجود تھا "وَلَا تنکحوا المشرکین"

۴۔ درایت بالتحقیق روائت پر مقدّم ہے۔

اور سب سے پرلطف بات یہ کہ دنیائے شیعیت کی طرف سے وانذر عشیرتک الاقربین کی تفسیر کے بین السطور میں سیّدنا علیؓ کے فرق اقدس پر بلافصل خلافت کا جو تاج سجایا جا رہا ہے۔ آپ اس کے منکر ہیں۔ چونکہ یہ روائت بھی درائت کے معیار پر پوری نہیں اُترتی۔ شیعہ اصحاب تو طمطراق سے " وانذر عشیرتک الاقربین" پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دیکھا —— اُس وقت سوائے حضرت امیر علیہ السّلام کے کسی نے کوئی جوابؓ دیا مگر مولوی محمد بشیر انصاری صاحب اپنے اس مکتوب میں فرماتے ہیں کہ واقعہ سرے سے ہی غلط ہے۔ شاید یہ بھی کوئی امامت کا راز ہو۔



# جواب الجواب منجانب حکیم فیض عالم صدیقی

رہتاس ۲۵ اپریل سنہ ۱۹۷۳ء

## بنام —— حضرت مولانا انصاری صاحب

سلام ودعوات! رہتاس سے کسی صاحب نے "بنات رسول" کے سلسلہ میں آپ کو خط لکھا تھا جس کا آپ کی طرف سے جو جواب موصول ہوا وُہ اس وقت میرے پیش نظر ہے آپ نے اس خط میں جس حد تک لفّاظی کے ذریعے نفس مضمون سے گریز کی راہیں تلاش کی ہیں وہ ایک کم علم یا آپ کے کسی خصوصی عقیدت مند کو تو مطمئن کر سکتی ہیں مگر کسی پڑھے لکھے آدمی کے سامنے اس قسم کی تاویلات پیش کر کے فرار کی راہیں تلاش کرنے سے ایک عالم اپنے مقام و مرتبہ سے یقیناً گر سکتا ہے۔

بات صرف اس قدر ہے کہ نبی اکرم صلّے اللہ علیہ وسلّم کی چار بیٹیاں تھیں اور آج تک علی التواتر شیعہ مذہب کی اُمّہات الکتب میں ان چاروں کے وجود کو تسلیم کیا گیا ہے۔ آج اگر آپ ان چاروں میں سے تین کو ہالہ کی بیٹیاں یا رقیہ (یعنی زینب) اور اُمّ کلثوم کے وجود میں کوفہ کے بازاروں میں گشت کرانے کی کوشش کریں (حالانکہ یہ گشت کا قصّہ بھی سراسر کذب و افترا پر مبنی داستان ہے) تو اسے کون صاحب عقل تسلیم کرے گا۔ آپ لفاظی کے بل پر کبھی صدیقہ کائنات سیّدہ عائشہ کو درمیان میں گھسیٹ لائے ہیں کبھی عبداللہ بن عباس اور کہیں وانذر عشیرتك الاقربین اور ھٰذا خلیفتی کی طرف پرواز کر رہے ہیں۔

مولانا! ان باتوں کا جواب دیا جا سکتا ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ اب یہ طالب علم آپ سے بالمشافہ صرف "بنات رسول" کے متنازعہ امر میں بات کرے۔

آپ کے نزدیک اہلِ سُنّت کی کتب ناقابلِ قبول ہیں۔ لیجئے میں صرف آپ کی اُمّہات الکتب سے چند حوالے پیش کرتا ہُوں۔ اور ان حوالہ جات کے متعلق طالب جواب ہوں۔ میں اپنے ایمان و ایقان اور وجدان کی روشنی میں آپ سے وعدہ کرتا ہُوں کہ اگر

آپ نے اپنی کتب میں سے جو اُمّہات الکتب کے ضمن میں آتی ہوں کسی حدیث یا کسی امام کے قول سے ثابت کر دیا کہ نبی علیہ السّلام کی صرف ایک بیٹی تھی تو میں صدق دل سے آپ کا دعوٰی تسلیم کر کے اپنے مؤقف سے رجُوع کو تمام اخبارات میں شائع کرادوں گا۔

ورنہ آپ جرأت کیجئے اور اصل حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے کہ نبی علیہ السّلام کی چار بیٹیاں تھیں کی صداقت کا اعتراف کیجئے۔ امید ہے یہ تمام کتب آپ کے پاس ہونگی۔ وقت نکالیئے اور ملاحظہ فرمائیے:۔

۱۔ تزوج خدیجہ وھو ابن بضع عشرین سنۃً فولد له منها قبل مبعثه القاسم ورقیه وزینب وامّ کلثوم و ولد له بعد المبعث فاطمه علیها السّلام وروی ایضًا انه لم یولد بعد المبعث الا فاطمه و ان الطیب والطاهر ولدا قبل مبعثهٗ۔

(صافی شرح اُصول کافی)

۲. در حدیث معتبر از حضرت امام جعفر صادق منقول است......... خدیجہ او را خدا رحمت کند ......... از من طاہر و مطہر بہم رسانید کہ او عبداللہ بود و قاسم را آورد و رقیّہ و فاطمہ و زینب و اُمّ کلثوم از و بہم رسید۔

(حیات القلوب جلد ۲ باب ۵ ص ۸۲)

۳. سیّدنا علیؓ. سیّدنا عثمان کو مخاطب کر کے کہتے ہیں" وانت اقرب الی رسول الله صلّی الله علیه وسلّم وشیجة رحم منها وقد نلت من صهره مالم ینالا۔ (نہج البلاغۃ مصری جلد ۲ ص ۸۵)

اس کا ترجمہ اور تشریح سیّد علی نقی نے فیض الاسلام میں یوں لکھا ہے:

" درحالیکہ تو از جہت خویشی برسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم از آنہا نزدیک تری. چوں عثمان پسر عفان بن ابی العاص بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف می باشد و عبد مناف جد سوم حضرت رسول محمّد بن عبداللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف



بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب است۔ واما ابوبکر پسر ابو قحافہ عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب می باشد و مرہ جد ششم پیغمبر اکرم است. و اما عمر پسر خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بودہ و کعب جد ہفتم رسُول خدا است. پس خویشاوندی عثمان از ابوبکر و عمر بہ پیغمبر اکرم نزدیک تر است و بہ دامادی پیغمبر مرتبہ یافتہ ای کہ ابوبکر و عمر نیافتند. عثمان رقیہ و اُمّ کلثوم را کہ بنا بر مشہور دختران پیغمبر اند بہمسری خود در آورد در اوّل رقیہ را و بعد از چندگاہ کہ مظلومہ وفات نمود، اُمّ کلثوم را بجائے خواہر باد دادند۔ (فیضُ الاسلام ص ۵۱۹)

۴۔ حدثنی جعفر بن محمّد عن ابیه قال ولد لرسول الله صلّی الله علیه وسلّم من خدیجه القاسم والطاهر وامّ کلثوم ورقیه وفاطمه وزینب۔

(قرب الاسناد ص ۶ آخری سطر)

۵۔ در قرب الاسناد بسند معتبر از حضرت صادق علیہ السّلام روایت کردہ است کہ از برائے رسولِ خُدا از خدیجہؓ متولّد شدند طاہر، قاسم، فاطمہ، اُم کلثوم، رقیہ و زینب

(حیات القلوب جلد ۲ ص ۵۵۹)

۶۔ از حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام روایت شدہ است کہ از برائے رسُول خدا از خدیجہؓ تولّد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و اُمّ کلثوم و رقیّہ و زینب۔

(منتہی الآمال ص ۷۹ مصنفہ شیخ عباس قمّی)

۷۔ ابن بابویہ بسند معتبر از امام جعفر صادق روایت کردہ است کہ برائے حضرت رسول متولّد شدند از خدیجہؓ قاسم و طاہر نام طاہر عبداللہ بود و اُمّ کلثوم و رقیّہ و زینب و فاطمہ۔

(حیات القلوب جلد ۲ ص ۵۵۹)

۸۔ روی الصدوق فی الخصال باسناده عن ابی بصیر عن ابی عبد الله قال ولد لرسول الله من خدیجة

القاسم والطاهر وهو عبداللّٰہ وام کلثوم ورقیہ وزینب۔

(مرأۃ العقول شرح الاصول والفروع ج ا ص ۳۵۲)

۹۔ قال ابن عباس اوّل من ولد لرسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم بمکۃ قبل النبوۃ القاسم ویکنیٰ بہ ثم زینب ثم رقیہ ثم فاطمہ ثم ام کلثوم ثم ولد لہ فی الاسلام عبداللّٰہ فسمی الطیب والطاہر وامہم جمیعا خدیجۃ بنت خویلد۔ (مرأۃ العقول ص ۳۵۲)

۱۰۔ اللّٰھم صلّ علی القاسم والطاہر ابنی نبیّک۔ اللّٰھم صلّ علیٰ رقیہ بنت نبیّک۔ اللّٰھم صلّ علیٰ اُم کلثوم بنت نبیّک

(تہذیب جلد ا ص ۱۵۴ کتاب شیعہ۔ تحفۃ العوام مصنفہ احمد علی ص ۱۱۲)

مَیں چاہتا تھا کہ صرف حوالہ جات پر اکتفا کرتا مگر مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات۔ تحفۃ العوام کے بعض نسخوں کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ جس نے نبی کی بیٹیوں کو ایذا دی۔ اس نے نبی کو ایذا دی۔ کس داماد نے نبی کو ایذا دی۔ کس طبقے نے نبی کی بیٹیوں کا انکار کرکے نبی کو ایذا دی۔ فافہم

نیز تحفۃ العوام ہی اس مسئلے کو واضح کرنے کا محرّک بنا۔ کوئی صاحب ہیں منظور حسین۔ انہوں نے تحفۃ العوام اپنے نام سے طبع کراتے وقت سیّدہ فاطمہؓ کے علاوہ باقی بیٹیوں کا نام ہی اُڑا دیا۔

۱۱۔ مشہور آں ست کہ دختران آنحضرت چہار نفر بودند۔ وہمہ از حضرت خدیجہ موجود آمدند۔

(حیات القلوب جلد ۲۔ ص ۵۶۰)

۱۲۔ چہار دختر از برائے حضرت رسول آورد زینب۔ رقیہ۔ اُمّ کلثوم وفاطمہ

(حیات القلوب ص ۵۶۶)

۱۳۔ سودہ بنت زمعہ را با دختران آنحضرت از مکّہ اوردند۔ (ایضاً ص ۳۲۱)

۱۴۔ اگر نبی دختر بعثمان داد۔ علیٰ دختر بعمر فرستاد۔ (مجالس المومنین ص ۸۷)

۱۵۔ ہجرت حبشہ کے بیان میں:۔ فخرج الیہا سرا احد عشر رجلاً واربعۃ نسوۃ



ھم عثمان بن عفان وامراتہ رقیۃ بنت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۳ ص ۲۳۳)

۱۶۔ سورۃ الاحزاب کی آیت یا ایّھا النّبی قل لازواجک وبنٰتک کا ترجمہ

"اے نبی علیہ السّلام اپنی ازواج سے اور اپنی بیٹیوں سے اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ وُہ اپنی چادروں سے گھونگھٹ نکال لیا کریں۔

(ترجمہ مقبول احمد شیعہ ص ۸۴۹)

بقول کسے اگر بیٹیوں سے مُراد تمام مسلمان عورتیں ہے تو اہلِ ایمان کی عورتوں کا کیا مطلب؟

۱۷۔ عیاشی روایت کردہ است کہ از حضرت صادق پرسیدند کہ آیا حضرت رسول دختر خود را بعثمان داد، حضرت فرمود بلے۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۵۶۳)

شیعہ مجتہد ملّا باقر مجلسی کا قول ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں (جیسے کہ آپ نے بھی اپنے مکتوب میں لکھا ہے) کہ یہ صاحبزادیاں حضورؐ کی حقیقی بیٹیاں نہ تھیں بلکہ ربیبہ تھیں یا ہالہ کی لڑکیاں تھیں۔ ایسا کہنے والوں کے پاس کوئی سند نہیں اور پھر بعض ربیبہ کہتے ہیں بعض ہالہ کی بیٹیاں ...... حافظہ نباشد) ان دونوں کی باتوں کو اُئمہّ کرام کی معتبر روایات غلط قرار دیتی ہیں کیونکہ آئمہّ کرام کے واضح فرمان اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ یہ چاروں حضور صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی صاحبزادیاں تھیں۔

۱۸۔ رہا مسئلہ ابُولہب کے بیٹوں سے نکاح کا۔

تمام خاندان قریش میں سلسلہ مصاہرت قائم تھا حضورؐ نے واقعی ابُولہب کے بیٹوں سے برادری سسٹم کے تحت منگنیاں کر دی تھیں درآنحالیکہ صغیرسن تھیں۔ اب سُنئے ملا باقر مجلسی صاحب کا قول " عتبہ پسر ابُولہب اُورا تزویج نمود درمکّہ وپیش از دخول اُورا طلاق داد"۔

(حیات القلوب جلد ۲ ص ۵۶۰)

اب میں مجبوراً جو عبارت نقل کر رہا ہوں یہ سینہ پر پتھر رکھ کر نقل کر رہا ہوں۔ حیات القلوب کے مصنّف نے نبی علیہ السّلام کی ذاتِ اقدس پر جو سوقیانہ اور بھونڈے انداز سے حملہ کیا ہے وُہ مترادف بکفر ہے:۔

"پس اگر دُختر بعثمان دادہ باشد بنا برآن کہ درظاہر داخل مسلمانان بودہ است دلالت نمی کند برآں کہ درباطن کافر بنودہ است و تالیف قلب ایشاں و دُختر خواستن از ایشاں و دُختر دادن بایشاں درترویج دین اسلام واعلائے کلمۃ الحق مدخلیت عظیم داشت و درایںہا مصالح بے شمار بود کہ اکثر آںہا بر عاقل متامل پوشیدہ نیست واگر آنجناب اظہار نفاق ایشاں مےنمود واسلام ظاہر ایشاں را قبول فرمُود بآں جناب بغیراز قلیلے از ضعفاً نمی ماندند۔ چنانچہ بعد ازاں جناب بامیرالمومنین علیہ السّلام بغیر از سہ چہار نفر نماندند۔

(حیات القلوب ص۵۶۱)

اس عبارت کے بعد میں پھر آپ کی توجہ آپ کے مکتوب کی اس عبارت کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ

" نبی علیہ السّلام نے قبل از اعلان نبوّت کبھی شرک نہیں کیا اور نہ مشرکوں سے محبّت کا اظہار فرمایا بلکہ اپنے حقیقی چچا ابولہب سے بھی ترکِ موالات کیا اور آنحضرتؐ کو اپنی نبوّت کا علم تھا اور اس میں حکم تھا ولاتنکحوا المشرکین۔ لہٰذا حضور اکرمؐ اپنی نبوّت کے خلاف کبھی اپنی بیٹیاں مشرکوں کے نکاح میں نہیں دے سکتے۔"

آپ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السّلام کس طرح مشرکوں کو لڑکیاں دیتے جبکہ آپ کے مصنف حیات القلوب لکھتے ہیں کہ نبیؐ نے اسلام کی تبلیغ کیلئے کافروں کو لڑکیاں دی ہیں فافہم

مولانا! ذرا ذہن پر زور ڈالیئے! اپنے ایمان کو حاضر وناظر رکھیئے اور اپنے عقیدتمندوں میں اپنی ساکھ قائم کرنے کے لیئے ایسے کلمات قلم یا زبان سے نہ نکالیئے جو موجبِ رُسوائی دین ودُنیا ہوں۔ آئیے! اور مجھ سے سلسلہ مکاتبت جاری رکھنے کی طرح ڈالیئے میں جو کچھ پیش کروں گا آپ کی کتب سے پیش کروں گا اور یہ بات آپ کے لیئے بہت بڑی رعایت ہے۔ اس کے باوجود اگر میں اپنے مؤقف میں کامیاب رہوں تو حق یقیناً میرے ساتھ سمجھا جائے۔

کیا آپ اتنی اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کر سکتے ہیں؟ اگر ضرورت سمجھیں تو مجھ سے میری



تالیف "حقیقت مذہب شیعہ" منگوا کر مزید تسلّی کرلیں کہ حق کیا ہے؟ افسوس کہ مفت بھیجنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔

ناگوار خاطر نہ ہو تو ایک لطیفہ عرض کر دوں۔ سیّد نعمت اللہ محدّث الجزائری کو تو آپ جانتے ہی ہوں گے۔ وُہ آپ کے مذہب کے ایک بڑے لحیم شحیم محدّث ہوئے ہیں سیّدہ اُمِّ کلثوم بنت علیؓ کے سیّدنا عمرؓ کے نکاح کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

وَ انّما لاشکال فی تزویج علی علیہ السّلام اُم کلثوم لعمر بن الخطاب وقت تخلفہ لانہ قد ظہرت منہ المناکیر وارتد عن الدین ارتداداً اعظم من کل ارتداد فاذا ارتد علی ھذا لنحو من الارتداد فکیف ساغ فی الشریعۃ مناکحۃ وقد حرم اللہ تعالیٰ نکاح اھل الکفر والارتداد۔ واتفق علیہ علماً الخاصۃ منقول قد تفصح الاصحاب عن ھذا لوجوھین الاوّل فقد استخاض فی اخبارھم عن الصادق علیہ السّلام لما سئل عن ھذہِ المناکحۃ فقال انہ اوّل فرج غصبناہ وتفصیل ھذا ان الخلافۃ قد کانت اعز علی امیرالمؤمنین علیہ السلام من اولاد والبنات والازواج والاموال الخ

حضرت عمرؓ کے خلافت کے وقت حضرت علیؓ کا اُمِّ کلثوم کو حضرت عمرؓ کے نکاح میں دیدینے میں اشکال ہے کیونکہ خلافت کے وقت حضرت عمرؓ سے بڑی برائیاں ظاہر ہوئیں اور دین سے ایسے پھر گئے تھے کہ اس سے بڑا کوئی ارتداد نہیں۔ پس ایسے مُرتد سے شریعت میں نکاح کیسے جائز ہُوا حالانکہ اللہ تعالٰے نے کافر اور مُرتد سے نکاح حرام کیا ہے اور اس پر علماء شیعہ کا اتفاق ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ عُلمائے شیعہ نے اس سے دو طرح سے جان چھڑائی ہے۔ پہلی یہ کہ شیعہ روایات سے ظاہر ہے کہ جب امام جعفر سے پُوچھا گیا اس نکاح کے متعلّق تو جواب دیا کہ یہ پہلا فرج ہے جو ہم سے چھینا گیا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ خلافت حضرت علی کو اپنی اولاد۔ بیٹوں۔ بیویوں اور مال سے زیادہ محبوب تھی کیونکہ خلافت سے دین کا نظام قائم ہوتا ہے۔

آپ نے بڑی معصومیت سے " ولا تنکحوا المشرکین " لکھ کر گویا ایک عظیم حقیقت کا انکشاف فرمایا مگر آپ کے گرو سید نعمت اللہ الجزائری نے اس مسئلہ کی جس طرح عقدہ کشائی فرمائی ہے اس پر مر مٹنے کو جی چاہتا ہے ۔ اس روایت سے چند عقدے حل کیجئے ۔

۱۔ مرتد اور مشرک سے نکاح حرام ہے ۔
۲۔ عمر بہت بڑا مرتد اور کافر تھا ۔
۳۔ مگر علیؓ نے اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دے دی ۔
۴۔ امام جعفر نے علیؓ کے اس فعل پر یہ جواب دیا کہ " وہ پہلی شرمگاہ تھی جو ہم سے چھینی گئی ۔
۵۔ علیؓ حصولِ خلافت کے اس قدر خواہاں تھے کہ اس کے لیے بیٹیوں اور بیویوں کو بھی مرتدوں کے نکاح میں دینے سے گریز نہ کی ۔

آدمی مخبوط الحواس ہو تو ائمہ کی شان میں ایسی ہی واہی تباہی بکتا چلا جاتا ہے ۔

المخلص :

حکیم فیض عالم صدیقی

رہتاس ۔ ضلع جہلم

---

خط کی رسیدگی سے مطلع فرمائیں اور جواب کیلئے دو ہفتہ تک انتظار کرونگا

---



# خط بنام مولوی محمد بشیر انصاری شیعہ منجانب حکیم فیض عالم صدیقی

## ( پہلے خط کا انصاری صاحب کی طرف سے جواب نہ آنے پر لکھا )

رہتاس
۱۵ مئی ۶۳ء

جناب مولانا انصاری صاحب !

مکتوب مفتوح میں آپ کے مذہب کی معتبر ترین بلکہ امہات الکتب یعنی منتہی الآمال ، قرب الاسناد ۔ حیات القلوب ۔ اصول کافی مع شرح صافی ۔ فیض الاسلام ۔ مراۃ العقول ۔ تحفۃ العوام ۔ تہذیب الاحکام ۔ مجالس المومنین ۔ ترجمہ قرآن مولوی مقبول احمد اور تفسیر مجمع البیان کے حوالہ جات سے آپ کے خط کا جواب عرض کیا تھا مگر اینذم جواب ندارد ۔

انصاری صاحب ! کتب مرقومہ بالا کے علاوہ خصال شیخ صدوق ، کشف الغمہ ، تتمۃ المنتہی ، مناقب ابن شہر آشوب ، تنقیح المقال ، الاستغاثہ فی بدع الثلاثہ ، نقد الرجال ، عمدۃ الطالب ۔ حیات القلوب ، اصول کافی ، تذکرۃ المعصومین ، استبصار ، انوار نعمانیہ ، تفسیر حسن عسکری اور نہج البلاغہ سے بھی اس قسم کے حوالہ جات پیش کر سکتا ہوں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی چار بنات طاہرات تھیں مگر آپ نے چند مہمل قسم کی باتیں لکھ کر خاموشی اختیار کر لی ۔

انصاری صاحب ! دینِ حق سے رُو گردانی نہ کیجئے اور حضور اکرمؐ کی تین بنات طاہراتؓ کی ہستیوں سے انکار کر کے تحفۃ العوام کی عبارت کے مصداق نہ بنیئے ۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کی شیعیت بھی شیعہ مذہب کے لیئے ایک دھوکا ہے ورنہ آپ اپنی مندرجہ صدر ۲۶ اہم ترین کتب کے مندرجات سے انکار نہ فرماتے ۔ میں ہر وقت ہر مقام پر آپ کو ان کتابوں ۔ میں حضور اکرمؐ کی چار بنات طاہرات کے اذکار جلیلہ پیش کرنے کو تیار ہوں ۔

مَیں نے اپنے پہلے مکتوب میں آپ کے پیش کردہ اعتراضات کا عمداً جواب نہ دیا کہ آپ ذرا کھل کر شاید دُوسرے خط میں لکھ سکیں اور میں کُھل کر جواب لکھ سکوں مگر

مگر معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے ترکش کے تمام تیر ختم کر چکے ہیں۔

۱۔ آپ نے لکھا ہے کہ صرف کتاب اللہ ہی صحیح کتاب ہے۔

اگر کتاب اللہ سے آپ کی مُراد موجُودہ قرآن مجید ہے تو آپ نے صریحاً غلط لکھا ہے۔ اور مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ آپ کی تمام اُمہات الکتب میں باربار اس امر کو دوہرایا گیا ہے کہ موجودہ قرآن محرّف ہے۔ اس میں اصل قرآن کا ایک لفظ نہیں۔ اصل قرآن چالیس پاروں کا تھا۔ ستّر گز لمبا تھا اور اُونٹ کی ران کے برابر موٹا تھا وغیرہ وغیرہ۔ بقول آپ کے مجتہدین عظّام تحریفِ قرآن کے متعلق بیس ہزار روایات موجود ہیں۔ ہاں! کتاب اللہ سے آپ کی مُراد وُہ قرآن تو نہیں جو آپ کے امام منتظر بغل میں دبائے کسی سرداب میں روپوش ہیں اور جب ۳۱۳ مومن دنیا میں پیدا ہوں گے تو جناب اُس قرآن کو لے کر تشریف لائیں گے۔ اگر ایسا ہی ہے تو امام منتظر کی رُوپوشی سے لے کر آج تک آپ کی قوم قرآن کے بغیر ہے۔ پھر آپ نے کس کتاب اللہ کا ذکر فرمایا ہے۔

۲۔ دوسرا اور تیسرا اعتراض ایک ہی اعتراض کی دو شکلیں ہیں۔

قبل از نبوّت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے برادری سسٹم کے تحت سیّدہ رقیہ الزہرا اور سیّدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کی ابولہب کے بیٹوں سے منگنیاں کی تھیں۔ کوئی رخصتی وغیرہ کی نوبت نہیں آئی تھی۔ بعد میں جب آپ نے اعلانِ نبوّت فرمایا تو ابُولہب دُوسرے مشرکین مکّہ کی طرح آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہوگیا پھر سورۃ لہب نازل ہوئی اور یہ منگنیاں ٹوٹ گئیں۔ اسی طرح سیّدنا ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے سیّدہ زینب صلوات اللہ علیہا کا نکاح ہوا تھا مگر بعثت کے بعد حضور اکرمؐ نے سیّدہ زینب کو اپنے گھر بلا لیا تھا۔ جب سیدنا ابوالعاص رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو آپؐ نے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے ہاں بھیج دیا۔

آپ کے اس اعتراض کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے کہ "ولا تنکحوا المشرکین"۔ پھر اس ارشاد کی موجودگی میں حضور اکرمؐ نے اپنی بیٹیاں مشرکین کو کیوں دیں۔

(الف)۔ آپ کے نزدیک ابوطالب دینِ ابراھیمی پر تھا اور مسلمان تھا۔ بلکہ شیعوں کے بعض



فرقے اُسے مولانا ابُوطالب علیہ السّلام تک کہتے ہیں اور اس بات کی ڈھنڈیا پیٹی جا رہی ہے کہ عبدالمطلب کی وفات کے بعد ابوطالب ہی حضورِ اکرمؐ کا کفیل بنا مگر جب حضورِ اکرمؐ سن رشد و بلوغت کو پہنچے اور آپؐ نے اپنے اس کفیل چچا سے اس کی بیٹی ام ہانی کا رشتہ طلب کیا تو اس نے یہ کہہ کر آپ کو رشتہ دینے سے انکار کر دیا کہ "الکافی یکافی الکریم" شرفا، شریفوں کو رشتے دیا کرتے ہیں۔ ابوطالب نے اپنی یہ بیٹی اُمِّ ہانی "ہبیرہ" کافر کو بیاہ دی جو موذی رسُول پارٹی کا سرغنہ تھا۔ ہبیرہ کے وُہ اشعار جو اس نے حضور اکرمؐ کی ہجو میں کہے ادب کی کتابوں میں آج تک موجود ہیں۔ ابوطالب کا وُہ چہیتا داماد ابُوطالب کی زندگی میں حضور اکرمؐ کو ایذائیں پہنچاتا رہا۔ اور ابوطالب کے مرنے کے بعد بدر، احد، احزاب تمام جنگوں میں حضور اکرمؐ کے خلاف کفّار کے لشکر میں موجود رہا۔ فتح مکّہ کے روز بھاگ کر نجران کی طرف نکل گیا اور وہیں بحالتِ کفر فی النّار ہوا۔ رسُولِ اکرمؐ کی دشمنی کی وجہ سے اپنی زوجہ اُمِّ ہانی اور بچّوں کی بھی پروا نہ کی۔ ابوطالب کیلئے آپ کو "ولاتنکحوا المشرکین" کیوں نظر نہ آیا۔ حضرت علی کو آپ امام اوّل اور ابوالائمہ کہتے ہیں۔ "عالم ما کان وما یکون" کہتے ہیں۔ کیا انہیں "ولاتنکحوا المشرکین" کا علم نہیں تھا؟ اگر علم تھا تو انہوں نے اپنے باپ کو "ولاتنکحوا المشرکین" کی خلاف ورزی سے کیوں نہ روکا؟ یہ چند سطور جواب آں غزل کے طور پر نوکِ قلم پر آگئیں۔ دراصل اس مقام پر میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ کوئی صاحب آپکو "حیات القلوب" جلد ۲ صفحہ ۷۲۳ کے اس فقرہ کا ترجمہ سمجھائیں۔

"حضرت رسولِ خدا دختر بد دمنافق داد"

اسی "حیات القلوب" جلد ۲ کے صفحہ ۷۱۸ - ۷۱۹ میں مرقوم ہے

ن باشد کہ حق تعالیٰ حرام گرداند دختراں
ن بکافراں باتفاق مخالفاں حضرت
ب را با ابوالعاص تزویج نمود در مکّہ
کہ او کافر بود۔ ہم چنیں رقیہ وام کلثوم
مخالفاں بعتبہ و عتیبہ کہ پسران ابولہب

پیشتر اس کے کہ کافروں کو لڑکی کا رشتہ دینا حرام قرار دیا گیا مکّہ میں حضور اکرمؐ نے زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے کر دیا جب کہ وہ کافر تھا اور رقیہ رضی اللہ عنہا اور امِّ کلثوم کا نکاح عتبہ و عتیبہ پسران ابولہب سے کر دیا جبکہ کافروں سے

بودند وکافر بودند تزدیج نمود وبود .

لڑکی لینا دینا حرام نہ تھا

حیات القلوب ملا باقر مجلسی کا ایک حوالہ میں پہلے خط میں لکھ چکا ہوں)

جناب بشیر انصاری صاحب! حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تین طاہرات سے انکار نے آپ کو ایک دلدل میں پھنسا دیا ہے جس سے نکلنے کا آپ کے پاس کوئی راستہ نہیں۔ آپ حضور اکرم کی بنات طاہرات کی ہستیوں سے انکار کرکے صرف تحفۃ العوام کی عبارت کے مصداق ہی نہیں بن رہے بلکہ اپنے لیئے جگ ہنسائی کا موجب بھی بن رہے ہیں۔

آگے چلیئے اور دیکھیئے کہ آپ کے خاتم المفسرین رئیس المحدثین حضرت علامہ ملا باقر مجلسی اپنی شہرہ آفاق تالیف "حیات القلوب" میں ایک دوسرے مقام پر کیا فرماتے ہیں۔

"پس اگر دختران بعثمان دادہ باشد بنا برآں کہ درظاہر داخل مسلماناں بودہ است دلالت نمی کند برآں کہ درباطن کافر نبودہ است و تالیف قلب ایشاں و دختر خواستن از ایشاں دادن بایشاں و در تزدیج دین اسلام و اعلائے کلمۃ الحق مدخلیت درشت و دراینہا مصالح بے شمار بود کہ اکثر آنہا بر عاقل پوشیدہ نیست و دگر آنجناب اظہار نفاق ایشاں مے نمود اسلام ظاہر ایشاں را قبول نمی فرمود آں جناب بغیر از قبیلے ضعفانے ماندند چنانچہ بعد از آں باامیر المؤمنین علیہ السلام بغیر از سہ چہار نفر نماندند۔

(حیاتُ القلوب صفحہ ۵۶۱)

اگر نبیؐ نے اپنی بیٹیاں عثمانؓ کو دی ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ عثمانؓ بظاہر مسلمان تھا اسکی مسلمانی اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ وہ باطن کافر نہ تھا اور ان کی تالیف قلب کرنا اور ان سے رشتے چاہنا اور ان کو لڑکیاں دینا دین حق کی تقویت اور اعلائے کلمۃ الحق کے لیئے بڑا کام تھا اور اس میں بے شمار مصلحتیں تھیں جو اکثر عقل مندوں پر پوشیدہ نہیں اور اگر نبی علیہ السلام ان کا نفاق ظاہر فرماتے اور ان کے ظاہری اسلام کو قبول نہ کرتے۔ تو آنحضرتؐ کے ساتھ چند کمزوروں کے سوا کوئی نہ ہوتا۔ چنانچہ نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کے ساتھ تین چار آدمیوں سے زیادہ کوئی نہ تھا۔

باقر مجلسی کے اس عظیم انکشاف سے کئی اسرار ہائے دردل پر وہ سامنے آتے ہیں



اگر باقر مجلسی جیسے رئیس المحدثین ان کا انکشاف نہ فرماتے تو حضور اکرمؐ کا مقام نبوت ہم کہاں سمجھ سکتے۔ اس انکشاف عظیم سے چند امور سامنے آتے ہیں:

۱۔ حضور اکرمؐ نے عثمانؓ سے اپنی لڑکیوں کا نکاح ضرور کیا۔

۲۔ مگر عثمانؓ پھر بھی کافر کا کافر ہی رہا۔

۳۔ حضور اکرمؐ نے اپنی بیٹیاں منافقوں اور کافروں کو تبلیغ دین کے لیئے دیں۔

۴۔ اگر حضور اکرمؐ کافروں کو لڑکیاں نہ دیتے تو اسلام کی تبلیغ نہیں ہوسکتی تھی۔

۵۔ نبی علیہ السلام تمام زندگی کافروں سے گھرے رہے اور سچی بات کہنے سے ڈرتے رہے۔

۶۔ نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد صرف تین چار مسلمانوں نے علیؓ کا ساتھ دیا۔

۷۔ گویا علیؓ پورے پچیس سال ان کافروں کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ ان سے عطیات وصول کرتے رہے۔ ان کی عطا کردہ لونڈیوں سے متمتع ہوتے رہے اور اولاد پیدا کرتے رہے اور اپنی بیٹی سب سے بڑے کافر کے نکاح میں صرف حصول خلافت کیلئے دیدی۔

۸۔ گویا جس طرح حضور اکرمؐ کی زندگی میں مسلمان اپنے کفر و نفاق کو چھپاکر حضورؐ کا ساتھ دیتے رہے۔ اسی طرح اصحاب ثلاثہؓ کی خلافت کے زمانہ میں علیؓ ان کا ساتھ دیتے رہے۔

غضب خدا کا ——— اس مردک نے حضور اکرمؐ کی نبوت پر بھی کلہاڑا چلا دیا۔

کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم۔

اور یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك کا انکار کرکے اُن رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی ذوات قدسیہ کی گستاخی کا مرتکب ہوکر لیغیظ بھم الکفار کے حکم کے مطابق اپنی گردن خود ہی کفر کے طوق میں پھنسا دی ——— اور یہ ہے شیعیت کی اصل تصویر۔

فیض عالم صدیقی
رہتاس ۔ ضلع جہلم
۱۵ رمئی ۱۹۷۳ء

## مکتوب مفتوح کا جواب منجانب مبلّغ اعظم مولانا محمد اسماعیل صاحب مناظر شیعہ۔ لائلپور

۲۳ مئی ۱۹۷۳ء

ہمدرد قوم محترم جناب ڈاکٹر یاور حسین ساقی زادت توفیقکم

سلام مسنون! تحفہ یا علی مدد

مُرسلہ مکتوب مفتوح موصول ہُوا۔ دیکھا پڑھا۔ مولوی صاحب قبلہ نے بھی مطالعہ فرمایا۔ ہم آپ کی اس تحقیقی روش کی قدر کرتے ہیں۔ مولانا صاحب چونکہ کثیر السفر اور عدیم الفرصت ہیں لہٰذا بالاستمرار استفسارات کے جوابات جلدی ناممکن ہوتے ہیں۔ انشاء اللہ اوّلین فرصت میں مکتوب مفتوح کا جواب پُراطمینان تحقیقی اور علمی طور پر دے دیا جائے گا۔ مطمئن رہیں۔

والسّلام

احمد علی حیدری۔ تلمیذ حضرت مبلّغ اعظم قبلہ

## مولوی اسماعیل صاحب کا جواب

۳۰ مئی ۱۹۷۳ء

جناب ڈاکٹر یاور حسین صاحب

آپ کا نوازش نامہ موصول ہوا اور مکتوب مفتوح پہلے ہی مل چکا تھا۔ لہٰذا عرض ہے کہ جس کے چودہ طبق صرف مناظرہ وڑھیل دیکھ کر ہی روشن ہوجاتے ہیں اس کے لیئے مزید محنت کی کیا ضرورت ہے۔ آپ کا مکتوب کوئی علمی نہیں۔ نہ آپ کو اصول تفسیر کا پتہ ہے نہ تاریخ کا نہ علم کلام کا۔ نہ علم الاحکام کا۔ نہ اخبار یقینیہ کا نہ ظنیہ کا۔ باقی رہا آپ کا بار بار یہ مشورہ کہ اگر مان لیا جائے تو کیا حرج ہے؟ ماننا نہ ماننا ثبوت پر موقوف ہے۔ ماننا



نام ایمان کا ہے عمل کا نہیں۔ لہٰذا فیصلہ ضروری ہے کہ ایمانیات اور یقینیات کے لیئے ثبوت درکار ہیں اور آپ کے نفس فرمودہ روایات ایمان کے معیار پر پُورے اترتے ہیں یا نہیں لہٰذا ماننے کے لیئے آیتِ محکم اور حدیثِ متواتر کی ضرورت ہوتی ہے۔ پہلے آیتِ محکم اور حدیثِ متواتر کی تعریف کر کے کوئی آیت یا حدیث متواتر لکھیئے ورنہ ظنیات تو ایمانیات کا نام نہیں اور ظن ایمان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

آپ علم قرآن سے ناواقف ہیں جو کچھ رطب و یابس سامنے آیا لکھ دیا۔ نہ اصولِ حدیث کا پتہ نہ تفسیر کا۔ اگر بغیر تحقیق کے ہی ماننا ہو تو کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کو "وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ" کے مطابق قبل نبوّت معاذ اللہ خاکم بدہن گمراہ مان لیا جائے اور بقول اہل سنت حضرت کے والدین کو ان کی روایات کی بنا پر معاذ اللہ کافر و مشرک مان لیا جائے۔ یا هٰؤُلاءِ بناتی (سورۃ ھُود) کی بنا پر ان لڑکیوں کو بلا تحقیق صرف الفاظ کی بنا پر حقیقی بیٹیاں مان لیا جائے۔

بحث تو یہ ہے کہ جناب سیّدہ کا بنت ہونا متواتر ہے یعنی بلا معاوضہ ہے۔ دیگر بنات کے متعلّق جو روایات ہیں وُہ خبر واحد اور ظنی ہیں۔ درجہ تو کجا درجہ صحت سے بھی عاری ہیں۔ اصول حدیث کے معیار پر ان کا صحیح اُترنا مشکل ہے اور ظن یقین کا مقابل نہیں ہو سکتا اور ان کے خلاف روایات شیعہ سُنّی کتب میں موجود ہیں۔

ایسے جوابات تو میں پہلے لکھ چکا ہُوں۔ چنانچہ رسالہ "فرارات تونسوی"[1] آپ کو بھیجا گیا اور مناظرہ وڑھیل[2] میں کم از کم سو آدمی شیعہ ہُوا تھا جس کی تفصیل اس وقت اخبار "شہید" میں چھپی تھی۔ باقی اگر آپ کا دل سُنّی ہونے کو چاہتا ہے تو کون روک سکتا ہے۔ آپ سے پہلے

صا۔ رسالہ "فرارات تونسوی" میں کوئی مطلب کی بات نہیں بلکہ صرف آئیں بائیں شائیں ہے اور یہ رسالہ بجائے "فرارات تونسوی" ہونے کے فرارات اسماعیل ہو کر رہ گیا ہے۔

صا۲۔ "مناظرہ وڑھیل" مشہور اہل سنّت مناظر مولانا عبدالستار تونسوی سے منگوا کر دیکھا جا سکتا ہے۔ مولوی اسماعیل کو اپنے شیعہ گھسیٹ کر مقام مناظرہ میں لے گئے تھے۔ اس کو کوئی جواب نہ بن پڑا اور سخت شرمندہ ہو کر وہاں سے غائب و خاسر بھاگا تھا۔ بالکل جھوٹ لکھتا ہے کہ سو سنّی شیعہ ہوگئے تھے۔ اسے جھوٹ لکھتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

بھی کروڑوں سُنّی موجود ہیں۔ شوق سے چودہ طبق روشن کیجئے یا عرش معلّٰی تک نورُ علیٰ نور ہو جائیے۔

میں ایک کتاب "براہین الاُصول فی وحدت بنت الرسول" لکھ رہا ہوں مگر اس کا رُوئے سخن علماء کی طرف ہوگا۔ جہلاء کی طرف نہیں۔ شائع ہونے پر آپ کو بھی بھیج دی جائیگی۔

آپ کے مکتوب مفتوح کے جواب میں کچھ ابتدائی مسوّدہ لکھا تھا آپ کو بھیج رہے ہیں۔ آئندہ آپ ہماری کتاب "براہین" کے مخاطب نہیں۔ اس کا تعلق اصول تفسیر و حدیث جاننے والے علماء سے ہے۔

والسّلام

محمّد اسماعیل

لائلپور

---

## مولوی اسماعیل مناظر شیعہ کا دُوسرا خط

جناب ڈاکٹر یاور حسین صاحب

سلام واکرام! آپ کا مکتوب مفتوح موصول ہوا۔ تحقیق و تلاش کا شکریہ۔ مگر آپ کا یہ مکتوب مفتوح کسی اُصول معقُول و منقول پر مبنی نہیں ہے مثلاً شیعہ و سُنّی کا اُصولی اختلاف مسئلہ امامت و خلافت ہے اور اعظم خلافیات۔ یہی ہے جیسا کہ اہل سُنّت کی مشہور کتاب الملل والنحل شہرستانی صـ۲۴ مطبوعہ مصر میں ہے،

واعظم خلاف بين الامة خلاف الامامة اذ ما سل سيف فى الاسلام على قاعدة دينيه مثل ما سل على الاقامة فى كل زمان۔

"اور سب سے بڑا اختلاف امّت کے درمیان مسئلہ امامت کا اختلاف ہے کیونکہ اسلام میں جتنی تلوار اس مسئلہ پر چلی ہے اتنی کسی مسئلہ پر نہیں چلی"۔

اوّل: نہ معلوم آپ نے اس اعظم خلافیات کو جس پر اُمت کٹ مر چکی ہے اور حضرت امام حسینؑ جیسی قربانیاں ہو چکی ہیں کیوں نظر انداز یا پس انداز کر دیا ہے۔ اہم اور اعظم کو



چھوڑ کر غیر اہم کو مقدّم کرنا کون سا قاعدہ و اصول ہے اور یہ بھی معلوم و متواتر ہے کہ حضور پُر نور کی وفات حسرت آیات تک تو کوئی اختلاف ہو نہیں سکتا تھا۔ اگر کسی نے کیا تو اس کا اعتبار و قار نہیں۔ حضرتؐ کے بعد پہلا مرحلہ اختلاف خلافت ہے۔ اس کو آپ نے مقدم کیوں نہ کیا جس کو صحابہ کرام نے دفن سرکارِ دو عالم پر مقدم کیا۔

دوم: اگر حضرت کے خاندان کی ہی تحقیق ضروری ہے تو اولاد کی تحقیق و تعداد سے پہلے حضرت کے آباء و اجداد کے ایمان کا مسئلہ ہے کیونکہ عندالشیعہ وہ سب مومن و مسلمان تے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے وصی تھے، پاک و مطہر تھے اس کے برعکس وہ جمہور اہلسنّت کے نزدیک کافر و مشرک و دوزخی تھے۔ حضرت عبداللہ، حضرت آمنہ اور حضرت ابُوطالب سب کو یہ لوگ کافر و مشرک کہتے ہیں اور اہل سُنّت کی کتب حدیث تفسیر حتّٰی کہ علم کلام میں بے شمار روایات و عبارات ان کے کفر و شرک پر دال ہیں۔ اولاد سے پہلے حضرت کے آباء و اجداد کی تحقیق ضروری ہے اور ان روایات کا حل ضروری ہے جو اہلسنّت کی کتب میں لاتعداد ہیں تاکہ پتہ چل جائے کہ روایات کا ہونا اور چیز ہے اور حقیقت اور چیز ہے۔ ورنہ آباء و اجداد کی تحقیق چھوڑ کر اولاد کی تحقیق و تعداد کو مقدّم کرنا کون سا اصول ہے، حضرت کے آباء و اجداد کی یہ توہین اور تکفیر کرنے والا کس طرح حضرت کے خاندان کے متعلّق گفتگو کرنے کا مجاز ہے کیونکہ والدین کے ساتھ احسان اللہ کی عبادت کے بعد دوسری منزل ہے۔ قرآن مجید میں بے شمار آیات اس کی گواہ ہیں۔ اگر یہ سب روایات جو صحاح ستہ میں آئے ہیں بے اعتبار اور غلط ہیں تو روایات کا اعتبار کیا؟

"بنات الرّسول" کے مسئلہ میں بھی تو آپ روایات ہی پیش کرتے ہیں۔ اگر اُن روایات کی تحقیق ہو سکتی ہے تو ان روایات کی کیوں نہیں ہو سکتی؟ لہٰذا میں بھی ایک مکتُوب مفتوح شائع کرنیوالا ہوں۔ برادران اسلام سے کہ حضور پُر نورؐ کی اس توہین کا جواب دیں کہ انہوں نے اپنی کتب میں حضورؐ کے والدین کو کافر و مشرک کیوں لکھا ہے اور حضرت کی توہین کیوں کی ہے۔ جو شخص حضورؐ کی توہین کرے اس کا ایمان کہاں؟

سوم: نیز میں ایک اور مکتوب مفتوح شائع کرنے والا ہوں کہ شیعہ و سُنّی کا اصل الاُصول

مسئلہ خلافت ہے جو حضرتؐ کی وفات کے معاً بعد باعثِ اختلاف ہوا۔ اس کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر آئیں بائیں شائیں کرکے غیر ضروری مسائل کو چھیڑنے کی کیا ضرورت ہے جو نہ اصول میں ہیں نہ فروع میں۔

**چہارم**: ایک اور مسئلہ وراثت کا ہے جو معاً بعد وفات سرکار دو عالم پیش آیا اور جناب فاطمہ زہراؑ بنتِ رسول اللہ صدیقہ کبریٰ نے مطالبہ کیا اس کو نظر انداز یا پس انداز کیوں کیا جا رہا ہے جو بیٹی زندہ رہی اپنے حقوق کی طالبہ ہوئی اس کی زندگی اور مطالبہ کو نظر انداز کیوں کیا جا رہا ہے اور جو بیٹیاں حضورؐ کی وفات سے قبل مر چکی تھیں ان کی تحقیق و تعداد کی ضرورت کیا؟

**پنجم**: حضرت عثمانؓ کی خلافت تو درجۂ سوئم پر ہے جس کے دلائل میں ان کی دامادی کو دلیل بنایا جاتا ہے لہٰذا اوّل خلافت کو چھوڑ کر سوم کو مقدّم کرنا کون سا اُصول ہے۔ زندہ بیٹی کے حقوق کو مؤخّر کرکے مُردہ کے حقوق کو مقدّم کرنا کونسا قاعدہ ہے؟

**ششم**: آپ نے یہ بھی تحقیق نہ فرمایا کہ حضرتؐ کی اولاد کی تحقیق و تعداد کا مسئلہ علم الکلام کا ہے یا علم الاحکام کا۔ علم الکلام میں کیسے دلائل کی ضرورت ہوتی ہے اور علم الاحکام میں کیسے دلائل آپ کی نقل فرمودہ روایات اس معیار پر پوری اُترتی ہیں یا نہیں۔

لہٰذا حنفیوں کے عقائد کی مشہور کتاب شرح فقہ اکبر جس کو حضرت امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور ملّا علی قاری نے اس کی شرح میں اس کی تصدیق کی ہے اس میں صاف موجود ہے کہ "فاطمہ، زینب، رقیہ و اُم کلثوم کن جمیعاً بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم"۔

(شرح فقہ اکبر ملّا علی قاری صـ۱۳۳ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۴۸ھ)

کہ جناب فاطمہؑ، زینب، رقیہ اور اُمّ کلثوم سب حضرتؐ کی حقیقی بیٹیاں ہیں۔ لہٰذا جب یہ ان کے نزدیک علم کلام کا مسئلہ ہے تو دلائل کو مسائل کلامیہ کے مطابق پیش کرنا ضروری ہے۔

## اصول حدیث اور مسئلہ اربع بنات

یہ آپ معلوم کر چکے ہیں کہ احکام شرعیہ دو قسم کے ہیں۔ کچھ کیفیت عمل کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور کچھ اعتقاد کے ساتھ جیساکہ اہل سنّت کی علم کلام کی مشہور کتاب شرح عقائد نسفی مطبوعہ



مجتبائی دہلی میں ہے:

اعلم ان الاحکام الشرعیہ منها ما یتعلق بکیفیۃ العمل وتسمّٰی اصلیۃ اعتقادیۃ۔

"کہ تحقیق مقام کے طور پر جان لینا چاہیئے کہ احکام شرعیہ کچھ وہ ہیں جن کا عمل کیساتھ ہے اور ان کا نام فرعیہ اور عملیہ ہے اور کچھ وہ ہیں جن کا اعتقاد اور علم کے ساتھ تعلق ہے۔ ان کو اصلیہ اور اعتقادیہ کہتے ہیں۔ علم و اعتقاد کے اسباب تین ہیں۔

حواس سلیمہ، خبر صادق، عقل صحیح (شرح عقائد نسفی صـ۱۰)

## تحقیق خبر صادق:

والخبر الصادق علی نوعین احدهما المتواتر و هو الثابت علی السنۃ قوم لا یتصور توافقهم علی الکذب و مصداقه وقوع العلم من غیر شبهۃ وهو بالضرورۃ موجب العلم الضروری کالعلم بالملوک الخالیۃ فی الازمنۃ الماضیۃ والبلدان النائیۃ۔

(شرح عقائد نسفی صـ۱۳)

"خبر صادق دو قسم پر ہے۔ پہلی قسم خبر متواتر ہے جو قوم کی زبانوں پر ایسی ثابت ہوتی ہے کہ ان کا اتفاق پر کذب محال ہوتا ہے اور اس کا مصداق وقوع علم بغیر شبہ ہوتا ہے اور یہ موجب العلم یعنی یقینی ہوتی ہے جیسے گذشتہ سلاطین کا علم اور مکہ، مدینہ، بغداد اور دور کے شہروں کا علم"۔

ایسی خبر متواتر چار بنات کے متعلق کوئی موجود نہیں۔ جو شخص دعویٰ کرے۔ تحریف تواتر سے حدیث پیش کرے ورنہ غیر یقینی ہوگی۔ علمی نہ ہوگی [illegible]

ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً۔

ہمارے انکار کا منشأ یہ ہے کہ ان کے بیٹیاں ہونے کا ثبوت یقینی نہیں اور ہمارا دعویٰ حضرت فاطمۃ الزہرا کا بنتِ رسُول ہونا ایسے اخبار متواترہ سے ثابت ہے جس میں کسی

کافر کو بھی شک نہیں اور چار بنات کے اثبات کا ایسا دعویٰ ہے جس میں کسی سُنّی کو بھی یک
نہیں تفصیل آگے آرہی ہے۔

نوع ثانی خبر رسول ہے یعنی دوسری قسم جو فائدہ یقینی بخشتی ہے وہ رسول اللہ کی خبر ہے مگر اس کیلئے بھی شرط ہے یا تو حضورؐ تک اس کی سند بطور تواتر ہو یا پھر رسول اللہ کے دہن مبارک سے خود سنی ہو جیسا کہ شرح عقائد نسفی اور اس کی شرح نبراس میں ہے۔ صد۱۸ مطبوعہ ملتان۔

الکلام فیما علم انه خبر الرسول بان سمع من فمه او تواتر علیه

خبر رسول اس وقت مفید یقین ہوتی ہے کہ یا تو اس خبر کو کہ رسول اللہ کی چار بیٹیاں ہیں خبر متواتر ثابت کرو یا اس کو علم الکلام، علم العقائد اور خبر صادق سے نکال کر علم الاحکام میں داخل کرو۔ خبر کی بجائے اقسام انشاء میں داخل کرو اور ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی شخص ایسی خبر متواتر بہ چار بنات حقیقی نہ پیش کر سکے گا اور جناب زہرا صدیقہ طاہرہ کے بنت رسول ہونے کے تواتر میں کسی کافر اور عیسائی یہودی مجوس کا شک بھی پیش نہ کر سکے گا۔ جب جناب سیدہ کے ثبوت تواتر کا تقابل نہیں ہو سکتا تو دعویٰ تساوی کیسا؟ ظن اور یقین کا مقابلہ کیسا؟

فمن ادعیٰ فعلیه البیان

ہمارا دعویٰ ہے کہ چار بنات کے متعلق پیش کردہ روایات میں تواتر کیا تصحیح بھی موجود نہیں یعنی حدیث تواتر تو کجا حدیث صحیح بھی موجود نہیں ہے۔

## تعریف حدیث صحیح از علم اصول حدیث:

وخبر الاحاد بنقل عدل تام الضبط متصل السند غیر معلل ولا شاذ هو الصحیح۔ (شرح نخبۃ الفکر لابن حجر عسقلانی صد۲۴)

خبر متواتر کے بعد دوسری قسم خبر واحد کی ہے۔ اس میں صحیح وہ ہوتی ہے جو عادل راوی تام الضبط، متصل السند، غیر معلل اور بغیر شاذ کے مروی ہو کیونکہ حدیث مقبول فی العمل کی چار قسمیں ہیں:



۱۔ صحیح لذاتہ ۲۔ صحیح لغیرہٖ ۳۔ حسن لذاتہ ۴۔ حسن لغیرہٖ

یعنی صحیح حدیث کی تعریف یہ ہے کہ راوی عادل ہو۔ فاسق فاجر اور بدعتی نہ ہو بلکہ متقی پرہیزگار صاحب تقویٰ اور اہل مروّت ہو۔ دوم ضابطہ ہو یعنی حدیث کو سینہ میں یا کتابت میں ضبط کر سکتا ہو قائم الضبط ہو یعنی ضبط میں مرتبہ عالی رکھتا ہو۔ جب چاہے حدیث کو مستحضر کر سکتا ہو۔ اسکی حدیث متصل ہو یعنی درمیان سے راوی گرا ہوا نہ ہو اور معلّل نہ ہو۔ یعنی اس روایت میں کوئی علت قادحہ نہ ہو اور شاذ نہ ہو یعنی اپنے اعلیٰ اور ارجح راوی کی روایت کے خلاف اس کی حدیث نہ ہو یہی "تدریب الراوی شرح تقریب الراوی" صد۲۲ مطبوعہ مصر میں ہے۔

الاوّل صحیح وهو ما اتصل سنده بالعدول ایضا یطبق من غیر شذ ذ و علة

کہ صحیح حدیث وہ ہوتی ہے جس کی سند متصل ہو تمام راوی یکے بعد دیگرے ضابطہ ہوں یعنی حدیث کو پورے طور پر کتابت یا سینہ میں ضبط رکھنے والے ہوں۔ شاذ نہ ہو یعنی روایت منقطع نہ ہو۔

حفظ طلباء کے لیئے الفیہ سیوطی سے تعریف حدیث نقل کرتا ہوں۔

حد الصحیح مسند بوصله بنقل عدل ضابط من مثله ولم یکن
شاذاً ولا معللا والحکم بالصحة والضعف علیٰ۔

(الفیہ سیوطی صد۳ مطبوعہ مصر)

کہ صحیح حدیث کی تعریف یہ ہے کہ مسند اور متصل ہو۔ راوی ناقل عادل اور ضابطہ ہو۔ شاذ اور معلّل نہ ہو۔ پھر بھی یہ حکم صحیح اور ضعیف کا ظاہر حدیث پر ہوگا۔ شاید حقیقت میں پھر بھی صحیح نہ ہو۔

## تعریف و تقسیم حدیث علماء اصول فقہ کے نزدیک:

خبر متواتر جیسے نقل قرآن اور نماز پنجگانہ موجب علم الیقین علماً ضروریاً (نور الانوار صد۲۵۸) باب اقسام السنة، کہ متواتر خبر موجب علم یقینی و علم ضروری ہوتی ہے کہ استدلالی اور نظری۔

دوم: حدیث مشہور جس کا راوی قرن اوّل میں ایک ہو بعد تواتر اور مشہور ہو جائے۔

سوم: خبر واحد جس کے راوی ہمیشہ ایک یا دو چلے جائیں لیکن حد مشہور اور متواتر کو نہ پہنچ سکے۔

(دیکھو نور الانوار ص۲۵۸، اصول شاشی ص، حسامی ص۴۵)

سو ہمارا دعویٰ ہے کہ اوّل تو حدیث صحیح خبر واحد کی قسم ہے جو علم الیقین بخشتی ہے۔ دوم یہ کہ کوئی صحیح حدیث بھی مندرجہ تعریف حدیث کے مطابق چار بنات کے متعلق نہیں ملتی۔ کسی کا راوی عادل نہیں۔ کوئی ضابطہ نہیں۔ کسی جگہ اتصال نہیں۔ اگر یہ سب کچھ ہو علّت خفیہ اور شذوذ سے خالی نہیں ہوتی۔ پھر مناظرہ کیسا؟ یقینیات اور اعتقادیات سے مقابلہ کیسا؟ استدلال کیسا؟ سیّدہ فاطمہ طاہرہ بتول سیّدہ نسأ العالمین کے بنت ہونے کی حدیثوں میں کوئی جرح دکھلائے۔ تواتر سے نیچے لا کے دکھلائے ورنہ جناب سیّدہ کے مقابلہ میں دعادی کیسے؟ جس کا بنت ہونا محتاج تحقیق روایات اور استدلال نہیں۔

## چار بنات کے متعلق پیش کردہ روایات پر تحقیقی نظر

حدیث تواتر تو اس باب میں موجود ہی نہیں کہ فائدہ یقین و اعتقاد بخشے اور باعث سکونِ قلب ہو اور خبر واحد باب عقائد میں پیش ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اس کا تعلق صرف باب احکام فرعیہ سے ہوتا ہے یعنی باب العمل سے۔ باب العلم سے نہیں۔ مگر چار بنات کے اثبات میں تو کوئی خبر صحیح جس کا راوی عادل تام الضبط، متصل السند، غیر معلّل اور شاذ نہ ہو موجود ہی نہیں۔ سب روایات جو پیش کی جاتی ہیں معلّل، مضطرب اور ضعیف ہیں جن سے یقینیات کا ثبات پادر ہوا کا مصداق ہے۔ لیجئے اوّل روائت جو پیش کی جاتی ہے وہ کتاب الخصال ص۳۷۵ باب السّبعہ کی حدیث نمبر ۱۱۵ ہے جس کی سند یہ ہے:

حدثنا ابی ومحمّد بن الحسن رضی اللہ عنہما قالا حدثنا سعد بن عبد اللہ عن احمد بن ابی عبد اللہ البرقی عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن علی بن ابی حمزۃ عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ قال ولود رسول اللہ عن خدیجہ القاسم والطاہر وھو عبد اللہ و امّ کلثوم ورقیۃ وزینب وفاطمہ۔



لیجئے اس روایت کا آخری راوی علی بن حمزہ بطائنی ہے جو حضرت ابو بصیر کا قائد تھا۔ جو ان کے نابینا ہونے کی وجہ سے ان کا ہاتھ پکڑ کر حضرت جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں لے جایا کرتا تھا اور باہر بیٹھا رہتا تھا اور لوگوں کے پاس ہزار قسم کے جھوٹ از خود بنا کر بولتا رہتا تھا چنانچہ رجال مرزا محمّد میں لکھا ہے" ابو حمزہ کذاب ہے۔ ملعون متہم اور واقفی ہے۔ اس سے حدیث لینی جائز نہیں۔"

(دیکھو رجال مرزا محمد ... مطبوعہ لکھنؤ اور رجال مامقانی ص۲۶۰-۲۶۱ باب علی من ابواب العین)

قال الشیخ الطوسی فی عدّۃ مواضع انہ واقفی وقال ابو الحسن علی بن الحسن بن فضال بن ابی حمزۃ کذاب متہم ملعون کہ علی بن حمزہ چار بنات والی روائت کا راوی کذاب ہے۔ تہمت زدہ ہے۔ قال لہ ابو الحسن انت واصحابک اشباہ الحمیر۔ کہ حضرت امام رضا علیہ السّلام نے فرمایا۔ اے علی بن حمزہ تو اور تیرے اصحاب مثل گدھوں کے ہیں۔

اس راوی کے متعلق رجال مامقانی میں پورے دو صفحات میں اس کی تضعیف اور تردید موجود ہے کہ وہ جھوٹا ملعون ہے۔ اب فرمائیے جس روائت کا راوی یہ حضرت ہے اسکی صحت کا کیا حال ہوگا۔ دُوسری روایت کا راوی عمرو بن ابی المقدام ہے جس کی جرح وتعدیل مختلف فیہ ہے۔ والجرح مقدم علی التعدیل مسلم ومتفق علیہ۔ اس کی نسبت رجال مامقانی ص۳۲۳ میں ہے "ضعیف جداً" کہ بہت ہی ضعیف ہے۔

تیسری روائت جو قرب الاسناد ص۶ سے حیات القلوب وغیرہ میں نقل کی گئی ہے اور جس کو دورِ حاضرہ کے مناظر لیئے پھرتے ہیں۔

قال حدثنی مسعدۃ بن صدقۃ قال وحدثنی جعفر بن محمّد عن ابیہ۔ قال ولد الرسول اللہ من خدیجہ ...... الخ

اس کا راوی مسعدہ بن صدقہ ہے سُنّی ہے۔ عامی المذہب ہے رجال مامقانی ص۲۱۲ من ابواب المیم ہے "مسعدۃ بن صدقہ عامی بتری عن الباقر" کہ صعدہ بن صدقہ سُنّی عامی المذہب ہے خاصہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ زیدی ہے۔

تبرّی ہے[1]۔

فرمائیے جب راوی سُنّی ہے[2] شیعہ پر حجت کیا؟ کیونکہ شیعہ کے نزدیک حدیث صحیح کی تعریف یہ ہے:

"فالنوع الاوّل الصحیح وقد عرفہ جمع منهم الشهید الثانی بانہ ما اتصل سندہ الی المعصوم بنقل العدل الامامی عن مثلہ فی جمیع الطبقات" ص۳۳ (من مقیاس الهدایہ - الفصل الثالث والرابع)

کہ حدیث صحیح عندالشیعہ وُہ ہوتی ہے جس کی سند متصل بلا انقطاع معصوم تک پہنچ جائے ساتھ نقل کرنے راوی عادل شیعہ امامیہ کے تمام طبقات میں یعنی ہر طبقہ میں راوی عادل اور امامی ہونا یعنی شیعہ ہونا ضروری ہے۔

اب فرمائیے جن روایات کے راوی زیدی بتری اور عامی ہیں وہ صحیح کیسے ہوسکتی ہے بہرحال ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ کوئی مشہور[3] متواتر روائت تو موجود ہی نہیں جو مفید علم و یقین ہو اور جو روایات از قسم احادیث پیش کی جاتی ہیں ان میں بھی صحت نہیں۔ اگر کسی جگہ صحت کا شائبہ ہے تو دلالت قطعیہ نہیں۔ پھر عقیدہ کیسا؟ چار بنات کیسی؟ جناب سیّدہ کے ساتھ جس کا بنتِ رسُول ہونا ضروریات نہیں تقابل کیسا؟

اصول کافی الواب التاریخ سے ایک بے سند عبارت نقل ہوتی رہتی ہے یعنی ان بزرگوں کو اصول سے نہ کوئی تعلق ہی نہیں۔ حالانکہ وہ سُنّی تواریخ کی نقل ہے۔ چنانچہ

"ولد النبی لاثنی عشر لیلة مضت من شهر ربیع الاوّل"

کہ حضور اکرمؐ کی ولادت بارہ ربیع الاوّل کو ہوئی۔ یہ سُنّی روایات کے مطابق ہے حالانکہ شیعہ کے نزدیک سترہ ربیع الاوّل کو ہوئی۔

ص۱ مولوی اسماعیل نے حسب عادت یہاں بھی دھوکہ دہی سے کام لیا ہے۔ دُنیا جانتی ہے کہ زیدی سہ امامی شیعہ ہوتے ہیں نہ کہ سُنّی۔ نیز "بتری" بھی شیعوں کا ہی فرقہ ہے (ملاحظہ ہو کتاب "فرق الشیعہ" از علامہ نوبختی شیعہ)۔ ص۲ مولوی اسماعیل کے اس فراڈ کا جواب علامہ فیض عالم صدیقی کے جوابی خط میں ملاحظہ فرمائیں۔ (سبطین لکھنوی)۔ ص۳: مولوی اسمٰعیل کی ڈھٹائی ملاحظہ ہو کہ "اربع بنات الرسول" کا ثبوت

(باقی ص۸۱ پر ملاحظہ ہو)



اصول کافی کی عبارت "فولد منها قبل بعثة القاسم ورقیہ وزینب و اُمّ کلثوم" کو بڑے طمطراق سے پیش کیا جاتا ہے حالانکہ اس کا کوئی راوی یہاں درج ہی نہیں۔ نقل ہی بے سند ہے۔ عبارت ہی سُنّی تواریخ سے ہے حالانکہ برائت معصومین علیہم السّلام سوائے مولد الزہرا فاطمہ علیہا السّلام کے کسی لڑکی کا مولد موجود ہی نہیں۔

عن ابی الحسن علیہ السّلام قال ان فاطمة علیها السّلام صدیقة شهیدة وان بنات الانبیاء لا یطمثن۔ (اصول کافی ص۴۵۸ باب مولد الزهرا)

حضرت امام رضا علیہ السّلام نے فرمایا کہ سیّدہ فاطمہ صدیقہ ہے۔ شہیدہ ہے۔ بیشک انبیاء علیہم السّلام کی بیٹیاں وہ ہوتی ہیں جو حیض اور نفاس سے پاک ہوتی ہیں۔ اور سوائے سیّدہ طاہرہ کے کوئی عورت اس امت میں حیض و نفاس سے پاک نہیں لہٰذا بنات الانبیاءؑ میں داخل نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ صواعق محرقہ ص۱۵۸ لابن حجر مکی مطبوعہ مصر میں ہے۔

اخرج النسائی ان ابنتی فاطمة حوراء آدمیہ لم تحض ولم تطمث انما سماها فاطمة لان الله فطمها ومحبها عن النّار۔

کہ حضور پاکؐ نے فرمایا بتحقیق میری بیٹی فاطمہ شکل انسانی میں حور ہے حیض و نفاس سے پاک ہے۔ اس کا نام فاطمہ اسلیئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کے حُبداروں کو جہنّم سے آزاد کر دیا۔ نیز ذخائر العقبیٰ مصنفہ محبّ الدین طبری مطبوعہ مصر ص۴۴ میں ہے

ذکر طهارتها من حیض الآدمیات

عن اسماءؑ قالت قبلت الی ولدت فاطمة بالحسن فلم ارلها دمًا فقلت یا

بقیہ ص۸۰ سے آگے: شیعہ کی تمام معتبر کتب میں تواتر کے ساتھ موجود ہے حتیٰ کہ ملّا باقر مجلسی نے حیات القلوب جلد ۲ ص۱۸ میں حدیث کی ابتداء میں لکھا ہے "درقرب الاسناد بسند معتبر از امام جعفر صادق روائت کردہ است" گویا اسناد کو شیعہ رئیس المحدثین باقر مجلسی بھی معتبر سمجھتا ہے لیکن مناظر صاحب "چونکہ۔ البتہ۔ چنانچہ۔ کیونکہ" سے کام لے کر عوام کو بے وقوف بنانا چاہتے ہیں۔ (سبطین لکھنوی)

رسول اللہ انی لم ارلہا دماً فی حیض ولا نفاس فقال اما علمت ان ابنتی طاہرۃ مطہرۃ لایری لہ دم فی طمث ولا ولادۃ.

(ذخائر العقبیٰ صـ۴۴ مطبوعہ مصر)

"اسماء بنت عمیس سے روائیت ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا کے ہاں جناب حسن علیہ السّلام کی ولادت ہوئی تو میں نے کوئی خون نہیں دیکھا۔ اس کے بعد میں نے سرورِ کائنات کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ میں نے جناب سیدہ کیلئے کبھی حیض و نفاس نہیں دیکھا۔ فرمایا کیا تو جانتی نہیں کہ میری بیٹی پاک پاکیزہ ہے۔ اس کیلئے حیض و نفاس نظر نہیں آئے گا نہ کبھی دیکھا جائے گا۔"

سبحان اللہ! یہ ہے رسُول اللہ کی معصُومہ بیٹی، طاہرہ بیٹی، صدیقہ بیٹی، شہیدہ بیٹی اور اور بنات الانبیاء کے یہ نشانات و علامات ہیں۔ ہے کوئی جو کسی دُوسری بیٹی کے لیئے یہ نشانات ثابت کرے ورنہ بحث کیسی؛ تمحیص کیسی؟

**متشابہ روایات:** کچھ ایسی روایات ہیں جو ماول یعنی تاویل کی محتاج ہیں جیسے بعض قرآنی آیات تاویل کی متقاضی ہیں جن کا ظاہری معنی نہیں لیا جاتا۔ بلکہ تاویل کرنا پڑتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هوالّذی انزل علیك الکتاب منه اٰیٰت محکمات من ام الکتب واکثر متشابهات فامّا الّذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ماتشابه منه ابتغاء الفتنة و ابتغاء تاویله وما یعلم تاویله الّا الله والرّاسخون فی العلم یقولون اٰمنّا به کل من عند ربنا وما یذکر الّا اولوا الالباب. (پ۳ - آل عمران)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اتاری اوپر تیرے کتاب بعض اس کی آیتیں محکم ہیں یعنی ظاہر معنی کی۔ وُہ جڑ ہیں کتاب کی اور دُوسری متشابہ جن کے معنی کئی طرف ملتے ہیں۔ پس وُہ لوگوں کے بیچ دلوں ان کے کجی ہے پس پیروی کرتے ہیں اس چیز کی شبہ ڈالتی ہے اس میں واسطے چاہنے گمراہی کے اور واسطے چاہنے غلط تاویلوں کے۔ حالانکہ ان کی صحیح تاویل اللہ تعالےٰ



اور "راسخون فی العلم" یعنی پختہ علم والوں کے سوا کوئی نہیں جانتا اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم ایمان لائے ساتھ اس کے بہت ہمارے ربّ کی طرف سے اور سوائے اہلِ عقل کے کوئی نصیحت نہیں پکڑتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآنی آیات دو قسم کی ہیں۔ محکم اور متشابہ۔ محکم سے استدلال کرنا چاہیئے۔ متشابہ پر ایمان رکھنا چاہیئے جیسا کہ حاشیہ اشرفیہ صـ۵۳ حاشیہ نمبر ۵ میں ہے۔

بعض منکرین توحید کا بعض کلمات موہمہ خلاف توحید سے استدلال ہو سکتا تھا چنانچہ بعض نصاریٰ نے لفظ "رُوح اللہ" "کلمۃ اللہ" سے جو کہ قرآن میں موجُود ہے اپنے مدعا پر الزامی طور پر استدلال کیا تھا اس آیت میں اس شبہ کا جواب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایسے خفی المراد کلمات سے احتجاج درست نہیں بلکہ مدار عقائد کا نصوصِ واضحہ پر ہے اور خفی المراد پر جب کہ انکی تفسیر معلوم نہ ہو اجمالاً ایمان رکھنا چاہیئے۔ زیادہ تفتیش کی ضرورت نہیں اور اجازت نہیں جب آیات دو قسم کی ہیں۔ محکم اور متشابہ تو احادیث نبویہ یا احادیث اُئمہ بھی اگر دو قسم کے ہوں تو کیا اشکال ہے ہم محکم پر ایمان لائیں گے اور متشابہ پر اجمالی ایمان رکھیں گے۔

چنانچہ جب فاطمۃ الزہرا کا بنت رسُول ہونا اظہر من الشمس ہے۔ شک و شبہات سے پاک اور مبرا ہے اور تساہل استدلال ہے دیگر بنات کے متعلق جو روایات ہیں کچھ ناقابلِ یقینیات ہیں کچھ ماول ہیں جن کو خلاف محکمات معانی ظاہرہ پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔

**تحفۃ العوام اور نہج البلاغۃ کی عبارت متشابہ:** "تحفۃ العوام" سے جو دعا پیش کی جاتی ہے اللّٰھم صل علی رقیة بنت نبیّك والعن من اذی بنیك فیها اللّٰهم صلّ علی ام کلثوم بنت نبیك والعن من اذیٰ بنیكَ فیها۔ (زاد المعاد مجلسی صـ۴۳۶، تہذیب الاحکام صـ۱۲۰ جلد ۳ طہران)

یہ روائت ماول ہے متشابہ ہے اس میں دو طرح کا شُبہ ہے۔

اوّل بنت نبیّك کی اضافت حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہے یعنی رَبیبہ لڑکیاں مراد ہیں۔ حقیقی لڑکیاں مُراد نہیں جیسے "روح اللہ" "کلمۃ اللہ" "یا قوم هؤلاء بناتی" کی نسبت مجازی ہے کہ آپ کی ربیبہ لڑکیاں جو خدیجۃ الکبریٰ سے ہیں یا حضرت کی نواسیاں جو کربلا میں اسیر جور و ظلم

ہوئیں۔ ربیبہ اسلیئے کہ اہلِ سُنّت کی مشہور کتاب تفسیر نیشا پُوری میں صاف لکھا ہے تلقولہ من نساءکم التی دخلتم بھن وھو متعلق بربائبکم کما تقول بنات الرسول اللہ من خدیجہ کہ تمہاری لڑکیاں جو تمہاری گود میں پلی ہیں وُہ بھی تم پرحرام ہیں حالانکہ وُہ تمہاری لڑکیاں نہیں بلکہ تمہاری بیویوں کی لڑکیاں ہیں جیسا کہ تم کہتے ہو بنات الرسول اللہ من خدیجہ کہ جناب خدیجہؓ آپ کی بیوی کی لڑکیوں کو بنات رسول اللہ کہا جاتا ہے۔ دیکھو تفسیر نیشاپُوری جو حاشیہ تفسیر ابن جریر صـ۹ جلد پنجم میں موجود ہے کہ یہ حقیقی لڑکیاں نہیں بلکہ ربیبہ ہیں۔

وَالسَّلَامُ عَلیٰ مَنِ اتَّبَعَ الھُدیٰ ۔

محمد اسمٰعیل
درس آلِ محمد۔ لائل پور

---



# مولوی اسمٰعیل شیعہ مناظر کے خطوط کا جواب منجانب
## حکیم فیض عالم صدّیقی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رہتاس پانچ جون ۱۹۷۳ء

مولوی اسمٰعیل صاحب!

والسّلام علیٰ من اتبع الھُدیٰ، آپ کے ہر سہ خطوط محررہ ۲۳ مئی، ۳۰ مئی اور تیسرا خط جس پر کوئی تاریخ درج نہیں یکے بعد دیگرے موصُول ہُوئے۔

مجھے افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ اصل موضوع صرف "بنات رسولؐ" تھا اور اسی پر گفتگو مطلوب تھی مگر آپ نے خلط مبحث پیدا کرکے اصل موضوع سے فرار کی راہیں تلاش کرنی شروع کردیں۔ کبھی آپ کہتے ہیں کہ اعظم خلافیات "خلافت" ہے لہٰذا اس اہم موضوع کو چھوڑ کر غیر اہم موضوع "بناتِ رسول" کو اختیار کرنا کونسا قاعدہ ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ جو بیٹیاں حضورؐ کی زندگی میں مرگئیں ان کی تحقیق کی ضرورت کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اگر موضوعِ بحث "بناتِ رسول" کی بجائے کوئی ہوتا تب بھی آپ اسی قسم کے شوشے چھوڑتے بہرحال اب بھی میں آپ کو اس سلسلہ میں موضوع سے بھاگنے نہیں دوں گا۔

آپ کے پہلے خط کا خلاصہ جو آپ کے کسی تلمیذ کا لکھا ہُوا ہے اس میں قابلِ جواب کوئی بات نہیں۔ دُوسرے خط میں آپ نے حسبِ ذیل سوالات اُٹھائے ہیں اور آپ نے مکتوب الیہ[1] کو مخاطب کرکے لکھا ہے کہ

۱۔ آپ کا مکتوب کوئی علمی نہیں۔ نہ آپ کو اصولِ تفسیر کا پتہ۔ نہ تاریخ کا۔ نہ علم کلام کا نہ علم الاحکام کا نہ اخبار ظنیہ کا اور نہ یقینیہ کا۔

۲۔ آیت وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ نقل کرکے آپ نے بلا وجہ ایک عجیب نکتہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس سے حضور اکرمؐ کو قبل از نبوت گمراہ ماننا پڑے گا۔

---

[1] ڈاکٹر یاور حسین ساقی صاحب

۳ ۔ جناب سیّدہ کا بنت ہونا متواتر ہے یقینی اور بلا معارضہ ہے اور دیگر بنات کے متعلق جو روایات ہیں وُہ خبر واحد بنتی ہیں۔

۴ ۔ مناظرہ وڑھیل میں کم ازکم سو آدمی شیعہ ہوئے تھے۔

۵ ۔ مَیں ایک کتاب" براہین الاُصول فی وحدت بنت رسُول" لکھ رہا ہوں ۔ وغیرہ وغیرہ۔

۱-۲ ۔ آپ نے مکتوب مفتوح لکھنے والے پر بیک جنبش قلم ان پڑھ ہونے کا حکم صادر فرما کر گویا اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے ۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ مکتوب مفتوح میں جن کتب کے حوالہ جات سے چار بنات کا ذکر کیا گیا تھا ان کی تردید کرتے مگر وہ آپ کے بس کا روگ کہاں ۔ ذاتیات پر حملے مستند حوالہ جات کا جواب نہیں ہُوا کرتے ۔

۳۔ جناب سیّدہ کا جس طرح بنت ہونا آپ نے متواتر قرار دیا ہے اسی طرح باقی تین بناتِ طاہرات ، طیبات کا بناتِ رسُولؐ کا ہونا متواتر ہے ۔ دیکھئے راقم کا مکتوب بنام مولوی محمّد بشیر انصاری[1]

۴ ۔ آپ نے فرمایا ہے کہ مناظرہ وڑھیل میں سو سُنّی شیعہ ہو گئے تھے ۔ اگر آپ کے اس قسم کے دعاوی کا احاطہ کیا جائے تو پاکستان میں پونے تین فی صدی کی تعداد میں بسنے والے شیعہ آج پُوری آبادی کا نصف ہوتے ۔ مناظرہ وڑھیل کی کہانی اور آپ کی شکست کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ۔ اس مناظرہ کی کارروائی کتابی صُورت میں طبع ہو کر ہزاروں کی تعداد میں ملک بھر میں تقسیم ہو چکی ہے ۔ آپ کو خوب یاد ہو گا ۔ کہ مناظرہ میں اوّل سے لے کر آخر تک سنّی مناظر مولانا عبدالستار صاحب تونسوی آپ پر چھائے رہے ۔ ابھی تو اس مناظرہ کے سینکڑوں گواہ زندہ ہیں ۔ پہلے تو آپ" ملک سوہنا را شیعہ ذمہ دار مناظرہ" پر برہم ہو کر دشنام طرازی پر اتر آئے کہ میں اس موضوع پر مناظرہ ہی نہیں کروں گا اور ایک بجے تک ٹال مٹول کرتے رہے ۔ دُوسری طرف مولوی عبدالستار ہزاروں افراد کی موجودگی میں آپ کے منتظر بیٹھے رہے ۔ دوبارہ پھر شیعوں کا وفد آپ کی خدمت میں پہنچا تو بصد مشکل آپ دو بجے میدان مناظرہ میں پہنچے ۔ آپ نے بامر مجبوری صافی شرح اُصول کافی کے یہ الفاظ

[1] [illegible]



بمشکل ادا کیئے۔

روی ایضاً انہٗ لم یولد بعد المبعث الا فاطمہ علیہا السّلام

روایت ہے کہ حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم کو بعثت کے بعد سوائے فاطمہ کے کوئی اولاد پیدا نہ ہُوئی ۔ اس پر اہلِ سنّت کے ثالثوں نے بار بار مطالبہ کیا کہ کتاب دکھاؤ۔ مگر آپ ٹال مٹول سے کام لیتے رہے ۔ آخر بصد مشکل آپ نے کتاب حاصل کی گئی تو اس میں پُوری عبارت اس طرح درج تھی۔

| | |
|---|---|
| تزوج خدیجہ وھو بضع وعشرین | جناب رسولؐ اللہ نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح |
| سنۃ فولد لہ منہا قبل مبعثہ | کیا جب آپ کی عمر بیس سال سے کچھ |
| القاسم ورقیۃ و زینب وام کلثوم | زیادہ تھی حضرت خدیجہؓ سے قبل از بعثت |
| وولد لہ بعد المبعث الطیب و | قاسم، رقیہ، زینب اور امّ کلثوم پیدا ہوئے |
| الطاھر وفاطمہ علیہا و روی ایضاً | اور بعثت کے بعد طیبؑ طاہر اور فاطمہ کا |
| انہٗ لم یولد بعد المبعث الا | تولد ہوا ۔ اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ |
| فاطمہ وان الطیب والطاھر | بعد از بعثت صرف فاطمہ پیدا ہوئیں طیّبؑ |
| ولدا قبل مبعثہ۔ | طاہر بعثت سے پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ |

گُستاخی معاف ! اس وقت آپ کی حالت کس قدر دیدنی تھی ۔ پھر وُہ منظر بھی آپ کو نہیں بھُولا ہو گا جب آپ کے ساتھی مولوی سعید الرحمٰن نے اصول کافی کا صفحہ ۲۷۸ پھاڑنے کی کوشش کی جس کی تیسری سطر پر یہی حوالہ موجود ہے۔

اور یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ آپ کس طرح خائب و خاسر ہو کر وہاں سے نکلے تھے اور آپ کے جانے کے بعد مولوی عبدالستّار نے کس طرح عوام سے خطاب کیا تھا۔

۵ ۔ آپ کی تالیف "براہین الاصول" ابھی تک طبع نہیں ہو سکی ۔ اگر اس میں یہی آئیں بائیں شائیں ہو گی جیسا کہ آپ کے مکتوب میں ہے تو اس کا کیا فائدہ ؟ آپ کی اپنی امّہات الکتب کی مسلّمہ روایات کا انکار تو آپ کے خط میں بھی ہے یہی کچھ تالیف میں بھی ہو گا۔

۶/۷ ۔ مسئلہ "بنات رسول" کا ہے اور آپ خواہ مخواہ سائل کی توجّہ خلافت و امامت کی طرف

مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ گو یہ موضوع یہاں زیر بحث نہیں مگر میں آپ کی خواہش کے احترام میں کیا آپ سے یہ دریافت کرسکتا ہوں کہ تفسیر قمی صـ ۳۵۴، تفسیر ثانی صـ ۵۲۳ تفسیر مجمع البیان صفحہ ۳۱۴ اور سورۃ التحریم کی تفسیر میں مولوی مقبول احمد نے اپنے حاشیہ اس روائیت کو نہیں دوہرایا کہ حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم نے سیّدہ نساء العالمین اُمّ المؤمنین حفصہؓ کو فرمایا تھا کہ میرے بعد میرا جانشین ابو بکرؓ ہوگا اور اس کے بعد عمرؓ ہوگا۔ آپ کتنی ہی تاویلیں کریں لیکن یہ یاد رکھیں کہ خلافت شیخین کی پیش گوئی بزبانِ رسالت حق تھی۔

اگر بقول آپ کے سیّدنا علی خلیفہ اوّل تھے تو انھوں نے بقول طبری جلد اوّل۔ حصّہ سوم صـ ۵۹۱، کافی کتاب الروضہ صـ ۱۳۹، تنزیہہ مکانیۃ الحیدریہ صـ ۲۷۔ نہج البلاغۃ صـ ۸۸۱، احتجاج طبرسی صـ ۵۲-۵۶، روضہ کافی صـ ۱۱۵-۱۳۱، تفسیر قمی صـ ۳۵۴، تفسیر ثانی صـ ۵۲۳، تفسیر مجمع البیان صـ ۳۱۴ کیوں خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی۔ ان سے کیوں مالِ غنیمت کا حصّہ لے کر کھاتے رہے۔ سرکاری وظائف سے کیوں متمتع ہوتے رہے۔

۸۔ کیا معقول بات فرمائی آپ نے کہ عقائد کی کتاب میں چار بنات رسُولؐ کا ذکر کیوں آیا ہے۔ سبحان اللہ مارول گھٹنا پھوٹے آنکھ اسی کو کہتے ہیں۔

۹۔ آپ فرماتے ہیں چار بنات رسُول کے متعلق کوئی خبر متواتر نہیں معلُوم ہوتا ہے۔ آپ نے مکتوب مفتوح پڑھا ہی نہیں۔ آپ کی تمام اُمّہات الکتب میں چار بنات رسُولؐ کا ذکر موجود ہے بلکہ یہاں تک موجود ہے کہ جو جوان کی ہستی کا انکار کرے اس پر لعنت۔ اب آپ اس سے زیادہ کیا چاہتے ہیں۔

۱۰۔ "کتاب الخصال" کے رواۃ پر آپ نے تنقید فرما کر پیچھا چھڑانے کی کوشش کی مگر باقی کتب کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔

۱۱۔ آپ لکھتے ہیں کہ "تحفۃ العوام" کی روائت ماول ہے متشابہ ہے۔ بنت نبیک کی اضافت نہیں تو جناب اعلان فرما دیجئے کہ تحفۃ العوام کو دریا بُرد کر دو اور ہاں خوب یاد آیا۔ اگر یہ روائیت متشابہ بھی اور اس سے آپ کے مسلک کو کوئی خطرہ نہیں تھا نئے ایڈیشنوں میں



یہ روایت کاٹ کیوں دی گئی۔ ایسی بددیانتی پر آپ اسی لیئے مجبور ہُوئے کہ یہ روائیت آپ جیسے مناظرین کے چھکّے چھڑا رہی تھی۔ اہلِ علم جانتے ہیں کہ یہ روایت متشابہ نہیں۔

۱۲۔ سیّدہ اسماء بنت عمیس کی روائیت کو درمیان میں لا کر مسلمانوں پر بڑا رحم فرمایا ہے کیونکہ اس سے آپ کے ایک غلط مفروضے کی قلعی کھُل جاتی ہے۔ یہ سیّدہ اسماء بنت عمیس سیّدنا حسنؓ کی دایہ تھیں وہ فرماتی ہیں کہ سیّدہ فاطمہ کے ہاں جناب حسنؓ کی ولادت ہوئی تو انہیں حیض و نفاس نہیں آیا۔

سیّدہ اسماء بنت عمیس سیّدنا جعفرؓ بن ابوطالب کی زوجہ تھیں اور ہجرت کر کے حبشہ چلی گئی تھیں۔ انہی کے خاوند سیّدنا جعفرؓ بن ابی طالب نے نجاشی کے دربار میں مشرکینِ مکّہ کے جواب میں اپنی مشہور تقریر فرمائی تھی۔ غزوۂ خیبر کے بعد یہ میاں بیوی حبشہ سے مدینہ آئے اور ان کو دیکھ کر حضورِ اکرمؐ نے فرمایا کہ میں خیبر کی فتح پر زیادہ خوش ہوؤں یا جعفرؓ کے واپس آنے پر۔ اسی لیئے بعض مؤرخین نے سیّدنا علیؓ کی خیبر میں شمولیّت سے انکار کیا ہے یعنی سیّدہ فاطمہ ان دنوں آخری ایّام میں تھیں اور حضورِ اکرمؐ نے سیّدنا علیؓ کو ان کی خدمت و تیمار داری کے لیئے گھر چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ موسیٰ بن عقبہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ مرحب کا قاتل محمد بن مسلمہ تھا (البدایہ والنہایہ جلد ۴ صـ ۱۸۹) واقدی نے جابر سے یہی روایت کی ہے۔

غزوۂ خیبر سنہ ۷ ہجری کے آخر میں ہُوا۔ اس کے بعد حضورِ اکرمؐ مدینہ پہنچے اور اس کے بعد حضرت حسنؓ کی ولادت ہوئی یعنی سنہ ۷ ہجری کے آخر میں یا سنہ ۸ ہجری کے شروع میں۔ کیونکہ اسماء بنت عمیس دایہ سیّدنا حسنؓ فتح خیبر کے بعد ہی مدینہ پہنچیں اور حضورِ اکرمؐ کی وفات سنہ ۱۱ ہجری کے تیسرے مہینے میں ہوئی اس لحاظ سے حضورِ اکرمؐ کی وفات کے وقت حضرت حسنؓ کی عمر بمشکل تین ساڑھے تین سال بنتی ہے۔ پھر یہ شور و غوغا کیسا کہ حضرت حسنؓ کی عمر حضور نبی اکرمؐ کی وفات کے وقت ۶، یا ۸ سال تھی۔ سیّدنا حسنؓ کی تاریخ ولادت کے متعلق آپ کے اس اقرار نے کہ سیّدہ اسماءؓ بنت عمیس سیّدنا حسنؓ کی دایہ تھیں ایک بہت بڑی حقیقت کا انکشاف کرا دیا ہے۔

۱۳۔ خط کے آخر میں آپ نے تفسیر ابن جریر طبری کے حاشیہ پر مرقوم تفسیر نیشا پوری کے حوالے سے حضور اکرمؐ کی تین بناتِ طاہرات کو حضورِ اکرمؐ کی ربائب ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

مولوی صاحب! اوّل تو شیعہ مذہب کی اصول اربعہ اور دیگر مسلّمہ کُتب میں مستند روایات کے بعد تفسیر نیشاپُوری جیسی کسی مجہول مفسّر کی تفسیر سے کسی قسم کا حوالہ آپ کے حق میں مفید نہیں قرار دیا جا سکتا اور دُوسرے یہ کہ ابن جریر طبری مسلّمہ طور پر شیعہ تھا جسے مرنے کے بعد مسلمانوں نے اپنے قبرستان میں دفن نہیں ہونے دیا تھا۔ پھر اس کا خواہر زادہ ابوبکر محمد بن عباس الخوارزمی متوفی ۳۸۲ھ بڑے فخر سے کہتا ہے کہ "میں آبائی طور پر شیعہ ہوں جیسے میرے ماموں ابن جریر آبائی شیعہ تھے"۔

(یاقوت حموی معجم الادباء)

شیعہ فن رجال کے ماہر عبداللہ مامقانی نے اپنی کتاب "تنقیح المقال" میں شیعہ مذہب کی مشہور کتاب "روضات الجنات" کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابن جریر شیعہ تھا۔ میزان الاعتدال میں علّامہ ذہبی نے احمد بن علی سلیمانی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ طبری کو بہت بُرا جانتے تھے کیونکہ رافضیوں کے لیئے روائتیں گھڑتا تھا۔ ایسے تقیہ باز شیعہ کی تفسیر کے حوالے سے بناتِ رسولؐ کے وجود سے انکار کی کوشش آپ کو زیب نہیں دیتی۔

رہا تفسیر نیشاپوری کا حوالہ تو آپ کسی عربی دان عالم سے متعلّق بربائبکم کما تقول بنات رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم من خدیجہ کا ترجمہ پُوچھ لیتے۔ ان الفاظ میں یہ کہاں ہے کہ حضور اکرمؐ کی تین بنات طاہراتؓ آنحضورؐ کی ربیبہ تھیں۔ ان کلمات کا مفہوم آپ نے سراسر الٹ بیان کر کے اپنی نام نہاد علمیّت کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ دیا ہے۔

۱۴۔ **مسعدہ بن صدقہ اور آپ کا فراڈ**: آپ کہتے ہیں کہ مسعدہ بن صدقہ سُنّی ہے یہ قطعاً غلط ہے اور عوام کو دھوکا دے کر اپنا پیچھا چھڑانے کی ایک بھونڈی سی کوشش ہے۔



(i) مسعدہ بن صدقہ کی روائت قرب الاسناد میں ہے اس روائت کو ملّا باقر مجلسی نے اپنی تالیف "حیات القلوب" میں نقل کیا ہے اور اسے "بسند معتبر" کہا ہے۔

(ii) علّامہ مامقانی نے بھی اپنی تالیف "تنقیح المقال" میں اس کا ذکر کیا ہے۔

(iii) یہ روائت امام جعفر صادق سے مروی ہے اور یہ مسعدہ بن صدقہ وُہ ہے جو اصحاب امام جعفر صادق سے ہے اور پکّا شیعہ ہے۔ اور یہی چار بیٹیوں والی روائت کا راوی ہے اس کی کنیت ابوالبشر ہے۔

(iv) جس مسعدہ بن صدقہ کے متعلّق اختلاف ہے کہ سُنّی ہے یا شیعہ وُہ امام باقر سے روائت کرتا ہے امام جعفر سے روائت نہیں کرتا۔ اسی پر تبری ہونے کا الزام ہے۔

(v) لیکن "تبری" فرقہ بھی شیعوں کا ہی ہے۔ بہرحال یہ مسعدہ بن صدقہ شیعہ ہو یا سُنّی اس سے ہمیں غرض نہیں کیونکہ یہ چار بیٹیوں والی روائت کا راوی نہیں۔

(vi) آپ نے سکّہ بند شیعہ مسعدہ بن صدقہ کو امام باقر سے روائت کرنے والا مسعدہ بن صدقہ قرار دے کر دھوکہ دہی کی کوشش کی ہے۔ لیکن اس طرح حقیقت سے فرار آپ کے لیئے ممکن نہیں۔ اپنی مشہور کتاب "تنقیح المقال فی احوال الرجال" میں تذکرہ "مسعدہ بن صدقہ" ملاحظہ کرلیں۔

| | |
|---|---|
| مسعدہ بن صدقہ یکنی ابا البشر روی | مسعدہ بن صدقہ جس کی کنیت ابوالبشر ہے۔ |
| عن ابی عبد اللہ وابی الحسن لہ | یہ امام جعفر سے روایت کرتا ہے اور ابوالحسن سے |
| کتب منہا کتب خطبہ امیر المومنین | اس کی کتابیں ہیں۔ ان سے امیر المؤمنین کے |
| فظاھر النجاشی من حیث عدم | خطبے بھی ہیں اور علّامہ نجاشی نے اس کے |
| غمزہ مذھبہ | مذہب پر کوئی تنقید نہیں کی۔ |

(vii) "روضہ کافی" اور "فروع کافی" میں مسعدہ بن صدقہ امام جعفر کی حدیث کا راوی ہے۔

(viii) یہ مسعدہ بن صدقہ آپ کی اہم ترین کتاب "تہذیب الاحکام" میں باب فضل المساجد اور باب وصیّت میں امام جعفر سے روائت کرتا ہے مگر کوئی آدمی جب عقل کے پیچھے لٹھ لیکر دوڑا اٹھے تو اسکی زبان سے جو کچھ نکلے اس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے۔ والسّلام علیٰ مَن اتّبع الھدٰی۔

فیض عالم صدّیقی رہتاس ضلع جہلم

# شیعہ مولوی سیّد ظہورالحسن کوثر کا مکتوب

مکرّمی ڈاکٹر صاحب!

السّلام علیکم۔ مزاج گرامی! جناب کا ارسال کردہ مطبوعہ پمفلٹ "بنات الرسول" ملا جسکو پڑھ کر آپ کی ذاتِ گرامی پہ دلی صدمہ ہُوا۔ یا علی مدد پمفلٹ کے چھاپنے پر نہیں بلکہ بقول آپ کے اس حملہ پر کہ میں آبائی طور پر شیعہ ہُوں اور میرا تمام وقت آج تک دینی اور طبّی کتب کے مطالعہ اور دینی و طبّی خدمات میں صرف ہوتا رہا۔ برادرِ عزیز معاف فرمائیں۔ آپ کا کتبِ دینیہ کا مطالعہ تو درکنار، کتبِ دینی کے نام بھی آپ کو معلُوم نہیں۔ اگر آپ کا مطالعہ ہوتا تو آپ اہل حدیث مولوی فیض عالم کی کتاب "حقیقت مذہب شیعہ" سے بالکل متاثر نہ ہوتے طرفدارانِ اہلِ سقیفہ کی طرف سے بار بار عصمتِ آلِ محمّد پر ایسے حملے ہوتے رہے اور عُلمائے حقّہ نے ہزاروں جواب ان ہی عنوانات کے لکھے جو کتابی صورت میں آج بھی موجود ہیں۔ حکیم فیض عالم صدیقی ایک جاہل آدمی[1] ہے۔ اس کا علم سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ بے چارہ عربی فارسی سے کوسوں دُور ہے اور جو دُشمنِ آلِ محمّد میں زیادہ نکلا اغیار نے اُسے عالم کہا۔ ملاحظہ ہو مولانا غلام اللہ خاں دیوبندی ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ماہ اپریل ۱۹۷۳ء صفحہ ۴۰ پہ حکیم فیض عالم صدیقی کی کتاب "اختلافِ اُمّت کا المیہ" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"اندازِ بیان کہیں سطحی ہے اور محمُود عباسی کی طرف بھی میلان ہے۔ معلُوم ہوتا ہے مؤلّف عربیّت سے نابلد ہے۔ فارسی سے اُردو ترجمہ کرنے کی بھی قابلیّت نہیں۔ ملّا باقر مجلسی کی کتاب جلاء العیون سے کافی حوالہ جات ہیں۔"

"تعلیمُ القرآن" بھی دشمنِ شیعہ رسالہ ہے۔ یہ تبصرہ ظاہر کرتا ہے کہ فیض عالم اپنوں میں بھی علم سے دُور اور جہالت کے نزدیک ہے۔ آپ نے کیسے اس کو عالم سمجھ کر اس کی کتاب کو حق سمجھ لیا۔ رسُولِ پاکؐ کی ایک اور صرف ایک بیٹی ہے جس کا نام فاطمہ ہے اور ان مخدومہ کے علاوہ رسول اللہؐ کی کوئی حقیقی بیٹی نہیں ہے۔ وُہ لڑکیاں جن کو لوگ دُخترانِ رسول کہتے ہیں ہم کو اس لیئے انکار نہیں کہ ان کا نکاح عثمانؓ سے کیوں ہوا بلکہ عقل اور حقائقِ قرآن اس بات کی مخالفت کرتے ہیں

[1] ... بجائے ذاتی حملوں اور کردار کشی



کہ وُہ دُخترانِ رسُول نہ تھیں۔ زینب کے شوہر ابوالعاص بن ربیع تھے جو کافر تھے اور رقیہ اور اُمِ کلثوم کے پہلے شوہر ابُولہب کے بیٹے عتبہ اور عتیبہ تھے جو کافر تھے۔ اعلانِ نبوّت پر ابُولہب نے ان کو طلاق دلوادی۔ پھر ان کے نکاح یکے بعد دیگرے عثمانؓ سے ہوئے۔ یہ بات مسلّمہ ہے کسی کو انکار نہیں۔ اب آپ غور فرمائیں رسُول مخلوق اوّل ہے نور ہے۔ مومن اوّل اور عقلِ کُل ہے۔ اُمّت سے رسُول افضل۔ خاک سے نُور بہتر۔ کافر سے مومن خیر اور جاہل سے عاقل اعلیٰ۔ اولاد لختِ دل اور لختِ جگر ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے کسی نے اپنی بیٹی اُمتی کو صفحہ ۱ نہیں دی اور کسی نبی، رسُول اور مومن صفحہ ۲ نے اپنی بیٹی کافر کو نہیں دی کیونکہ بیوی محکوم اور شوہر حاکم ہوتا ہے۔ اگر نبی دیدے تو اُمّتی رسالت کے ٹکڑے کا حاکم۔ خاکی نور کا حاکم اور کافر مومن کا حاکم ہوگا اور قرآن نے سراسر اس کی مخالفت کی ہے۔ ملاحظہ ہو:

وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ

ترجمہ: "اور تم نکاح نہ کرو مشرکہ عورتوں سے یہاں تک کہ وُہ مومن ہوجائیں اور لونڈیہ مومنہ بہتر ہے مشرکہ عورت سے اگرچہ مشرکہ عورت کا حُسن اور مال تم کو تعجب میں ڈالتا ہو اور نہ نکاح کرو تم عورتوں کا مشرکین سے یہاں تک کہ وُہ مومن ہوجائیں اور مشرک مرد سے غلام مومن بہتر ہے اگرچہ اس مشرک کا حُسن اور جاہ و جلال تم کو تعجب میں ڈالتا ہو۔"

دیکھیئے قرآن صاف کہہ رہا ہے نہ مشرک عورت سے نکاح کرو اور نہ مشرک مرد کو اپنی بیٹی

صفحہ ۱ چونکہ حضورِ اکرمؐ نے اپنی بیٹی فاطمہ حضرت علیؓ کو دی اسلیئے مولوی صاحب کی منطق کی رُو سے حضرت علیؓ رسولِ اکرمؐ کی اُمّت میں شامل نہیں رہے کیونکہ بقول ان کے کوئی نبی کسی اُمّتی کو بیٹی نہیں دیتا۔ (سبطین لکھنوی)

صفحہ ۲ چونکہ ابوطالب نے اپنی بیٹی اُمّ ہانی مشہور کافر ہبیرہ بن ابی وہب کو دی اسلیئے مولوی صاحب کی منطق کی رُو سے ابُوطالب مومن نہیں کیونکہ کوئی مومن اپنی بیٹی کافر کو نہیں دیتا۔

بہن کا نکاح کر دو یہاں تک کہ وُہ مومن ہو جائیں اور ان سے بہتر لونڈی مومنہ اور غلام مومن بہتر ہے۔ اب آپ یہ فرمایئے کیا رسول نے اعلانِ نبوّت سے پہلے کوئی فعل خلافِ قرآن کیا۔ اگر کیا تو وُہ معصوم نہیں رہیں گے اور جب معصوم نہ ہوں تو رسُول کیسے؟ بلکہ تمام اسلامی فرقے کہتے ہیں کہ رسولِ اکرمؐ کی چالیس سالہ زندگی کی ہر حرکت کی قرآن نے نازل ہوکر تصدیق کر دی کہ آپ کا کردار عین حق تھا۔ جب بات یہ ہے اور یہ بھی مسلمہ ہے تینوں لڑکیوں کے نکاح کافروں سے ہوئے تبایئے ان کے نکاح کرنا کافروں سے مندرجہ بالا آیت کی مخالفت رہی یا موافقت۔ صاف ظاہر ہے رسولؐ نے اس آیت کی مخالفت کی۔ اب بتایئے رسولؐ نے یہ مخالفت کیوں کی؟ یا تو وُہ رسول کی بیٹیاں نہ تھیں اور حضورؐ نے نکاح بھی نہیں کیئے اور یا رسول قبل اعلانِ نبوت رسُول نہ تھا جو کافروں سے نکاح کر دیے۔ لاولد اسے کہتے ہیں جس کے لڑکا لڑکی کچھ نہ ہو۔ ہماری زبان میں" اونتر نکھترا اُوں کوں آہدے نے" اور عربی میں کہتے ہیں ابتر۔ حضورؐ کے لڑکا پیدا ہوا قاسم۔ فوت ہوگیا۔ دُوسرا ہُوا طیّب۔ فوت ہوگیا تو لوگوں نے آپ کو ابتر کہا۔ اگر حضورؐ کے کوئی لڑکی موجود ہوتی تو وُہ ابتر نہ کہتے۔ ان کا کہنا بتاتا ہے خدیجہ کے بطن سے کوئی لڑکا اور لڑکی نہیں ہے۔ ان طعنوں کے جواب میں سورۃ کوثر نازل ہوئی جس میں خدا نے فرمایا تیرے دشمن ابتر ہوں گے اور تجھ کو ہم اولاد کثیر عطا کرتے ہیں اور کوثر سے مراد چشمہ نہیں ہے کیونکہ حضورؐ مالکِ جنّت ہیں اور کوثر جنّت میں ہے۔ کوثر سے مُراد اولاد ہے۔ بخاری مسلم اور تفسیر درمنثور ملاحظہ ہو۔ اور وُہ اولادِ کثیر سادات ہیں جو بطن فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا سے ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو اُمّت کی جن عورتوں سے رسُول نکاح فرمالے وہ اُمّت کی ماں ہیں اور اُمّتی ان سے نکاح نہیں کر سکتا۔ وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا (سُورۂ احزاب)

ترجمہ: اور نہیں تم نکاح کر سکتے اس کی بیویوں سے بعد اس کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے

وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ اور اس کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں۔

اور مسلمان کہتے ہیں ان کو اُمّ المؤمنین۔ رسول جس اُمّتی عورت سے نکاح کرلے وُہ اُمّت پر مندرجہ بالا آیت کے حکم سے حرام ہوگی۔ جب اُمّتی عورتیں نکاحِ رسُول میں آکر اُمّت کے لیئے



حرام تو رسُول کی بیٹی اُمّت کے لیئے کیسے حلال ہوگی۔ نیز ہم رسُول کی ازواج کو اُمّ المؤمنین کہتے ہیں یعنی مومنین کی ماں اور ماں اُمّت کی اسی لیئے نکاح حرام کہ امّت بیٹے ہیں۔ اور اس ماں کی بیٹی کیا لگی مومنین کی —— بہن۔ تو کیا اُمّت کیلئے اس سے نکاح حلال ہوگا؟[1]

اب رہی آیتِ قرآن۔ يَاۤ اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ اے نبیؐ! فرما دیجئے اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مؤمنین کی عورتوں سے۔ یہ آیت ان کو مغالطہ میں ڈال رہی ہے۔ مغالطہ میں اس لیئے ڈال رہی ہے کہ ان کے پاس عقل نہیں۔ بات یہ ہے کہ بَنٰتِكَ جمع ہے "بنت" کی۔ عربی میں جمع کی دو قسمیں ہیں۔ جمع قلّت جس میں واحد کی صوُرت برقرار رہے جیسے مومن سے مومنون (اس میں و، ن زیادہ کیا گیا) یا مسلم سے مسلمون وغیرہ اور یہ جمع ۳ سے لیکر ۹ تک بولی جاتی ہے۔ دُوسری جمع مکسّر ہوتی ہے جس میں واحد کی شکل لُوٹ جائے جیسے رَجُل سے رجال۔ قلم سے اقلام اور یہ جُملہ ۹ سے نوکروڑ تک بلکہ اس سے زیادہ پر بولی جاتی ہے۔ لہٰذا بنت سے جمع قلّت ہوگی "بِنْتُوْن" جو ۳ سے ۹ تک پر بولی جاتی ہے کیونکہ اس میں واحد برقرار ہے اور "بنات" ہے جمع مکسّر[2] جو کروڑوں پر بولی جاتی ہے۔ آیت میں لفظ "بنات" ہے نہ کہ "بنتون" کہ تین بیٹیاں مُراد ہیں بلکہ وہ لفظ ہے جو ۹ سے کم پر بولا ہی نہیں جاتا۔ اور یہ بیٹیاں اس کی بیٹیاں ہیں اور یہی آیت میں مُراد ہیں۔[2]

نبی جن کی طرف مبعوث ہوتا ہے وُہ امّتی ہوں یا کافر۔ اُمّت کہلاتے ہیں اور نبی ان کا رُوحانی باپ ہوتا ہے۔ اب ملاحظہ ہو قرآنِ پاک

يٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ (سُورۂ ھود)

جب دونوں فرشتے دو خوبصُورت لڑکوں کی صُورت میں حضرت لُوطؑ کے پاس آئے اور حضرت لُوطؑ کی

---

[1] چونکہ حضرت علیؓ بھی مومن ہیں لہٰذا امّ المؤمنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ حضرت علیؓ کے لیئے بھی ماں ہی ہیں مولوی صاحب کی اس نرالی منطق کی رُو سے اُمّ المؤمنین خدیجہؓ کی بیٹی فاطمۃ الزہراؓ حضرت علیؓ کی کیا لگی —— بہن؟ بتایئے کیا حضرت علیؓ کا سیّدہ فاطمہؓ سے نکاح حلال ہوگا؟ بناتِ رسُول سے انکار کے جنوں میں شیعہ علماء سے ایسی ہی حواس باختگیاں سرزد ہوتی ہیں (مؤلّف)

[2] یہ جاہلانہ خیال ہے بلفظ "بنات" جمع قلت ہے۔*

* ملاحظہ ہو تفسیر رُوح المعانی (سبطین لکھنوی) [3] اگر "بنات" سے مُراد قیامت تک مومنین کی بیٹیاں ہیں تو بتایئے کہ آیت میں موجود

بیوی نے قوم کو جاکر اطلاع دی تو قوم نے خانۂ لوط کو گھیر لیا اور مطالبہ کیا کہ ہم کو یہ خوبصورت لڑکے دے ۔ ہم ان سے یہ فعل کریں گے تو جناب لوطؑ نے فرمایا" اے قوم : تمہارے پاس یہ میری بیٹیاں ہیں وہ تمہارے لیئے حلال ہیں ۔ تم اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کو تم نہ ستاؤ"

اس آیت میں " بنات" جمع مکسر کا صیغہ ہے اور ی نسبتی ہے ۔ علمائے اسلام کا کہنا ہے کہ ان کی بیویوں کو جناب لوطؑ نے اپنی بیٹیاں کہا ورنہ ظاہر ہے نبی اپنی بیٹیاں کافروں کو نہیں دے سکتا تھا ۔ وہ حقیقی بیٹیاں نہ تھیں اور کوئی شریف کسی بدمعاش کو اس کے شر سے بچنے کے لیئے بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم میری بیٹی سے یہ فعل کرلو اور ہم کو کچھ نہ کہو۔ ص۱ چہ جائیکہ نبی ۔ تو جب لوطؑ کافرہ عورتوں کو اپنی بیٹیاں کہہ سکتا ہے تو آیت قل لازواجك وبنٰتك میں امت کی لڑکیاں نبی کی بیٹیاں کیوں نہیں ہو سکتیں ۔ اور نبی کیوں نہیں کہہ سکتا ۔

نیز جن کتابوں کے حوالے آپ نے دیئے ہیں وہاں یہ عبارت نہیں کہ امامیہ کا عقیدہ یا تحقیق ہے کہ رسول کی چار بیٹیاں ہیں بلکہ لفظ بعضے ہے یعنی اسلامی فرقوں کے بعض علماؑ کا کہنا ہے ص۲ ۔ اصول کافی اور فروع کافی وغیرہ میں ائمہؑ کی طرف منسوب کردہ اغیار کے اقوال ہیں ص۳ ۔ لہٰذا ان کتب سے مذہب امامیہ پر کوئی اعتراض نہیں ۔

ص۱ یہاں سوال اپنی بیٹی یا پرائی کا نہیں ۔ کوئی نبی کسی بدمعاش کے شر سے بچنے کے لیئے کسی دوسرے کی بیٹی کی بھی پیش کش نہیں کرتا ۔ مولوی صاحب کی منطق سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت لوطؑ نے ان لوگوں کو دوسرے لوگوں کی عورتوں کی پیش کش کی کہ ان سے یہ فعل کرلو حالانکہ یہ بھی نبی کی شان سے بعید ہے ۔ لفظ اَطْهَرُ لکم سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت لوطؑ نے انہیں صحیح اسلامی طریقے کے نکاح کی ترغیب دی ۔ توریت باب پیدائش ۱۹ : ۴-۱۸ سے بھی اس واقعہ کی تائید ہوتی ہے کہ آپؑ نے انہیں اس عمل سے باز رکھنے کیلئے اپنی بیٹیوں سے نکاح تک کی رضامندی کا اظہار فرمایا ۔ ظاہر ہے نکاح کا فیصلہ اپنی بیٹیوں کے متعلق ہی ہو سکتا ہے ۔

ص۲ : یہ فضول تاویل ہے اور اپنی امہات الکتب کی معتبر روایات سے فرار کی ناکام کوشش ہے ۔ کئی روایات لفظ "اِنَّ" سے شروع ہوتی ہیں یعنی "تحقیق یہ ہے کہ" ص۳ : اصول کافی اور فروع کافی میں اغیار کے اقوال نہیں بلکہ شیعہ قدماؑ کے اصل شیعی عقائد ہیں ۔ "اصول کافی" کے مکمل متن سے تو شیعہ انکار ہی نہیں کر سکتے کیونکہ اس کے شروع میں لکھا ہے کہ یہ کتاب غار میں چھپے ہوئے امام مہدی کی خدمتِ عالیہ میں پیش کی گئی تو انہوں نے اس کی تصدیق کی اور فرمایا " هذا كاف لشيعتنا " یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لیئے کافی ہے ۔ ظاہر ہے ایسی "مصدقہ امام غائب" کتاب میں اغیار کے اقوال کہاں جا گھسیں گے ۔

نیز شیعہ مؤرخ حاجی محمد ہاشم بن محمد علی خراسانی اپنی کتاب منتخب التواریخ مطبوعہ طہران صفحہ ۲۲ پہ لکھتا ہے ( باقی صفحہ ۹۷ پر



نیز صحاح کا مطالعہ کریں اور تواریخ کا ۔ رسول خاتونِ جنت کے متعلق فرماتا ہے کہ فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے ۔ فاطمہ عورتوں کی سردار ہے ۔ فاطمہ کی محبت کو رسول اپنی محبت کہے فاطمہ کی دشمنی کو رسول اپنی دشمنی کہے ۔ فاطمہ رسول کے زخموں کو دھوئے ۔ فاطمہ مباہلے میں جائے فاطمہ آیتِ تطہیر میں آئے ۔ فاطمہؑ میدان محشر میں آئے ۔ فاطمہ باپ کی وارث بنے ۔ آخر یہ سب کچھ صحاح میں فاطمہ سے کیوں منسوب ہے ۔ دوسری بیٹیوں کا رسول کچھ ذکر نہیں کرتا ص۱ رسول کا ذکر نہ کرنا اور صحاح کا نہ لکھنا صاف ظاہر ہے کہ وہ رسول کی بیٹیاں نہ تھیں ۔ امامہ زینبؓ کی بیٹی تھی ۔ ماں باپ مر گئے تھے ۔ رسول کے پاس یہ بچّی رہی ۔ نیک تھی اور جناب فاطمہ نے فرما دیا تھا کہ علیؓ ! میرے بعد ان سے نکاح کر لینا ۔ جناب خدیجہؓ کی ہمشیرہ ہالہ کی یہ بیٹیاں تھیں ۔ زینبؓ رقیہ اور اُمّ کلثوم ۔ اس رشتہ سے فاطمہ زہرا ، زینب و رقیہ اور اُمّ کلثوم کی خالہ زاد اور اس رشتہ سے امامہ بھانجی لگتی تھی اور ان لڑکیوں نے نکاح خود ان کے دودھیال نے کیئے تھے ۔ وفات والدین کے بعد خدیجہ نے پرورش کی ۔ خدیجہ چونکہ عورتوں میں مسلمان اوّل ہے ۔ تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ کفارِ مکّہ نے ان کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا ۔

نیز اب آپ ایک اور بات ملاحظہ فرمائیں ۔ اہلِ سنّت کہتے ہیں زینب ، رقیہ و اُمّ کلثوم رسول کی صلبی بیٹیاں تھیں اور اولادِ خدیجہ کی ترتیب یہ لکھتے ہیں : قاسم ۔ زینب ۔ عبداللہ ۔ اُمّ کلثوم ۔ رقیہ ( الاستیعاب جلد دوم ص۳۸ ، ص۳۹ ) ۔ گویا وقتِ نکاح جناب زینب کی عمر دس

حاشیہ صفحہ ۹۶ سے آگے : " از اصول کافی مستفاد میشود کہ آں بزرگوار از خدیجہ کبریٰ سہ پسر داشت و چہار دختر ۔ جناب قاسم و زینب و رقیہ و اُمّ کلثوم کہ قبل از بعثت متولّد شدند و جناب الطیب و الطاہر فاطمۃ الزہرا کہ بعد از بعثت متولّد شدند " جب شیعہ مؤرخین اصول کافی کی چار بیٹیوں والی روایت کو تسلیم کرتے ہیں تو چند جہلاء کے تسلیم نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا ( سبطین لکھنوی ) ۔ اپنی لغو تاویلات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ اصل جواب نہیں ۔ بہتر یہی ہے کہ نام ہی حذف کردو ۔ ( سبطین لکھنوی )

سال سے کم تھی اور اعلانِ نبوت کے وقت ان کے ایک بچہ بھی تھا جو دو سال کا تھا۔ بعثت کے وقت حضورؐ کی عمرِ مبارک ۴۰ سال تھی۔ آنحضرت کی عمرِ مبارک ۳۳ سال تھی جب اُم کلثوم پیدا ہوئی (الاستیعاب جلد دوم ص۴۸۲) اور قبل بعثت ان کا نکاح عتبہ بن ابی لہب سے ہوا بعثت پر اس نے طلاق دے دی۔ ۳۶ سال عمرِ رسولؐ تھی جب رقیہؓ پیدا ہوئی (الاستیعاب جلد دوم ص۷۵۰) اور قبل بعثت عتیبہ بن ابی لہب سے ان کا نکاح ہوا۔ بعثت پر اس نے بھی ان کو طلاق دے دی۔ اب غور فرمائیں اعلانِ نبوت کے وقت زینبؓ کی عمر ۱۰ سال اُم کلثوم کی عمر ۷ سال اور رقیہ کی عمر ۶ سال تھی اور زینب سے ایک لڑکا بھی پیدا ہوا۔ رسول نے اتنی کم سنی میں ان کے نکاح کیوں کیئے۔ مالدار ماں کی بیٹیاں ہوں۔ رسول کی نورِ چشم ہوں کیا عرب میں یہ تینوں مرد فرشتہ تھے اور رسول کو ڈر تھا کہ اگر ان کا نکاح کہیں اور ہو گیا تو میری بیٹیوں کا بر نہیں ملے گا۔ مطلقہ عورتیں جس کے گھر جائیں وہ ذوالنورین اور کنواریاں جن کے گھر گئیں[1] وہ ذوالنورین کیوں نہیں۔ چلو وہ نہ سہی۔ ایک بیٹی فاطمہؓ تو علیؓ کے گھر تھی۔ علیؓ کو ذوالنور کیوں نہیں کہتے۔ کیا چکّر ہے۔ یہ فسانہ کیا ہے اور یہ ڈرامہ کیوں کھیلا گیا۔

اب رہی تحفۃ العوام کی بات۔ یہ ایک صلوات ہے جو ماہ رمضان میں ہر روز پڑھی جائے۔ یہ چہاردہ معصومین پر صلوات ہے اور یہ عبارت ہے اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ عَلٰى رُقَيَّةَ بِنْتِ نَبِيِّكَ فِيهَا۔ (ترجمہ): اے ہمارے پروردگار! رحم فرما رقیہؓ کے اُوپر جو تیرے نبی کی بیٹی ہے اور لعنت ہو اس پر جس نے نبی کو اس کے بارے میں ایزادی اور اے پروردگار! رحم نازل فرما اور پر اُم کلثوم کے جو بیٹی ہے تیرے رسُول کی اور لعنت ہو اس پر جس نے اس کے بارے میں نبی کو تکلیف دی۔

دراصل پہلے دُعا میں تذکرہ فاطمہ زہرا کا ہے اس کے بعد حسن حسین پھر علی بن حسین پھر محمد بن علی پھر حضرت جعفرؑ پھر موسیٰ کاظم اور اسی طرح امام آخر تک۔ پھر ان ذواتِ مقدسہ کا تذکرہ ہے۔ اگر یہاں وہ لڑکیاں مُراد ہیں جو عثمان کے نکاح میں تھیں تو پہلے زینب کا

---

[1] لفظوں کی ہیرا پھیری سے کام نہیں چلے گا۔ جب صرف منگنیاں ہوئیں۔ کوئی رخصتی نہیں۔ عتبہ اور عتیبہ سے کوئی شادی خانہ آبادی نہیں ہوئی پھر ایسے ڈھکوسلوں کا کیا فائدہ؟



نام آتا[1] پھر اُم کلثوم۔ پھر رقیہ کا اور فاطمۃ زہرا کا۔ مگر معاملہ اُلٹا ہے پہلے فاطمہ زہرا کا نام ہے جو اعلان نبوت کے پانچ سال بعد پیدا ہوئی اور جن کو طلاق ملی اور بڑی ہیں ان کا نام بعد میں اور جو سب سے بڑی ہے اس کا نام غائب۔ کیا وجہ ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ جن کے نام یہ ہیں وہ لڑکیاں وہ نہیں جو عثمان کے نکاح میں گئیں۔ یہ رسول کی نواسیاں فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی بیٹیاں ہیں اور فاطمہ کی بیٹی زینب کا نام یہاں رقیہ ہے[2]۔ زینب تو صرف اسلیئے نام پڑ گیا اور اصل پر غالب آگیا کہ مخدومہ بالکل صورت، گفتار، رفتار اور کردار میں علی تھیں اور اصل میں یہ لفظ ہے زین۔ اب الف کو گرا کر زینب بنا دیا گیا۔ جس کے معنی ہیں "باپ کی زینت"۔ چونکہ عربی میں نواسی دیوتی کیلئے بھی لفظ "بنت" بولا جاتا ہے اسلیئے یہ نواسی زینب ہی بنتِ نبی ہونے کی مصداق ہے۔ ملاحظہ ہو قرآن پاک پارہ چار رکوع آخر حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ۔ حرام کی گئی ہیں۔ اُوپر تمہارے تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں وغیرہ۔

تمام قرآن کا مطالعہ کریں کہیں کوئی آیت نہیں ملے گی عورتوں کے حرام اور حلال ہونے پر اس آیت کے سوا۔ اس میں نہ پوتی کا ذکر ہے اور نہ نواسی کا ذکر ہے اور نہ کہیں قرآن میں دوسری آیت ہے جس میں پوتی اور نواسی کو حرام کیا گیا۔ اگر کوئی دکھا دے تو ۵۰۰ روپے نقد انعام دوں گا اب بتائیے فیض عالم صدیقی پوتی اور نواسی سے کیوں نکاح نہیں کرتے یا آیت دکھا دیں یا نکاح

---

[1] ہوسکتا ہے جس طرح شیعوں نے آج کل تحفۃ العوام کے نئے ایڈیشن میں سوائے فاطمہؓ کے تمام بیٹیوں کے نام حذف کر دیئے ہیں کسی بددیانت رافضی نے پہلے دور میں سیدہ زینب بنت رسول اللہ کا نام خارج کر دیا ہو۔

[2] عجیب تک بندی ہے۔ زینب کا نام رقیہ بتا کر روایت سے جان چھڑائی جا رہی ہے۔

کریں آخر وہ یہی کہیں گے کہ جی پوتی اور نواسی پر بھی لفظ بنت بولا جاتا ہے اسی لیئے وُہ لفظ بنتکمُ کے تحت ہیں۔ اس پر عالم اسلام کا اتفاق ہے تو جیب ڈاکٹر صاحب! یہ لوگ بنت لفظ سے پوتی اور نواسی مُراد لیتے ہیں اور اللہ۔ نے قرآن میں لیا ہے تو دُعائے صلوٰت میں اگر محمدؐ کی نواسیوں فاطمہؓ کی بیٹیوں کو بنت کا لفظ آگیا تو کون سا گناہ ہو گیا۔ اور کہاں سے یہ محمدؐ کی حقیقی بیٹیاں بن گئیں۔

اسی طرح حیات القلوب کی عبارت ملاحظہ ہو کہ" جمیع از علماء خاصہ و عامہ در اعتقاد آنست کہ رقیہ واُمّ کلثوم دُختران خدیجہ بودند از شوہر دیگر و بعضے گفتہ اند کہ دختران ہالہ خواہر خدیجہ بودند"۔ اس عبارت سے کہاں ثابت ہُوا کہ شیعہ کا عقیدہ ہے۔ رسول کی چار بیٹیاں تھیں۔ اب رہی اذیت کی بات۔ یہ بھی خوب کہی۔ پہلی عبارت آپ کی یہ ہے جناب امیرؑ نے ایفائے عہد نہ کیا۔ اصل روایت یہ ہے:

" قرب الاسناد میں بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خُدا نے یہ انتظام فرمایا کہ خدمت باہر کی مثل لکڑی اور پانی لانے کی جناب امیرؑ کریں اور خدمت گھر کے اندر کی مثل چکّی پیسنے، کھانا پکانے اور جھاڑو دینے کی جناب فاطمہ کریں"۔

(جلاء العیون مجلسی جلد دوم)

مَیں نے جلاء العیون کو دیکھا ہے اصل فارسی اور اُردو نسخہ میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ ایفائے عہد نہ کیا۔ یہ دروغ گوئی ہے۔ بولنا جھوٹ اور کہلانا صدیق۔ یہ پرانی رسم ہے۔ خدا ان کو ہدایت دے۔

دوسری بسند معتبر امیرؑ سے روایت ہے کہ فاطمہ حضرت رسولؐ کی محبوب ترین مردم تھیں اور اس قدر مشکیزے اُٹھائے کہ سینہ مبارک سے آخر ایذا کا اثر ظاہر ہُوا۔ دُوسری [ر]وایت یہ ہے کہ ایک روز نبی علیہ السلام حضرت سیّدہ کے گھر گئے۔ وُہ اونٹ کی کھال کا جامہ پہنے اپنے ہاتھ سے چکی پیس رہی تھیں اور ساتھ ہی اپنے فرزند کو دودھ پلا رہی تھیں۔ یہ کام فیض عالم صدیقی اور آپ نے اذیت میں شامل کیئے ہیں اور کہتے ہو کہ علیؑ نے اذیت دی۔ سچ ہے عقل ہے تو ملّاں نہیں اور ملّاں ہے تو عقل نہیں۔ عورتوں کا گھروں



میں کام کرنا کیا اذیت ہے۔ ازواج اپنا کام کرتی رہیں۔ صحابہؓ کی بیویاں کرتی رہیں۔ خود جناب خدیجہؓ نے کام کیا۔ کیا انبیاء اور صحابہ رسُول نے اپنی بیویوں کو یہ اذیت دی ہے؟[1] اور خود سنیوں کی بیویاں۔ فیض عالم کی بیوی اور لڑکی گھر میں روٹی پکاتی اور برتن کپڑے وغیرہ دھوتی ہیں کیا فیض عالم بھی ان کو اذیت دے رہے ہیں اور جناب خدیجہؓ کی وفات کے بعد جناب سیّدہ فاطمہ خود گھر کے کام کرتی تھیں مثلاً کھانا پکانا اور جھاڑو وغیرہ دینا۔ عائشہؓ کا نکاح تو رسولؐ سے مدینہ میں ہُوا۔ اگر یہ کام اذیت ہے تو خود رسولؐ نے اپنی بیٹی کو اذیت دی۔ بلواب رسول کے لیئے بھی یہی فتویٰ ہے؟ اگر فاطمہ گھر میں کام کرے تو رسول پر کوئی اعتراض ملّاں نہیں کرتا۔ جب وُہ شادی شدہ ہو کر اپنے گھر میں اپنے کام کرے تو علیؓ پر اعتراض کیسا؟ نیز کوئی آیت یا حدیث ایسی پیش کرو کہ عورت کا امورِ خانہ داری کرنا اسکو اذیّت دینا ہے۔

ذاتی مال عام ہے رزق طیّب دشوار ہے۔ رسول کے گھر جب کچھ نہ ہوتا تو آپ کسی بیوی کے ہاں نہ جاتے بلکہ فاطمہ کے ہاں آیا کرتے تھے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رزق طیّب سوائے خانہ زہرا کے کہیں نہ ملتا تھا۔[2]

جلاء العیون میں دخترِ ابوجہل کے نکاح کی بھی خوب رہی۔ کاش آپ جلاء العیون پڑھتے۔ میں نے اس روایت کا جو حاشیہ لکھا ہے وُہ دیکھ لیتے تو آپ کو یہ واقعہ تو کیا یہ پمفلٹ لکھنے کی بھی ضرورت نہ ہوتی۔[3] روایت یہ ہے کہ جناب امیرؑ نے دخترِ ابوجہل سے نکاح کا

(سبطین لکھنوی)

---

[1] ازواج رسول اور صحابہ کرام کی بیویوں نے اس قدر چکّی نہیں پیسی کہ ہاتھ مجروح ہو گئے۔ اس قدر جھاڑو نہیں دیے کہ کپڑے سیاہ ہو گئے۔ اس قدر مشکیزے نہیں اٹھائے کہ سینہ پر ایذا کے اثرات آگئے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا کی چکی پیسنے اور ساتھ ساتھ چھوٹے بچوں کو دودھ پلانے کی روایتیں شیعہ حضرات کو اپنے آباؤ اجداد یہود سے ورثہ میں ملی ہیں۔ کیا سیّدہ فاطمہؓ اتنی چکی پیستی تھیں کہ بچوں کو دودھ پلانے کا بھی ٹائم نہیں ملتا تھا۔ کیا گھر کے اتنے زیادہ افراد تھے اتنا زیادہ کھاتے تھے؟ یا پورے محلے کا غلہ بھی پیستی تھیں۔ اتنا غلہ کہاں سے آتا تھا؟ نیز آپ ایک پردہ دار خاتون باہر سے اتنا زیادہ پانی مشکیزوں میں خود بھر کر کیوں لاتی تھیں! پھر کیا مشکیزے سینے پر اٹھائے جاتے ہیں کہ ایذا کا اثر سیّدہ ←

[2] یہاں ملّاں ظہور الحسن کوثر باتوں باتوں میں نہ صرف رسول کی ذاتِ مقدس پر بلکہ تمام صحابہ کرام پر تبرا بک گیا ہے کہ آپ اپنے گھر میں بھی کسی بیوی کے ہاں اسلیئے نہیں جاتے تھے کہ وہاں رزق طیّب نہیں ہوتا تھا۔ (سبطین لکھنوی)

[3] ملّاں ظہور الحسن کوثر کے حاشیہ کا ردّ "دامغ الظنون فی ردّ جلاء العیون" از قلم جناب قبلہ علامہ فیض عالم صدیقی ملاحظہ فرمائیں!

ارادہ کیا تو جناب فاطمہؓ اپنی بیٹی اُمِّ کلثوم اور حسنین کو لے کر اپنے والد کے گھر آ گئیں۔ آگے سے رسول کا ناراض ہونا وغیرہ۔ جب رسولِ خدا نے فاطمہؓ کو محزون و مغموم پایا۔ غسل کیا۔ لباس بدل کر مسجد میں تشریف لائے اور نمازیں پڑھنا شروع کیں۔ مشغول رکوع و سجود تھے۔ بعد دو رکعت کے دُعا مانگتے تھے۔ خداوندا فاطمہ کے حزن و ملال کو زائل کر۔ کیونکہ جب آپ گھر سے باہر آئے تھے تو سیّدہ فاطمہؓ کروٹیں بدلتی تھیں اور ٹھنڈے سانس بھرتی تھیں پھر گھر میں تشریف لے گئے۔ دیکھا فاطمہ کو نیند نہیں آتی اور بے قرار ہے۔ فرمایا اے دختر گرامی! اٹھو! جناب فاطمہ اٹھیں۔ جناب رسولِ خدا نے حضرت حسنؓ کو اور فاطمہؓ نے حسینؓ کو اٹھایا۔ اُمِّ کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں تشریف لائے یہاں تک کہ قریب جناب امیرؑ کے پہنچے اس وقت جناب امیرؑ مسجد میں آرام فرما رہے تھے۔ اس وقت جناب رسولؐ خدا نے اپنا پاؤں جناب امیرؑ کے پاؤں پر رکھا اور فرمایا "اے ابُو تراب! اُٹھو! گھر والوں کو تم نے اپنی جگہ سے جُدا کیا ہے۔ جاؤ ابوبکرؓ، عمرؓ اور طلحہؓ کو بلا لاؤ۔ پس جناب امیرؑ گئے اور ابوبکر و عمر کو بلا لائے۔ جب قریب رسولِ خدا کے حاضر ہوئے۔ حضرت رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا اے علیؑ! تم نہیں جانتے [ف۱] فاطمہ میری پارۂ تن ہے اور میں فاطمہ سے ہوں جس نے اسے آزار دیا جیسا کہ میری حیات میں آزار دیا۔ جناب امیرؑ نے عرض کیا ہاں! یا رسول اللہ۔ یہی روایت ناسخ التواریخ میں دوسری جلد ص۵۱۸ پر ہے اور یہ جملے کہ علی تو ایسے ایسے ہیں اور ابوالعاص نے ہماری دامادی کا حق ادا کر دیا گویا کہ رسُول نے مومن سے بہتر کافر کو بتایا۔ یہ روایت انجمن سقیفہ کی گھڑی ہوئی ہے [ف۲]۔ صرف اسلئے کہ جناب سیّدہ ابوبکرؓ و عمرؓ سے ناراض گئیں ہیں [ف۳]۔ اور ان کی ناراضگی غضبِ خدا ہے

ف۱: شیعہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؑ "عالم ما کان و ما یکون" ہیں مگر یہاں رسولِ خدا فرما رہے ہیں "تم نہیں جانتے"؟

ف۲: اپنی معتبر کتب کی روایت سے اس طرح جان نہیں چھڑائی جا سکتی۔ ف۳: جناب سیّدہ کے شیخین سے ناراض جانے کی روایت انجمن یہودیہ کی گھڑی ہوئی ہے ورنہ جن مقدّس ہستیوں پر رسول پوری زندگی نہ صرف راضی رہے بلکہ اب بھی مزار کے ساتھی ہیں ان پر سیّدہ فاطمہ کی ناراضگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر فاطمہ ایسا کرتیں تو یہ رسول کے عمل کے خلاف قرار پائے گا۔



لہٰذا روایت بنائی گئی کہ فاطمہؓ تو علیؓ سے بھی ناراض تھیں تو معاذ اللہ پھر غضبِ خدا علی پر بھی نیز جو یہ کہتے ہیں کہ علی خلافت کا حقدار تھا ان کو یہ کہیں کہ دیکھو علی کا کردار کیسا تھا؟ رسول اس سے ناراض اور علی سے تو بہتر رسول کے حق میں دُوسرے رشتہ دار تھے اگرچہ کافر تھے۔ علی کی برائی ثابت کر دی اور دوسرا رسول کا داماد پیدا کر دیا۔ یہ روایت اصل میں شقیفہ والوں کی ہے اور اہلسنّت نے اپنی کتب میں نقل کی ہے وہاں سے شیعہ مؤرخین نے لکھ دی لہٰذا اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اعتراض اہلِ سُنّت پر ہے کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا۔ یہ روایت مندرجہ ذیل کتب اہلِ سُنّت میں ہے۔ صحیح بخاری میں چار جگہ کتاب الخمس، کتاب فضائلِ صحابہؓ باب فضائل اصحاب النبیؐ۔ ذکر اصہار النبیؐ۔ کتاب النکاح۔ کتاب الطلاق میں ہے۔ صحیح مسلم میں تین جگہ کتاب فضائل صحابہ باب فضائل فاطمہؓ، کتاب النکاح۔ مسند احمد بن حنبل میں چار جگہ الجزء الرابع ص۳۲۶ تین جگہ اور یہی جگہ ص۳۲۸۔ ابن ماجہ میں کتاب النکاح میں ایک۔ روایت گھڑنے والا مسور بن مخرمہ ہے۔ اس نے جناب علی بن حسین کو سنایا اور آپ نے ابنِ شہاب کو اس نے محمّد کو اس نے ولید کو اس نے ابراہیم کو۔ ابراہیم نے یعقوب کو یعقوب نے سعید کو۔ سعید نے امام بخاری کو بتایا ہے۔ اصل راوی مسور بن مخرمہ ہے جس کی عمر چھ سال تھی جب رسول فوت ہوئے (کتاب الجمع بین رجال الصحیحین ص۵۱۵ جلد دوم۔ ذکر مسور بن مخرمہ)۔ علّامہ ابن اثیر لکھتا ہے کہ ہجرت کے دو سال بعد مکّہ میں پیدا ہوئے۔ ذی الحجہ ۸ھ میں ان کے والد ان کو لے کر مدینہ میں آئے یعنی فتح مکّہ کے بعد۔ رمضان ۸ھ میں مکّہ فتح ہوا۔ ربیع الاوّل ۱۱ھ میں رسول کی وفات ہوئی۔ گویا دو سال اور دو مہینے مسور حیاتِ رسول میں مدینہ رہے۔ اور یہ واقعہ وفاتِ رسول سے دو سال قبل کا ہے اور فتح مکّہ کے بعد کا۔ کیونکہ پہلے تو ابوجہل کی لڑکی کا مدینہ آنا اور علی کا ان کے گھر جانا محال ہے۔ فتح مکّہ کے بعد عکرمہ بن ابوجہل یمن بھاگ گیا۔ وہاں سے یہ مدینہ آئے اور پھر مسلمان ہوئے۔ گویا جب یہ واقعہ پیش آیا تو مسور چار سال کا تھا۔ یہ تو سن تمیز کو بھی نہیں پہنچا۔ صحابی کا لقب بھی اس کو نہیں دیا جاتا۔ ڈاکٹر صاحب ظلم اور علی دشمنی کی حد ہے۔ اس چار سال یا چھ سال کے بچے کی روایت پر اتنا اعتبار کہ بخاری بھی نقل کرے جوان اور بوڑھے صحابہ موجود تھے مگر اور کسی نے یہ واقعہ نہ سُنا۔ مسور نے سُن لیا۔ تمام

مدینہ صحابی ہے لیکن علم صرف مسور کو ہُوا۔ کیا وجہ ہے اور یہ مسور ۶۴ھ میں فوت ہُوا۔ مسور نے روایت امام حسنؓ، حسینؓ اور کسی صحابی سے بیان نہیں کی بلکہ زین العابدین سے بیان کرتا ہے جب حضرت سجّاد قید سے رہا ہو کر مدینہ تشریف لائے یہ آیا اور کہا کوئی حضرت میرے لائق ہو تو فرمائیں۔ فرمایا کچھ نہیں۔ اس نے کہا۔ مجھے ایک حاجت ہے جو ذوالفقار آپ کے پاس ہے وُہ مجھے دے دیں آپ سے تو لوگ جبراً لے لیں گے اور مجھ سے نہیں۔ کیونکہ حضرت علی نے ابوجہل کی لڑکی کو شادی کا پیغام دیا جناب فاطمہ زندہ تھیں میں نے رسُولِ خدا کو یہ کہتے سُنا کہ فاطمہ مجھ سے ہے اور مَیں ڈرتا ہوں کہ فاطمہ کے دین میں فتنہ نہ ہو پھر رسولِ پاک نے اپنے داماد ابوالعاص کی تعریف کی جو عبدالشمس کی اولاد سے تھا اور یہ فرمایا کہ ابوالعاص نے جو بات مجھ سے کی سچ کی اور جو وعدہ کیا وُہ پُورا کیا اور میں ایسا نہیں ہوں کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دوں اور قسم ہے خُدا کی کہ رسُول کی بیٹی اور خدا کے دشمن کی بیٹی ایک جگہ جمع نہ ہوں گی۔ یہ ہے صحیح بخاری کی روایت۔

مسور کا انتقال ۶۴ھ میں ہوا۔ چھ سات سال کی عمر میں حدیث سُنی مگر ساری زندگی بیان نہ کی اور ساری زندگی اس پر غور نہ کیا۔ آخری عمر میں یکایک یاد آ گئی اور مسٹر مسور صاحب عبدالرحمٰن بن عوف کے حقیقی بھانجے تھے جنہوں نے حضرت علی کو نظر انداز کر کے عثمان کو خلیفہ بنایا اور مجلسِ شوریٰ کا اجلاس اسی مسور کے گھر ہُوا۔ اس نے بڑی تگ ودَو کی کہ علی خلیفہ نہ ہوں اور تعجّب کی بات کہ سوگوار سے تلوار مانگ رہا ہے اور برائی اس کے دادا کی بیان کر رہا ہے۔ اگر وہ حسین کے ساتھ نہ تھا تو ابن حسین کو باپ کا پُرسا ہی دیتا۔ کیا شرافت یہی ہے کہ پُرسا ایسے ہی دیا جائے۔ دُوسری بات یہ کہ ابُوجہل کی لڑکی کا نام کسی کتاب میں نہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ فیض عالم کا باپ بھی ثابت نہیں کر سکتا کہ یہ ابُوجہل کی لڑکی تھی۔ دُوسری بات آدمی بیوی کی موجودگی میں دُوسری عورت کی طرف تب جاتا ہے بیوی بدشکل ہو، زبان دراز ہو بدچلن ہو یا اولاد نہ ہوتی ہو۔ بتایئے ان چاروں میں سے کون عیب تھا فاطمہ میں جو علی ابوجہل کی لڑکی کی طرف مائل ہوئے۔ دُوسری بات رسول کا فرمانا پیغمبر کی بیٹی اور خُدا کے دُشمن کی بیٹی ایک گھر میں جمع نہ ہوں گی۔ رسول اس لیئے ناراض کہ ابوجہل اس کا اور خُدا کا



دشمن تھا تو بتایئے خود رسول نے ابُوسفیان کی بیٹی سے کیوں نکاح کیا اور ابُوسفیان کافر تھا یہ فتح مکّہ میں مسلمان ہوا۔ نکاح اِس سے پہلے ہوا۔ دُوسری بات کافر خدا کا دُشمن ہے رسول اپنی بیٹی زینب ابوالعاص کافر اور رقیہ و اُمّ کلثوم ابُولہب کے بیٹوں کو دے سکتا ہے تو کافر کی بیٹی لے کیوں نہیں سکتا۔

ایک اور بات رسول یُوں ناراض ہُوا کہ وُہ برداشت نہ کر سکا کہ فاطمہ پر سوکن آئے۔ قرآن میں تو اُس نے خدا سے لکھوا دیا ایک مسلمان ایک وقت میں چار بیویاں رکھ سکتا ہے۔ رحمۃ للعالمین کا یہی کردار صحابہ مؤمنین اور امّت کی بیٹیوں پر کہ قیامت تک سوکنیں پڑتی رہیں اور جب اس کی بیٹی کا معاملہ آئے تو ناراض ہو جائے۔ لعنت اس ملّاں پر اور راوی پر جس نے علی اور رسول کی عزّت کو بھی پارہ پارہ کر دیا۔ دُوسرے یہ کہ ابُوبکر اور عمرؓ نے علی کا کب رشتہ کرایا وہ تو خود خواہش مند تھے فاطمہ کے کہ رشتہ ہم کو ملے اور باری باری مانگا اور حضورؐ نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا فاطمہ کا اختیار مجھ کو نہیں خدا کو ہے۔ لہٰذا حضورؐ نے اعلان فرمایا کہ آج کی رات تارا جس کے گھر اترے فاطمہ کا رشتہ اس کا ہے لہٰذا رات کو تارا اترا علی کے گھر۔ رسول نے فاطمہ کا عقد علی سے کر دیا۔ تارے کو عربی میں نجم کہتے ہیں۔ قرآن میں سورۃ النجم یہی تارا ہے (تاریخ طبری جلد دوم۔ تفسیر رازی۔ تفسیر درمنثور وغیرہ زیر آیہ والنجم)۔ جب رسُول نے ان کو رشتہ دیا نہیں وُہ سفارش کرنے والے کون تھے۔ نیز انصاف کی کہیئے علی کسی مومنہ عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ فاطمہ کی موجودگی میں کیونکہ جب قرآن فرماتا ہے۔ چار بیویاں ایک وقت میں رکھ سکتا ہے تو علی بھی رکھ سکتا ہے۔ یہ امر حلال اور جائز ہے۔ اب رسول قرآن کی کسی آیت پر کسی کو عمل نہ کرنے دے کہ وہ ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کرے اور رسول روکے تو کیا یہ رسول کی قرآن سے مخالفت نہ ہوگی۔ مگر عقل ہے تو سُنّی نہیں اور سُنّی ہے تو عقل نہیں۔

یہ چند باتیں آپ کے پمفلٹ کے جواب میں لکھ رہا ہوں۔ میں اگرچہ نوجوان ہوں عالم دین مقرّر اور مبلّغ ہوں خطیب ہوں۔ مجلس کی نذر جو کوئی دیتا ہے لے لیتا ہُوں

اور لوگ مانگے دیتے اس کو ہیں۔ جو نہ مانگے بس گیا۔ نہ مانگے۔ لہٰذا میں نے گزر اوقات کیلئے مطب بنا رکھا ہے جس میں مصروف رہتا ہوں اور تھوڑا تھوڑا وقت نکال یہ چند باتیں لکھی ہیں اسلیئے کہ آپ یہ نہ کہیں کہ جواب نہیں دیا۔ لوگوں نے علی کو برا ثابت کرنے کے لیئے کیا کیا نہ کیا۔ شراب کا الزام عائد کیا۔ ابُوجہل کی لڑکی کا قصہ بنایا جس کو قرآن اور عقل دونوں نہیں مانتے۔ "حقیقت مذہب شیعہ" کا جواب نہ لکھنا بہتر ہے۔ ان مسائل کے عُلما نے لاکھوں جواب لکھے لہٰذا اس سے اُس خبیث کی شہرت کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ آپ اس جھوٹ کے پلندے پر دھیان نہ دیں۔ میری تحریر اگر آپ کو پسند آئے تو پمفلٹ کی صُورت میں چھپوالیں۔ اگر ایسا ہو تو کچھ کاپیاں مجھے بھی دیں۔

والسّلام

ظہُورالحسن بھریلوی

---



# شیعہ مولوی ظہُورالحسن کوثر کے خط کا جواب

—— : منجانب : ——

## جناب علّامہ فیض عالم صدّیقی

---

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رہتاس

جناب ظہورالحسن کوثر صاحب

والسّلام علیٰ من اتّبع الہدیٰ

آپ کا طویل مکتوب بغور پڑھا۔ آپ کے اکثر علمی جواہر ریزوں کا جواب جناب انصاری صاحب اور جناب اسمٰعیل صاحب کے خطوط میں آچکا ہے جو لف ھذا ہیں البتہ دو باتوں کا جواب ضروری ہے:

(۱) آپ کا ارشاد ہے کہ حکیم فیض عالم صدّیقی ایک جاہل آدمی ہے۔ آپ نے صرف اسی قدر لکھ کر اپنے مذہب کے تقاضوں کو پُورا نہیں کیا۔ اگر فیض عالم کے اسلاف آپ کے اسلاف کی زبانوں سے ذریتہ البغایا۔ الفحشاءُ۔ المنکر اور ولدالزّنا تھے تو آپ کو صرف میری جہالت کا رونا نہیں رونا چاہیئے تھا ذرا ہاتھ آگے بڑھانا چاہیئے تھا۔

(۲)۔ دُوسری بات آپ نے بڑی پتے کی قلمبند فرمائی ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ وَلا ان تنکحوا ازواجه من بعده ابدا۔ اور نہیں تم نکاح کر سکتے اس کی (پیغمبر علیہ السلام) بیویوں سے بعد اسؑ کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے۔ وَازواجه اُمّھٰتھم اور اس کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں اور مسلمان کہتے ہیں ان کو اُمّ المؤمنین۔ رسول جس امتی عورت سے نکاح کرلے وُہ امت پر مندرجہ بالا حکم سے حرام ہوگی جب اُمتی عورتیں نکاح رسُول میں آکر اُمت کے لیئے حرام ہیں تو رسول کی بیٹی اُمت کے لیئے کیسے حلال ہوگی۔

جناب کے اس ارشاد میں وُہ وُہ نکات مضمر ہیں جن کی تشریح شاید کوئی قیامت تک نہ کر سکے۔ البتہ اس میں چند اُلجھنیں آڑے آتی ہیں۔

(i) اُمتی عورت رسول کے نکاح میں جا کر اُمّ المؤمنین بن جاتی ہے۔

(ii) اُمّ المؤمنین کی کسی بیٹی سے اُمتی کا نکاح کیسے ہو سکتا ہے۔

(iii) حضرت علیؓ نے اپنی بیٹیاں کس کو دیں؟

(iv) حضرت علیؓ کی تمام اولاد کو سیّد کیوں نہیں کہا جاتا؟

میں صرف دو نکات کی طرف آپ کی توجّہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ اوّلاً یہ کہ اُمتی عورت اگر کسی پیغمبر کے نکاح میں آ کر اُمت کی ماں بن جاتی ہے تو تم اور تمہارے سگے سندھے اس وجہ سے امتِ محمّدیہ سے خارج ہیں کیونکہ ان کی زبانیں قینچی کی طرح دن رات امہات المؤمنین کی ذات قدسیہ کی دشنام دہی میں گزرتی ہیں۔ لعنت ہے ایسی اُمت پر جو اپنے رسول کی ازواج اور اپنی ماؤں کی گستاخ ہو۔

ثانیاً اس کا مطلب یہ ہُوا کہ سیّدہ فاطمہ کا نکاح کسی اُمتی سے نہیں ہو سکتا تھا۔

ع زباں بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجے دہن بگڑا۔

آپ کو یہ لکھتے وقت خُدا کے غضب سے خوف نہیں آیا کہ آپ نے بیک جنبش قلم سیّدنا علیؓ کو اُمت سے خارج کر دیا۔ دُنیا میں کسی مذہبی آدمی کی دو ہی صُورتیں ہوتی ہیں یا وُہ خود نبی ہوتا ہے یا کسی نبی کی اُمت سے ہوتا ہے اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ سیّدنا علیؓ نبی نہیں تھے اور اُمت سے آپ نے اُنہیں خارج کر دیا۔ اب ذرا وضاحت فرمائیے کہ آپ انہیں جس تیسری پوزیشن میں لانا چاہتے ہیں وُہ کون سی ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

ہاں آپ کے بھائی یہ کہتے بھی سُنے گئے ہیں کہ ائمہ رب اللّوح والقلم، رب عرش وکُرسی ہیں وہ لوگوں کے رازق ہیں اور یہ بھی سُن رہے ہیں کہ ؎

جبریل کہ آمد ز برِ خالقِ بے چُوں
شد پیشِ محمّد مقصودِ علیؓ بُود



جبریل اللہ تعالیٰ کی طرف سے علی کی طرف آ رہا تھا کہ محمّدؐ کے پاس چلا گیا۔ اگر صُورت اس قسم کی ہے تو جناب علیؓ نے حضور علیہ السّلام کے بعد اصحابِ ثلاثہ سے وظائف کیوں لیئے۔ ان کی بیعت کیوں کی۔ ان کے پیچھے نمازیں کیوں پڑھیں۔ مسلمانوں کے جہاد میں گرفتار عورتیں اپنے گھر میں کیوں ڈالیں وغیرہ وغیرہ۔

آپ کی یہ قلا بازی بھی خوب رہی کہ "ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے کسی نے اپنی بیٹی اُمتی کو نہیں دی اور کسی نبی۔ رسول اور مومن نے اپنی بیٹی کافر کو نہیں دی۔"

انبیاءؑ نے اپنی بیٹیاں جن اشخاص کو دیں کیا وُہ ان کی امت سے خارج تھے؟ اگر انبیاء کے داماد امّتی نہیں تھے تو پھر نبی ہو سکتے ہیں۔ بتائیں سیّدنا لُوط علیہ السّلام نے اپنی بیٹیاں کن انبیاء کے نکاح میں دیں۔ حضرت یعقوب علیہ السّلام کی بیٹی زینبؓ کا نکاح کس نبی سے ہُوا؟

آپ کا یہ ارشاد کہ کسی مومن نے اپنی بیٹی کسی کافر کو نہیں دی اور بھی پُرلطف ہے۔ ظاہر ہے اگر کوئی شخص کسی کافر کو اپنی بیٹی دیتا ہے تو بقول آپ کے وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ اگر مومن ہوتا تو کافر کو اپنی بیٹی قطعاً نہ دیتا۔ فرمائیے ابوطالب نے اپنی بیٹی اُمّ ہانی کافرِ مطلق دشمنِ رسُول ہبیرہ بن ابو وہب مخزومی کے نکاح میں کیوں دی۔ (ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۵۲، تاریخ طبری جلد ۱۳ صفحہ ۸۲، الاصابہ جلد ۴ صفحہ ۵۰۳، کتاب المجر صفحہ ۵۸۔ عیون الاثر ابن سیّد الناس جلد ۲ صفحہ ۳۰۹، مشکوٰۃ ترجمہ اردو صفحہ ۱۰۸ مطبوعہ لاہور۔) اگر ابوطالب مومن ہوتا تو اپنی بیٹی کبھی کافر کو نہ دیتا۔ آپ کے اس ارشاد کی روشنی میں تو ایمان ابوطالب کا دعوٰی بھی ہباءً منثوراً ہوتا جا رہا ہے۔

جناب کی معلومات میں اضافہ کے لیئے یہ بھی بیان کر دوں کہ ابوطالب کے چار بیٹوں میں سے بڑا بحالتِ کفر بدر میں قتل ہوا یا کہیں بعد میں واصل جہنّم ہُوا۔ سیّدنا عقیلؓ شہادتِ عثمانؓ کے بعد اپنے بھائی سے دل برداشتہ ہو کر امیر معاویہؓ کے پاس شام میں چلے گئے۔ سیّدنا جعفر جو حبشہ کے مہاجر تھے اور فتح خیبر کے موقع پر واپس آئے۔ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے۔ ان کے بیٹے عبداللہ کی اہلیہ سیّدہ زینب بنتِ علیؓ تھیں جو سیّدنا حسینؓ کے سفرِ کوفہ

ہیں اپنے خاوند عبداللہ کے منع کرنے پر نہ رُکیں تو سیّدنا عبداللہؓ نے انہیں طلاق دے کر اپنا لڑکا علی الزینبی ان سے چھین لیا تھا۔ اور وُہ واقعہ کربلا کے بعد شام پہنچیں تو وہیں مقیم ہو گئیں۔ ان کا مزار آج بھی دمشق میں موجود ہے۔ ان کی سوتیلی بیٹی اُمّ محمد امیر یزیدؒ کے نکاح میں تھی۔ گویا سوتیلی والدہ نے زندگی کے باقی دن اپنی سوتیلی بیٹی کے پاس گزار دیئے

اگر سیّدہ فاطمہ کا نکاح کسی اُمّتی سے نہیں ہو سکتا تھا تو ان کی بیٹیوں کے نکاح کس سے ہوئے؟ کیا وُہ کسی اُمّتی کے نکاح میں جا سکتی تھیں؟ سیّدہ زینب بنت فاطمہ کا ذکر ہو چکا ہے۔ اب رہا معاملہ دُوسری بیٹی اُمّ کلثوم کا تو میں بصد التماس عرض کروں گا کہ سیّدہ فاطمہ کی اس بیٹی کا نکاح۔ دُوسرے خلیفۂ برحق مرادِ رسُول سیّدنا فاروقِ اعظمؓ سے ہُوا تھا۔ آپ کے مشہور مؤرخ عباس قلی خاں سپہر نے اپنی تالیف طراز المذہب المظفری (جس کا دوسرا نام ناسخ التواریخ ہے) جلد ا صفحہ ۶۰ طبع تہران ۱۳۴۶ھ میں بڑی دُور دُور کی گھاٹیاں عبور کی ہیں مگر آخر اسے بھی اقرار کرنا پڑا۔ اگر شوق ہو تو اپنی منتہی الآمال قمی جلد ا صفحہ ۱۸۶، مناقب آل ابی طالب جلد ۳ صفحہ ۳۰۴، انوار نعمانیہ طبع قدیم جلد ا صفحہ ۱۲۵، فروع کافی جلد ۶ صفحہ ۱۱۵ - ۱۱۶، استبصار باب العدۃ جلد ۳ صفحہ ۱۸۴ - ۱۸۵، تہذیب الاحکام جلد ۸ صفحہ ۶، جلد ۹ صفحہ ۳۶۲ ملاحظہ فرمالیں۔ ان کتب کے علاوہ بیسیوں کتب کے مختلف ابواب میں اس نکاح کا ذکر موجود ہے مگر ستم ڈھایا ہے آپ کی الکافی نے۔ کتاب النکاح باب تزویج اُم کلثوم میں زرارہ امام جعفر سے روایت کرتا ہے ذلك فرج غصبناہُ۔ یہ وہ شرمگاہ ہے جو ہم سے چھین لی گئی۔ العیاذ باللہ۔ اس لغو کلمہ کی زد میں عمرؓ نے تو آنا تھا مگر اس ملعون راوی نے علیؓ کو بخشا نہ جعفرؓ کو۔ اُمّ کلثوم کو بخشا نہ دیگر بنو ہاشم کو گویا سب کے مُنہ پر مٹی ڈال گیا۔ یہی یہودیت کا اصل مشن ہے۔ چلئے اُمّ کلثوم بنت علیؓ تو عمرؓ نے چھین لی اور غالب علیؓ کُلّ غالب خاموش بیٹھے دیکھتے رہ گئے مگر سیّدنا علیؓ کی دیگر ۱۷ بیٹیاں کس کس اُمّتی کے گھر گئیں۔ اگر جواب یہ ہو کہ چُونکہ وُہ سیّدہ فاطمہؓ کے بطن سے نہ تھیں لہٰذا ان کا نکاح اُمّتیوں سے کر دیا گیا۔ مگر اس مقام پر درمیان میں ایک اور پیچ پڑ گیا یعنی سیّدنا علیؓ کی اپنی ذات میں قطعاً کوئی فضیلت نہ تھی آپ جو کچھ بھی تھے



سیّدہ فاطمہ کی وجہ سے تھے۔

اب آیئے میں آپ کو بتاؤں کہ سیّدنا علی کی بیٹیاں کن کن اُمّتیوں کے نکاح میں رہیں:

(i) رملہ بنت علیؓ ——— امیر مروان بن حکم کے نکاح میں تھیں (جمہرۃ الانساب صفحہ ۸۰ مقام بنو اُمیہ، بنو ہاشم و بنو اُمیہ کے تعلقات ۱۰۳)

(ii) خدیجہ بنت علیؓ ——— اُموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے نکاح میں تھی (البدایہ ۹ : ۶۹ تاریخ الامامت ۳ : ۷۰، بنو ہاشم و بنو اُمیہ کے تعلقات ۱۰۳)

(iii) سیّدہ بنت علیؓ ——— عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عامر بن عبدالشمس کے نکاح میں تھی۔ (جمہرۃ الانساب ۶۸ بنو ہاشم و بنو اُمیہ کے تعلقات ۱۰۴)

اسی طرح سیّدنا حسنؓ اور سیّدنا حسینؓ کی متعدد بنات سادات بنو اُمیہ کے نکاح میں تھیں کتب علم الانساب کا مطالعہ فرمائیں تو آپ کے چودہ طبق روشن ہو جائیں۔

ادھر یہ حال ہے کہ جناب علیؓ کی صاحبزادیاں بنو اُمیہ کے گھروں میں جا کر اموی نسل بڑھا رہی ہیں اور ادھر جناب علیؓ کی نورانی اور پاکیزہ ذریّت لونڈیوں کے بطون سے اَئمہ پیدا کر رہی ہے۔ یا للعجب۔

(الف)۔ سیّدنا علی (زین العابدینؒ) کی ماں لونڈی تھی جیسا کہ مشہور شیعہ مؤرخ اور نسّاب ابوالفرج اصفہانی نے لکھا ہے۔ وعلی ابن الحسین الذی امه ام ولد (مقاتل الطالبین صفحہ ۱۱۹ سطر ۷ - ۸) کہ علی بن حسین کی والدہ ام ولد تھی۔

اسی طرح مشہور شیعہ نسّاب مؤلف "عمدۃ الطالب" طبری کے حوالے سے لکھتا ہے "ان کی ماں کا نام غزالہ یا سلافہ تھا وہ یزید الناقص (اموی) کی پھوپھی تھی اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے زین العابدین کی ماں اس (شہربانو) کے سوائے کوئی دُوسری تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مجوسی کے خاندان و اولاد سے حضور اکرمؐ کے خاندان کو محفوظ رکھا۔"

(ترجمہ عمدۃ الطالب صفحہ ۱۸۰ - ۱۸۱)

اس کی تصدیق ابن قتیبہ نے "المعارف" صفحہ ۹۴ پر بھی کی ہے

(ب)۔ آپ کے امام ہفتم جناب موسیٰ بن جعفر (موسیٰ کاظم) کی ماں کا نام حمیدہ تھا جو لونڈی تھی۔ (جلاء العیون اُردو جلد ۲ صفحہ ۳۴۷)

(ج) آپ کے آٹھویں امام موسیٰ رضا کی ماں بھی لونڈی تھی جس کے کئی نام تھے۔ سکن۔ سما دام النبیین۔ خیزران۔ صفراء اور شقراء۔

(جلاء العیون حصہ دوم اردو صفحہ ۳۶۸)

(ایسا معلوم ہوتا ہے یہ عورت جن لوگوں کے ہاتھوں فروخت ہوتی ہوئی امام ہفتم کے پاس پہنچی اور وُہ لوگ اسے جن ناموں سے پکارتے رہے وُہ سب نام تاریخ میں محفوظ رہے ہیں)۔

(د) آپ کے امام نہم ابی جعفر محمّد بن علی الجواد المعروف محمّد تقی ۱۹۵ ہجری میں پیدا ہوئے ماں کا نام سبیکہ تھا جو اُم ولد تھی۔ (جلاء العیون اُردو صفحہ ۳۸۹)

(ہ) آپ کے گیارھویں امام جو حسن عسکری کے نام سے مشہور ہیں ان کی والدہ بھی لونڈی تھی جس کا نام بروایات مختلفہ سوسن یا سلیل تھا۔

(جلاء العیون اُردو جلد دوم صفحہ ۴۰۵)

(د)۔ آپ کے بارھویں امام جو لبقول آپ کے ۲۵۰ ہجری میں پیدا ہو کر جناب علیؓ کا مرتب کردہ قرآن بغل میں دبائے سامرے میں ۳۱۳ مومنوں کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ ان کی ماں بھی لونڈی تھی۔ (جلاء العیون اُردو جلد ۲ صفحہ ۴۱۳، ۴۱۴)

---

آپ نے حضرت مسورؓ بن مخرمہ کو کم سن ظاہر کرنے کے لیئے بڑی ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے لیکن آپ یہ بھُول گئے کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ تو مسور بن مخرمہ سے بھی چھوٹے تھے۔ ان کی تمام روایات سے آپ کو ہاتھ دھونے پڑیں گے۔

مُلّا باقر مجلسی شیعہ مجتہد لکھتے ہیں:

"کلینی۔ شیخ طبرسی اور ابن بابویہ وغیرہ نے حسن۔ صحیح اور معتبر سندوں کے ساتھ حضرت



صادقؑ سے روایت کی ہے اور امام حسن عسکری کی تفسیر میں بعض روایت مذکور ہے کہ بروز فتح خیبر آنحضرتؐ نے فرمایا میں نہیں سمجھتا کہ ان دونوں نعمتوں میں سے کس پر خوش اور مسرور ہوں۔ خیبر کی فتح پر یا جعفر کی (حبشہ سے) واپسی پر"۔

(حیات القلوب جلد ۲ صـــ ۶۶۹)

چونکہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ اپنے شوہر جعفر طیّار کے ساتھ ہجرت کے ساتویں برس مدینہ آئیں اور انہوں نے ہی حضرت حسنؓ کی پیدائش پر دایہ کے فرائض انجام دیئے اسلیئے لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ سیّدنا حسنؓ کی پیدائش سات ہجری یا اس کے بعد ہوئی۔ چونکہ سیّدنا حسینؓ سیّدنا حسنؓ کے بعد پیدا ہوئے اسلیئے ظاہر ہے ان کا سن پیدائش سنہ ۹ ہجری یا اسکے بھی بعد کا ہوگا۔ اگر اس قدر کم سنی میں حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کی بیان کردہ روایات آپ لوگ تسلیم کر لیتے ہیں تو مسورؓ بن مخرمہ کی روایات کو آپ کیوں تسلیم نہیں کرتے جو اس وقت حضرات حسنینؓ سے عمر میں بڑے تھے۔ اگر لفظ "صحابی" کا اطلاق مسورؓ بن مخرمہ پر نہیں ہوتا تو حضرات حسنین کو تو کسی طور بھی صحابی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس طرح آپ کا یہ اعتراض بھی باطل ہو جاتا ہے کہ مسورؓ نے سیدنا حسنؓ یا حسینؓ سے روایت کیوں نہیں کیا۔ حضرات حسنینؓ تو مسور سے بھی چھوٹے تھے مسورؓ ان سے روایت کیوں کرتے؟

آپ کا یہ کہنا کہ جب قرآن چار شادیوں کی اجازت دیتا ہے تو رسولؐ حضرت علیؓ کو دُوسری شادی سے کیوں منع کرتے۔ جناب یہ سوال تو آپ اپنے مُلّا باقر مجلسی سے پُوچھتے جس نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے جناب امیر پہ حیاتِ فاطمہؓ میں اور عورتیں حرام کی تھیں"۔

(جلاء العیون جلد ۱ صفحہ ۱۸۷)

اب رہ گیا آپ کا یہ ارشاد کہ دُختر ابوجہل کب پیدا ہوئی۔ اس کا نام کیا تھا۔ بعد میں اس کا نکاح کس سے ہُوا۔ یہ ایسے ہی سوال ہیں جیسے آپ سیّدہ فاطمہؓ کے نکاح کی صحیح تاریخ سے واقف نہیں جیسے آپ حضرت علیؓ کی والدہ کی صحیح تاریخ پیدائش سے آگاہ نہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں آپ حضرات حسنینؓ کی پیدائش کی صحیح تاریخوں سے واقف نہیں۔ آپ لوگوں کو تو کربلا کے اُس واقعہ کی صحیح تاریخ تو درکنار صحیح سال تک یاد نہیں جس پر آپ نے اتنا کھڑاک مچا رکھا ہے

توابوجہل کی لڑکی کے ان کوائف کی کسے ضرورت تھی۔ آپ مندرجہ بالا سوالوں کے صحیح اور فیصلہ کُن جواب دے دیجئے اور ابُوجہل کی لڑکی کا نام مجھ سے سُن لیجئے۔ ابوجہل کی اس لڑکی کا نام جویریہ تھا جس سے سیّدنا علیؓ نے نکاح کا ارادہ کیا تھا۔

آپ کا یہ ارشاد کہ آدمی دُوسری شادی تب کرتا ہے جب پہلی بیوی بدشکل ہو۔ زبان دراز ہو۔ بدچلن ہو یا اولاد نہ ہوتی ہو" لائق ستائش ہے اور آپ کی دانشمندی کی روشن دلیل ہے۔ سیّدہ فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے کئی شادیاں کیں اور پہلی بیویوں کی موجودگی میں دُوسری عورتوں سے نکاح کیئے۔ کیا حضرت علیؓ اسلیئے نئی شادیاں کرتے تھے کہ ان کی پہلی بیویاں بدشکل، زبان دراز اور بدچلن ہوتی تھیں؟ نیز سیّدنا حسنؓ نے سینکڑوں عورتوں سے نکاح کیئے کیا وہ سب عورتیں بدشکل، زبان دراز اور بدچلن ہوتی تھیں۔ نعوذ باللہ من خرافات السبائیہ۔

جناب والا! حضرت رسول اکرمؐ کی چار بنات طاہرات تھیں۔ سیّدہ زینب کے شیر دل بیٹے نے جنگِ یرموک میں شہادت حاصل کی۔ ان سے کوئی نسل نہ چلی۔ سیّدہ رقیۃ الزہرا[1] کے بیٹے سیّدنا عبداللہ نے ۱۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان کی اولاد آج تک حبشہ میں جبارتی قبیلہ کے نام سے مشہور ہے (ہسٹری آف ایتھوپیا۔ تالیف جے۔ بی ٹرمنگھم) سیّدنا عبداللہؓ کی اولاد میں سے امام کاشف ایک مبلغ کی حیثیت سے سلطان محمود غزنوی کے لشکر میں شامل تھے جو سلطان کی واپسی پر مظفر آباد کے علاقہ میں رہ گئے۔ آج بالائی ہزارہ، مظفر آباد اور مقبوضہ کشمیر کے ضلع بارہ مولا میں یہ لوگ لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ جناب فاطمہؓ کی اولاد کو مجوس و یہود کے اسلام دشمن تخریب کاروں نے ایک آڑ کے طور پر استعمال کرکے ہزار ہا داستانیں تراشیں اور ان کو دین سے بے گانہ کرکے بھنگ نوشوں اور چرس بازوں کا ایک لشکر تیار کرکے امت مسلمہ کو ان کی پُوجا کی طرف رغبت دلائی مگر سیّدہ رقیۃ الزہرا کی اولاد کے ایک ہاتھ میں قلم تھی۔ دُوسرے میں تلوار۔ اور زبان پر نعرۂ تکبیر۔ انہیں نہ تو کسی پُوجا کرنے والے کی ضرورت تھی اور نہ ہی انہوں نے

ھ ۱: رقوی سادات کے تفصیلی حالات کے لیئے علامہ فیض عالم صدیقی کی تحقیقی کتاب "سادات بنی رقیۃ" کا مطالعہ فرمائیں!
(ناشر)



تقدّس مآبی کا جامہ در بر کرنے کی کوشش کی۔ وُہ نہ "سیّد" اور "شاہ" کے نسلی تفاخر سے لبریز سابقوں اور لاحقوں کے محتاج تھے اور نہ چشتی قادری وسہروردی یا کاظمی۔ نقوی۔ زیدی اور جعفری جیسی نسبتوں کے بھُوکے تھے۔

جناب ظہور الحسن صاحب! معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے دوسرے سبائی ملّاؤں کی طرح قرآنی تعلیم سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ آپ نے یاایھا النبی قل لازواجك وبنٰتك ونساء المؤمنین کی جس طرح معنوی تحریف کی ہے وُہ صریحاً کفر کی زد میں آتی ہے۔ اگر بنٰتك سے مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں نہ تھیں تو اس سے اگلے لفظ نساء المؤمنین میں شامل تھیں مگر قرآن نے انہیں بنٰتك کے الفاظ سے بیان کرکے اس بات کی وضاحت فرمادی ہے کہ وہ حضور اکرمؐ کی بنات طاہرات تھیں اور اگر آپ یہ کہیں کہ وہ حضور اکرمؐ کی ربائب تھیں تو ذرا عقل سے کام لیجئے قرآن نے ربائب کا جہاں بھی ذکر فرمایا ہے لفظ ربائب سے فرمایا مگر یہاں قرآن نے صاف لفظ بنٰت فرماکر فیصلہ فرمادیا ہے کہ حضور اکرمؐ کی ربیبہ سرے سے کوئی نہ تھی۔ ازواج، بنات اور نساء المؤمنین کے الفاظ موجود ہیں مگر ربائب کا لفظ موجود نہیں۔ اگر حضورِ اکرمؐ کی ایک ربیبہ بھی ہوتی تو اس کا ذکر ضرور ہوتا۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ یار زندہ صحبت باقی۔

فیض عالم صدّیقی

# مکتوب مفتوح کے جواب میں مرزا یوسف حسین لکھنوی مبلغ شیعہ کا مکتوب

سلام علیکم ۔مزاج شریف ۔رسالہ "البتول فی وحدت بنت رسول" امید ہے کہ آج مکمّل ہو جائے گا لہٰذا اس کی طباعت میں جس قدر وقت صرف ہو گا وہ پریس کا کام ہے قبل ازیں[۱] آپ کو پیش کردہ ایک دو عبارتوں کا جواب بذریعہ خط ارسال کر چکا ہوں ۔آج مدارج النبوۃ علّامہ عبدالحق محدّث دہلوی سے ایک عبارت نقل کر کے روانہ کر رہا ہوں ۔اس سے دختر ابوجہل سے رشتہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی کہ یہ مولیٰ علی مرتضیٰ علیہ السّلام پر بہتان باندھا گیا تھا ۔ کتاب اہل سنّت بلکہ ایک بلند پایہ محدّث کی ہے ان کی اصل عبارت پشت پر ملاحظہ ہو۔

(مرزا یوسف حسین عفی عنہ)

## پشت کی عبارت

دختر ابوجہل کہ بسیار جمیلہ بود بر مدینہ رسید شہرت شد کہ علی خواستگاری میکند چوں ایں خبر بہ پیغمبر علیہ السّلام رسید ناخوش آمد ۔پس آنحضرت بر منبر آمد خطبہ خواند ...... وگفت اگر مے خواہد دختر بوجہل را فاطمہ را طلاق دہد ۔ وجمع نکند دختر دوست خودرا و دختر دشمن خود را دریک جا ۔پس امیرالمؤمنین علی ایں را شنید و اعتذار نمود وگفت یا رسول اللہ نخواستہ ام اورا و نہ گفتہ ام دریں باب حرفے مردم ایں مے نشستند ۔حضرت فرمود یا علی من ترا دوست میدارم فاطمہ جگر گوشہ من است ترسیدم مبادا در محبّت من بتو خلل راہ باید ۔

(مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۵۸)

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ خبر علی مرتضیٰ کے دشمنوں نے ان کے خلاف اڑائی تاکہ حضورؐ کی اور ان کی محبّت میں فرق آ جائے ۔اب رہا یہ کہ وہ دشمن کون تھے ؟ انہیں رسول کی وفات کے بعد سب نے دیکھ لیا اور پہچان لیا ۔

---

[۱] : اس سے پہلے آپ کا کوئی مکتوب نہیں ملا۔



# مرزا یُوسف حسین شیعہ مبلّغ کے خط کا جواب

از جانب :
حضرت علّامہ فیض عالم صدّیقی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

از راہ راست

مکرّمی مرزا یُوسف حسین صاحب مبلّغ اسلام میانوالی

السّلام علیکم ۔آپ کا ۴؍۸؍۱۵ کا تحریر کردہ گرامی نامہ ۴؍۸؍۱۸ کو ملا ۔ پڑھ کر انتہائی مایُوسی ہوئی ۔ یہ بمصداق ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ ۔سوال گندم جواب چنے ہُوا ۔مسئلہ بنات الرّسول کا تھا ۔ اور آپ یہاں نبی کے دُشمنوں کا ذکر لے کر بیٹھ گئے ۔آپ جیسا صاحب علم وفضل آدمی چار مہینے کی طویل خاموشی کے بعد ایک بچگانہ قسم کا جواب لکھ کر کہ "دُشمن کون تھے" کی پھبتی پر قصّہ ختم کر دے عجیب مضحکہ خیز بات ہے ۔مرزا صاحب ! جن لوگوں کو آپ نے "دشمن" کے خطاب سے نواز کر گویا بہت بڑا انکشاف فرمایا ہے وُہ لوگ سیّدنا علی مرتضیٰ کے محسن، ہمدرد، مربّی ۔ غمگسار اور تنگی وناداری کے ایّام کے کفیل تھے ۔شیعہ مذہب کی کتب سے بیسیوں اس قسم کی تصریحات پیش کر سکتا ہوں کہ سیّدنا علی ان کے سچّے مشیر، ہمدرد، مددگار معاون، شکر گزار اور ممنون احسان تھے ۔میں اس موضوع پر کتب شیعہ سے انشاءاللہ بہت جلد ایک رسالہ پیش کرنے والا ہوں ۔ رہا معاملہ مدارج النبوّۃ کا یا شاہ عبدالحق صاحب کا ۔اوّل تو ان کی جس عبارت سے آپ نے یہ صغریٰ کبریٰ نکال کر خط لکھنے کی زحمت گوارا فرمائی ہے وُہی سرے سے بے سروپا ہے اور پھر مدارج النبوّۃ کوئی اتھارٹی (AUTHORITY) نہیں ۔ اگر اسے اتھارٹی تسلیم ہی کر لیا جائے تب بھی اس عبارت سے آپ کے مؤقف کو تقویّت کی بجائے ضعف پہنچ رہا ہے ۔ نبی اکرم صلّے اللہ علیہ وسلّم بقول شیعیت اور بریلویت ماکان ومایکون کا علم رکھتے تھے ۔آپ کو یہ کیوں نہ معلوم ہو سکا کہ "دشمن" ہمارے درمیان مخالفت پیدا کرنے کے کھڑاگ رچا رہے ہیں اور آپ کو منبر پر کھڑے ہو کر یہ ارشاد فرمانا

پڑا۔ شیعہ مذہب کی دو درجن بھر کتب دختر ابوجہل کے واقعہ کی مؤید ہیں۔ جو میری نظر سے گزر چکی ہیں۔ آپ اپنی کس کس کتاب کو جھٹلا کر مدارج النّبوۃ جیسی گھٹیا قسم کی کتب سے صغریٰ کبریٰ نکال کر پناہ گاہیں تلاش کرتے پھریں گے۔ مرزا صاحب! میں ازحد شکرگزار ہوں گا کہ آپ بنات الرسول کے معاملہ میں اپنی کتب میں مندرجہ واقعات کی اپنی ہی کتب سے تردید کر کے دکھا دیں اور اگر آپ اہل سنّت کی کتب سے ایسی باتیں تلاش کریں گے تو پھر آپ کو اہل سنّت کی کتب کی حیثیت مسلّم طور پر تسلیم کرنا پڑے گی۔ میں اس عریضہ میں آپ کا طویل وقت نہیں لینا چاہتا اور مفصّل جواب کے لیئے آپ کے رسالہ "البتول فی وحدت بنت الرسول" کا منتظر ہوں۔ امید ہے آپ ضرور ارسال فرمائیں گے۔ اور مجھے ازحد خوشی ہو گی کہ آپ کیلئے ہر پابندی کو بھی قبول کرنے کو تیار ہوں کہ آپ کے منتخب موضوع کا دُوسرا رُخ آپ کی کتب سے ہی پیش کر دوں گا۔

کیا آپ مجھے یہ عرض کرنے کی اجازت دیں گے کہ آپ خواہ مخواہ بالکل باطل نظریات کو سچ ثابت کرنے کے لیئے مدارج النّبوۃ کی قسم کی کتب کی پناہ گاہیں تلاش کر رہے ہیں مرزا صاحب! نبی علیہ السّلام کی چار بیٹیاں تھیں اور یہ اتنی واضح حقیقت ہے جس کو تمام دنیا کے شیعہ مجتہدین اور علمائے کرام جھٹلانے کی سکت سے محروم ہیں۔ سیدہ اُمّ کلثوم بنت علیؓ کا نکاح سیدنا عمر فاروق اعظمؓ سے سورج کے وجود کی طرح روشن ہے۔ اس سے انکار حقیقت کے چہرے کو ڈھانپ نہیں سکتا۔ آگے چلیئے۔ آج تک واقعہ کربلا جس شکل میں پیش کیا جا رہا ہے معتبر کتب شیعہ خود اس صُورت کو کذب و افتراء کی داستان کہہ رہی ہیں جیسے دس محرم کی صبح تک پانی موجود تھا۔ سیّدنا حسینؓ نے غسل فرمایا۔ نورا (بالصفا پوڈر) لگایا۔ اہل بیت کو وضو کا ارشاد فرمایا۔ کیا یہ سب باتیں کسی ایک کتاب میں ہیں؟

پھر آپ جیسا فاضل آدمی غض بصر سے کام لے رہا ہے یا ارادۃً اپنے عقل و ذہن کی قوت کو غلط طور پر استعمال کر رہا ہے۔ آیئے ہم دوستانہ ماحول میں جو موضوع آپ پسند کریں اس پر گفتگو کریں۔ میرا خیال ہے آپ پر حقائق پوشیدہ نہیں۔ صرف سید آل حسن نواب محسن الملک اور ڈاکٹر سبطین لکھنوی جیسے افراد کی سی اخلاقی جرأت کی ذرا کمی



ہے۔ ورنہ مرزا صاحب! شیعیت یعنی چہ؟

نیازمند

**حکیم فیض عالم صدیقی**

رہتاس ضلع جہلم

---

اس خط کا تا ایندم مرزا صاحب کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔

## رسالہ "البتول" اور مسئلہ بنات الرسول

"بنات رسول" کے پہلے ایڈیشن کی طباعت تک مرزا صاحب کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ غالباً تین سال بعد کسی دوست نے مرزا صاحب کی دو تالیفات بھجوائیں۔

### "البتول فی وحدت بنت رسول"

مؤلفہ

علامہ مرزا یوسف حسین صاحب قبلہ مبلغ اسلام

ناشر اسلامیہ مشن پاکستان

ملنے کا پتہ:

انصاف پریس ریلوے روڈ۔ لاہور

تعداد طبع ایک ہزار ——— ہدیہ تین روپے

چھوٹی تقطیع کا ۱۲۸ صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ "بنات رسولؐ" کے موضوع پر شیعہ حضرات کی بے بسی کی منہ بولتی تصویر ہے۔ قطع نظر اس بات کے اس میں کوئی علمی بحث ہو مرزا صاحب کی قرآن دانی کا ذکر ناگزیر ہو گیا۔

میری تالیفات "مقام صحابہؓ" اور "صدیقہ کائناتؓ" کی طباعت کے بہت عرصہ بعد یعنی اگست ۱۹۸۲ء میں امامیہ دار التبلیغ ۳۶۲/سی گلی نمبر ۱۲ جی ۶/۲ اسلام آباد نے سید حسین عارف نقوی ایم اے اور سید محمد ثقلین کاظمی کا مرتبہ و مؤلفہ "تذکرہ علمائے امامیہ" شائع کیا۔ اس میں مؤلفین سے ایک عجیب ستم ظریفی سرزد ہوئی کہ صفحہ ۳۷۳ - ۳۷۴ میں مرزا صاحب کے حالات زندگی لکھتے وقت حاشیہ میں یہ لکھ دیا کہ "البتول فی وحدت بنت رسول" پر مختصر تبصرہ حکیم



فیض عالم صدیقی نے اپنی تالیف "مقام صحابہؓ" میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ مولانا مرزا یوسف حسین نے اپنے رسالہ میں جتنی بھی آیات قرآنی لکھی ہیں سب غلط ہیں۔

اگرچہ مرتبین نے میری تالیف "صدیقہ کائناتؓ" کے متعلق یہ تو لکھ دیا کہ اس میں حکیم فیض عالم صدیقی نے مرزا صاحب کی تالیف "وفات عائشہؓ" نامی کتاب پر تنقید کی مگر یہ حقیقت گول کر گئے کہ اس میں بھی مرزا صاحب نے قرآنی آیات غلط لکھی ہیں۔ شاید مرزا صاحب کا کچھ نہ کچھ بھرم رکھنا مطلوب تھا۔ مگر مرزا صاحب نے کسی مصلحت کی وجہ سے مجھے تو معاف کر دیا حالانکہ اصل قصور تو میرا تھا جس نے یہ نشان دہی کی تھی کہ موصوف قرآن سے بے بہرہ ہیں۔ البتہ "تذکرہ امامیہ" کے مرتبین کے خلاف دس لاکھ ہرجانے کا نوٹس داغ دیا۔ جس کے فوٹو سٹیٹ کی کاپی کس طرح مجھے بھی حاصل ہو گئی۔ "وفات عائشہ" نامی رسالے پر مرزا صاحب کا نام ان الفاظ میں مرقوم ہے۔

صنیم پاکستان سلطان الواعظین علامہ مرزا یوسف حسین قبلہ لکھنوی مدظلہ
مؤسس اسلامیہ مشن پاکستان سابق قاضی شریعت کرم ایجنسی سابق مبلغ
مدرسۃ الواعظین مطبوعہ کھجوہ ضلع سارن

صفحہ ۵ میں وجہ تالیف کے خاتمہ پر یوسفی منزل میانوالی مرقوم ہے مگر مطبوعہ کھجوہ ضلع سارن ہے۔ معلوم ہوتا ہے پاکستان کے کسی پریس کو مرزا صاحب کی ان سفوات کے طبع کرنے کی جرأت نہ ہو سکی اور مقام اشاعت کھجوہ ضلع سارن لکھ دیا۔ مگر پریس کا نام پھر بھی گول کر دیا۔ میرے پیش نظر اس وقت مرزا صاحب کی تالیف "البتول فی وحدت بنت رسول" ہے۔ جس میں مرزا صاحب نے عجیب عجیب علمی قلابازیوں سے اپنے معتقدین کے سامنے اپنا بھرم قائم رکھنے کی کوشش کی ہے اور اصل موضوع کہ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بنات طاہرات تھیں" سے دامن بچا کر نکل گئے۔

### "البتول" میں قرآنی آیات اور مرزا صاحب

سب سے پہلے اس بات کو پیش نظر رکھنا اشد ضروری ہے کہ قرآنی رسم الخط ایک توقیفی

امر ہے۔ اس میں ایک لفظ تو در کنار ایک شمہ بھر شوشہ کی کمی بیشی بھی تحریفِ قرآن کے ضمن میں آتی ہے اور تحریفِ قرآن کا مرتکب باجماعِ امّت کافر ہے۔

ملاحظہ ہو مرزا صاحب کی قرآن دانی۔ کہ اصل الفاظِ قرآنی کیا ہیں اور مرزا صاحب نے کیا کیا گُل کھلائے ہیں۔

| نمبر | مرزا صاحب کی قرآن دانی مع حوالہ صفحہ و سطر | قرآن مجید مع حوالہ پارہ و رکوع |
|---|---|---|
| ۱ | قل لا اسا لکم صفحہ ۲۹ سطر ۱۲ | قل لا اسئلکم ۲۵/۴ |
| ۲ | فلندع ابناءنا ″ ۳۲ ″ ۹ | فقل تعالوا ندع ابناءنا ۳/۱۴ |
| ۳ | من یعمل مثقال ذرۃ ۵۱ ″ ۸ | فمن یعمل مثقال ذرۃ پارہ ۳۰ |
| ۴ | اتقاکم ″ ۵۰ ″ ۱۳ | اَتْقٰکُمْ ۲۶/۱۴ |
| ۵ | یوم یفر المرء من اخیہ و امہ وابیہ وصاحبتہ وبنیہ | یوم یفر المرء من اخیہ ٥ وامہ و ابیہ ٥ وصاحبتہ وبنیہ ٥ ۳۰/۵ |
| ۶ | محانتنا صفحہ ۱۵ سطر ۳ | فخانتا |
| ۷ | عشیرتک الاقربین ″ ۶۱ ″ ۱۸ | عشیرتک الاقربین ۱۹/۱۵ |
| ۸ تا ۱۱ | اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنہ یا بُنیّ ماتعبدون من بعدی قالوا نعبُدُ الٰھک والہ اباءک ابراھم واسماعیل واسحاق صفحہ ۶۴ سطر ۴ تا ۶ | اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیہ ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الٰھک وَالٰہ آبائِکَ ابراھیم واسمٰعیل و اسحٰق ۱/۱۶<br>صرف ایک آیت میں مرزا صاحب نے ایک طرف اپنے پلّے سے یا بُنیّ کی پخ لگائی اور دوسری طرف لبنیہ، اسمٰعیل، اسحٰق کا تلفظ صحیح نہ لکھ سکے۔ |
| ۱ | وماکان محمد صفحہ ۶۴ سطر ۱۹ | ماکان محمد "و" زائد ہے |
| ۱ | آذر صفحہ ۶۶ ″ ۱۴ | آزر ۷/۱۵ ز اور ذ کی تمیز نہیں |



| نمبر | مرزا صاحب کی قرآن دانی مع حوالہ صفحہ و سطر | قرآن مجید مع حوالہ پارہ و رکوع |
|---|---|---|
| ۱۴ | زوجناکھا صفحہ ۸۰ سطر ۱۷ | زوّجنٰکھا |
| ۱۵ | وماکان محمد ″ ۸۰ ″ ۲۰ | ماکان محمدؐ "و" زائد ہے |
| ۱۶ | ولا ان تنکحوا المشرکین ″ ۹۰ ″ ۲۰ | ولا تنکحوا المشرکین "ان" زائد ہے |
| ۱۷ | ملائکتہ یخرجکم ″ ۱۱۱ سطر ۷-۸ | ملٰئکتہ لیخرجکم "ل" ہضم۔ یہ کی کتابت غلط |
| ۱۸ | اولئک ھم المفلحون صفحہ ۱۱۱ آخری سطر | اولئک ھم المھتدون<br>اس مقام پر ھم المھتدون ہے "المفلحون" غلط ہے۔ |
| ۱۹ | کبیرھم فاسئلو صفحہ ۱۱۸ سطر ۱۲ | کبیرھُمْ ھٰذا فسئلوھم |
| ۲۰ | جعلہ صفحہ ۱۱۸ سطر ۱ | نجعلہ ۱۹/۳ |
| ۲۱ | یا ایھا النبی قل لازواجک وبناتک | یا ایھا النبی قل لازواجک وبنٰتِک |
| ۲۲ | ونساء المومنین یدنین علیھن صفحہ ۱۲۱ سطر ۱، ۲ | ونساء المؤمنین یُدنین علیھن ۲۲/۵ |
| ۲۳ | اعطیناک صفحہ ۱۲۲ سطر ۱۸ | اعطینٰکَ پارہ ۳۰ |
| ۲۴ | احصیناہ صفحہ ۱۲۳ سطر ۲ | احصینٰہُ ۲۲/۱۸ |
| ۲۵ | قل لازواجک صفحہ ۱۲۶ سطر ۱۹ | قل لازواجِکَ۔ |
| ۲۶ | الصلوٰۃ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا صفحہ ۳۱ سطر ۱۶ | وقرن فی بیوتکن ولا تبرّجن تبرُّج الجاھلیۃ الاولیٰ واقمن الصلوٰۃ وَ اٰتین الزکوٰۃ واطعن اللہ ورسولہ ط انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا" ۲۲/۱ |

ع یہ کام ہیں اُن کے جن کے حوصلے ہیں زیاد

یہ پُوری آیت اس رکوع کی ایک آیت ہے جو اُمہات المؤمنینؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ پُورے رکوع اور پھر اس کی ایک پُوری آیت کو نظر انداز کر کے آیت کے آدھے حصّے کو حضرات علیؓ، فاطمہؓ اور حسنینؓ پر چسپاں کرنا کس قدر جرأت اور دلیری ہے اور پھر لفظ انّما سے پہلے الصّلوٰۃ کی بچر یا للعجب اور لطف یہ کہ لفظ تطهیرا تک لکھنا نہیں آتا۔ بھئی آخر سلطان الواعظین جو ٹھہرے

| غلط | صحیح |
|---|---|
| ۲۷ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع یسبح لہ صفحہ ۳۱ سطر ۱ | فی بیوت اَذِنَ اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ یسبح لہٗ فیھا |

مرزا صاحب کی جہالت کی انتہا کہ اس آیت سے ویذکر فیھا کے مقدّس کلمات ہی نکال دیئے۔

مرزا صاحب اور تو سب کچھ ہو سکتے ہیں مگر بُغض صحابہؓ کے مرض نے قرآن فہمی بلکہ قرآن دانی کی سعادت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں محروم رکھا ہے۔ اسی کتابچہ کے صفحہ ۱۲۴ میں حرمت علیکم تا ما وراء ذلکم تک نمبر ۴۔ ۵ ع ڈیڑھ آیت میں بارہ لفظ غلط لکھے ہیں اور لگتے ہاتھوں مرزا صاحب کی قرآن دانی کے متعلق ایک مزید لطیفہ بھی سُن لیجئے۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں مولوی ابو العطا اللہ دتہ جالندھری قادیانی اور مرزا صاحب کے مابین مہت پور ضلع ہوشیار پور میں ایک تحریری مناظرہ ہوا تھا جس کی روئیداد فریقین کے مشترکہ خرچ سے شائع ہوئی تھی۔ اس روئیداد کے صفحہ ۹۴ میں مرزا صاحب نے نہ معلوم کس ترنگ میں آ کر پ ۲۳ رکوع ۱۱ کی ایک آیت کے بعد جاءت الساعۃ الکبریٰ لکھ دیا۔ مولوی ابو العطا جالندھری نے اپنی جوابی تحریر میں بڑے ستم ظریفانہ انداز میں مرزا صاحب سے پوچھا یہ آیت کس قرآن میں اور کس پارہ میں ہے۔ جواب دے کر مشکور فرمائیں (صفحہ ۹۹)

مرزا صاحب اس کا کیا جواب دیتے



علمی انداز میں "البتول" پر نظر ڈالنے سے پہلے اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھنا قارئین کے لیئے دلچسپی کا موجب ہے کہ جو "سلطان الواعظین" چھوٹی تقطیع کے ۱۲۸ صفحات پر مشتمل کتابچہ میں جس قدر قرآنی آیات لکھتے ہیں غلط لکھتے ہیں ان کی دُوسری باتیں کہاں تک صحیح ہو سکتی ہیں اور ان حالات میں ایک عام قاری رطب و یابس کے ایک دفتر سے کس طرح اصل حقائق کو اخذ کر سکتا ہے اور اس کا مواد کس حد تک صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ مؤلف نے اپنی اس تالیف میں جو کچھ مختلف قسم کی غیر معروف کتابوں سے نقل کیا ہے وہ مؤلف کی علمی دسترس سے یقیناً باہر ہے۔ اس نے جو کچھ لکھا ہے حوالہ در حوالہ کی بنا پر لکھا ہے یا سُنا سنایا لکھا ہے۔ ابتدائیہ سے لے کر صفحہ ۴۹ تک سیّدہ فاطمہ صلوات اللہ علیہا کے فضائل و مناقب بیان کیے گئے ہیں۔ ان صفحات میں مؤلف نے حضرت سیّدہ کے فضائل بیان کرتے ہُوئے غیب سے کھانے پینے کی اشیاء کا موجود ہونا یا جنّت سے لباس کا آنا یا فرشتوں کا خدمت کے لیئے حاضر ہونا بڑے شدّ و مد سے بیان کیا ہے۔ ایسی باتوں کے متعلّق سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے ع

دل کے خوش کرنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

معلوم ہوتا ہے حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ تک ملائکہ کو صرف یہی تعلیم اور تربیت دی جاتی ہے کہ جب سیّدہ فاطمہؓ کا نکاح جناب علیؓ سے ہُوا تھیں ان کے گھر کے تمام کاروبار سنبھالنے ہوں گے۔ لیکن تصویر کا دُوسرا رُخ ملاحظہ ہو کہ ملّاں باقر مجلسی لکھ رہے ہیں۔

"بسند معتبر جناب امیرؓ سے روایت ہے کہ فاطمہؓ حضرت رسولؐ کی محبوب ترین مردم تھیں اور اس قدر پانی کے مشکیزے اُٹھائے کہ سینہ مبارک سے اثر ایذا کا ظاہر ہوا اور اس قدر چکی پیسی کہ ہاتھ مجروح ہو گئے۔ اس قدر جھاڑو دی کہ کپڑے گرد آلود ہو گئے اور اس قدر آگ سُلگائی کہ کپڑے سیاہ ہو گئے لہٰذا کثرت کاروبار سے جناب سیّدہ کو تکلیف ہوئی۔ مَیں نے ایک روز کہا کہ اپنے پدر بزرگوار کے پاس جاؤ اور عرض کرو کہ مجھے کام کاج کیلئے ایک کنیز مول لے دیجئے۔" (جلاء العیون اردو جلد اصفحہ ۱۹۴)

نہ معلوم ان حالات میں مرزا صاحب کے بیان کردہ خدمت کرنے والے فرشتے کہاں بھاگ گئے کہ جناب امیر سیدہ کو کنیز لانے کا مشورہ دینے پر مجبور ہو گئے۔

مرزا صاحب نے حضرت فاطمہؓ کے متعلق ایک وضعی حدیث سیدۃ النساء اہل الجنۃ کا سہارا لے کر بناتِ رسولؐ کے وجود سے انکار کی عجیب راہ نکالی ہے۔ ترمذی میں اس حدیث کا سلسلہ یوں ہے عن المنہال بن عمرعن زرّی جیش عن حذیفہ۔ راوی منہال بن عمرو کوفی شیعہ ہے۔ امام ذہبی نے میزان الاعتدال جلد ۳ صفحہ ۲۰۴ پر لکھا ہے کہ اس کے گھر گانا بجانا ہوتا تھا اسلئے شعبہ نے اس روایت کرانا ہی ترک کر دیا۔ جوزجانی لکھتے ہیں کہ یہ بدمذہب تھا ایسے شیعہ اور بدمذہب کی روایت کردہ حدیث کی ہمارے نزدیک کیا قیمت ہو سکتی ہے؟ لطف یہ کہ امام ترمذی نے خود اس حدیث کو غریب لکھا ہے۔ علامہ ابن کثیر کا اس بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ فی اسانیدہ کلھا ضعف (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۶)۔

صحیح بخاری میں جہاں فاطمہ سیدۃ النساء اہل الجنۃ درج ہے بغیر اسناد کے ہے حالانکہ امام بخاری ہمیشہ ہر حدیث کے اسناد درج کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے بعد میں کسی کاتب نے اضافہ کیا ہے اور جہاں بخاری میں یہ الفاظ حضرت عائشہؓ سے منسوب کر کے سلسلہ اسناد لکھا ہے وہاں ماشاءاللہ سب کوفی ہی کوفی براجمان ہیں۔ اس حدیث کو ابونعیم فضل کوفی شیعی (متوفی ۲۱۹ھ) زکریا بن ابی زائد خالد کوفی سے، وہ فراس بن یحییٰ کوفی سے وہ مسروق کوفی سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ ان میں کئی علانیہ اور کئی "تقیتہً" شیعہ ہیں۔

قرآنی تعلیم کی روشنی میں علیٰ وجہ البصیرت سوچنے والوں کیلئے الحسن والحسین سید الشباب اہل الجنۃ اور فاطمہ سیدۃ النساء اہل الجنۃ جیسے کلمات خواہ وہ ذخیرۂ احادیث کے سلسلۃ الذہب میں ہی مرقوم کیوں نہ ہوں ضرور یہ سوچنے پر مجبور کر دیتے ہیں کہ قرآن مجید نے تو ازواج النبیؐ کو "لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاۗءِ" کے ارشاد سے مفتخر فرما کر یہ فیصلہ فرما دیا کہ دنیا جہان کی کوئی عورت خواہ وہ کسی مرتبہ و مقام کی کیوں نہ ہو ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور پھر سیدہ صدیقۂ کائناتؓ کے متعلق حضور اکرمؐ نے سیدہ فاطمہؓ کو صاف لفظوں میں فرمایا تھا کہ فاطمہؓ، عائشہؓ کے معاملے میں مجھے پریشان نہ کرو۔ نیز امہات المومنینؓ کو یہ بھی فرمایا تھا کہ عائشہؓ کا مقام



ایسا ہے جیسے کھانے میں ثرید کا مقام۔

قابلِ غور امر یہ ہے کہ قرآن نے تو امہات المومنین کو دنیا میں نساء العالمین کا سردار قرار دیا اور بیک لخت یہ انقلاب کیسا کہ قیامت میں اپنی بیٹی اپنی ماں کی، اپنے باپ کی دیگر ازواج سیدہ مریم صدیقہؓ، سیدہ آسیہؓ وغیرہ سب کی سردار بن جائیں گی اور اگر جنت میں بھی اعلیٰ ادنیٰ کی یہ تمیز اور سرداری و ماتحتی کا یہ شاہانہ موجود رہا تو وہ جنت کہاں جس میں کسی بلند مقام پر مقیم جنتی کو کسی آخری درجے کے جنتی پر بھی کوئی تفاخر حاصل نہ ہوگا جو سب سے آخر میں جنت میں پہنچا ہوگا۔ یہی کیفیت حضرات حسنینؓ کی ہے۔ سیدنا حسنؓ کی ولادت غزوۂ خیبر کے دوران یا اس سے چند بعد اور سیدنا حسینؓ کی ولادت فتح مکہ کے بعد ہوئی تھی جیسا کہ جناب بشیر انصاری شیعہ مولوی نے اپنے مکتوب میں تسلیم کیا ہے اس حساب سے حضور اکرمؐ کی وفات کے وقت سیدنا حسنؓ کی عمر ۲-۳ سال اور سیدنا حسینؓ کی عمر ۲-۳ سال تھی۔ اس لحاظ سے حقیقی معنوں میں وہ طبقہ اوّل کے تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی صحابیت اور تابعیت پر علمی طور پر بہت کچھ لکھا اور کہا جا چکا ہے۔ پھر حیرانی اس بات کی ہے کہ جنت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام، کروڑوں صلحائے امت اور شہدائے عظام ہوں گے۔ ڈیڑھ لاکھ کے قریب صحابہ کرامؓ جن میں سیدنا صدیقِ اکبرؓ سیدنا فاروقِ اعظمؓ سیدنا ذوالنورینؓ اور خود حسنینؓ کے والد سیدنا علیؓ ابن ابوطالب[1] اور ان کے نانا محمد رسول اللہ موجود ہوں گے مگر سرداری حسینؓ کی ہوگی۔ اگر کہا جائے کہ حسنینؓ کی سرداری سے محبوبِ ربِ اکبر سید البشر پیغمبر اعظم و آخر صلی اللہ علیہ وسلم کی سرداری کی توہین نہیں ہوتی کیونکہ یہ تو صرف جوانوں کے سردار ہوں گے تو ہمیں بتایا جائے کہ وہاں بوڑھا کون ہوگا۔ وہاں تو سب کے سب جوان ہونگے

ان سطور سے کہیں کوئی کلبِ عباس یا کلبِ علی یا "سگِ بارگاہِ پنجتن" یہ نہ سمجھے کہ میں سیدہ فاطمہؓ یا حسنینؓ کے فضائل و مناقب کا منکر ہوں۔ میرے نزدیک سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ کے حقیقی فضائل و مناقب کا منکر فاسق و فاجر ہی نہیں بلکہ اسی طرح کافر ہے جس طرح سیدہ صدیقۂ کائنات یا دوسری ازواج رسولؐ کے فضائل کا منکر کافر ہے۔

[1]: ان کا اصل نام عبد مناف تھا اپنے کافر بیٹے طالب کے نام کی وجہ سے ابوطالب کہلائے یعنی طالب کا باپ۔ نہ معلوم اپنے مسلمان بیٹوں علی جعفر اور عقیل وغیرہ کی مناسبت سے کنیت اختیار نہیں کی گئی۔

سورۃ الفتح کی آخری آیات اس امر پر شاہد ہیں کہ صحابۂ کرام کی ذوات قدسیہ کے فضائل کا منکر کافر ہے اور سیدہ فاطمہؓ صرف ایک صحابیہ ہی نہیں بلکہ حضور خاتم الانبیاء کی چار بیٹیوں میں ایک بیٹی ہیں۔ ایک جلیل القدر صحابی جو حضورؐ کے چچا زاد بھی ہیں ان کی زوجہ ہیں اور حضرات حسنینؓ جیسے عالی مرتبت سرخیل التابعین بلکہ بیک سبب صحابہؓ کی والدہ ہیں۔ کہنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ ع گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی۔

شریعت مطہرہ نے انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، صلحائے امت رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے مراتب کا الگ الگ تعین فرما دیا ہے۔ یہاں کسی انسان کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی امتی کو درآنحالیکہ وہ جلیل القدر صحابی ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بلند کرکے "علیہ السلام" کے مقام پر بٹھا دے اور کسی صالح مومن کو رحمۃ اللہ علیہ کے بجائے رضی اللہ تعالیٰ کہنا شروع کردے۔ یہ تو بالکل وہی بات ہے کہ کسی ملک کے وزیر کو بادشاہ سلامت کہہ کر پکارا جائے یا کسی حاکم ضلع کو عزت مآب وزیر صاحب کہہ کر مخاطب کیا جائے۔

مرزا صاحب نے "البتول" کے صفحہ ۵۱ سے ۸۶ تک اپنی علمی قلابازیوں کے جوہر دکھانے کی کوشش کی ہے اور مکتوبات احمد سرہندی، ابن قتیبہ کی معارف، حیات القلوب فخر الاسلام، روضۃ الاحباب۔ ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی کی تالیف مقتل۔ مدارج النبوۃ اور سبط ابن جوزی کی تذکرہ خواص الامۃ وغیرہ جیسی کتب سے خلط مبحث کا انبار جمع کیا ہے۔ اگرچہ ایک دو مقامات پر "الاصابہ" اور "استیعاب" ابن عبد البر کے حوالے بھی پیش کیے ہیں جو حضور اکرمؐ کی بنات طاہراتؓ کے اثبات میں ہیں مگر آپ نے ان سے نہایت جاہلانہ انداز میں اپنے مؤقف کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے یعنی فلاں نے لکھا ہے کہ فلاں بیٹی بڑی تھی اور فلاں چھوٹی۔ اور فلاں نے لکھا ہے کہ فلاں بڑی تھی اور فلاں چھوٹی۔ چونکہ آج تک کسی کو یہی معلوم نہیں کہ بڑی بیٹی کون تھی اور چھوٹی کون تھی اسلیئے ثابت ہوا کہ حضور اکرمؐ کی صرف ایک ہی بیٹی تھی۔ مرزا صاحب کے اس استدلال پر کس کی عقل کا ماتم کیا جائے۔ "البتول" کے صفحہ ۸۸ میں "حضرت خدیجہؓ رسول کے گھر میں باکرہ آئیں" کے عنوان کے تحت عجیب



عجیب گل فشانیاں فرمائی گئی ہیں۔

یہاں اس امر کو بھی ذہن میں رکھیئے کہ اُمّ المؤمنین سیدۃ النساء العالمین کے اسم مقدس کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کلمات تو درکنار رضؓ کی علامت لکھنے کی بھی توفیق سے محروم رہے۔ یہاں اُمّ المؤمنین کے اسم مقدس کے ساتھ حضرت کا سابقہ ضرور ہے مگر یہ گستاخ خاتم النبیین آپؐ کے اسم مقدس کو بھی صرف "رسول" کا لفظ لکھ کر گزر گیا۔ یہاں نہ حضرت کا لفظ ہے۔ نہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور نہ ہی ؐ تک علامت ہے۔ حقیقت میں اس گروہ نے تمام فضائل سیدنا علیؓ اور حضرات حسنینؓ کیلئے مختص کر رکھے ہیں۔ اس جملہ معترضہ سے قارئین کو یہ بتانا مقصود تھا کہ یہ لوگ کس قدر گستاخ رسولؐ ہیں۔

اب "البتول" کے صفحہ ۸۸ کے ملفوظات ملاحظہ کیجئے:

> احمد بلاذری اور ابو القاسم نے اپنی کتابوں میں اور سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے شافی میں اور ابو جعفر نے تلخیص میں بیان کیا ہے کہ جب حضرت خدیجہؓ کا عقد آنحضرتؐ سے ہوا تو وہ باکرہ تھیں یعنی پہلے شوہروں سے بکارت محفوظ رہی (مناقب آل ابی طالب جلد اوّل صفحہ ۱۰۹ طبع بمبئی ۱۳۱۷ھ)
>
> (مرآۃ العقول جلد اوّل صفحہ ۳۵۲)

اس پر مرزا صاحب نے ایک طویل نوٹ لکھا ہے۔ صفحہ ۸۹ پر ایک استفتاء ہے:

استفتاء از سرکار ناصر الملت اعلی اللہ مقامہ مجتہد لکھنؤ و جواب استفتاء،

سوال: جناب اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ آیا باکرہ تھیں یا بیوہ تھیں۔ اگر باکرہ تھیں تو اس کا ثبوت کس مقام میں ہے حوالہ مکمل تحریر فرمائیں۔ اگر بیوہ تھیں جیسا کہ مشہور ہے تو جناب معصومہ کا نورانی مادہ ایسے بطن میں رہنے سے کوئی نقص تو لازم نہیں آتا۔

الجواب: وباللہ التوفیق قول اصح یہی ہے کہ جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا کا کوئی شوہر سوائے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نہ تھا۔ اس امر کا ثبوت کتاب "البدع المحدثہ" سے بخوبی ہوتا ہے۔ ناصر حسین عفی عنہ بقلمہ

اس استفتاء کے ساتھ شیعہ ملاؤں کا یہ جواب دعویٰ بھی شامل کرلیں کہ سیدہ زینبؓ

رقیہؓ اور اُمِ کلثومؓ حضرت خدیجہؓ کے پہلے خاوند سے لڑکیاں تھیں تو اہلِ علم کو شیعہ مسلک سمجھنے میں کافی مدد ملے گی۔ آپ نے مرزا صاحب کی حواس باختگیاں ملاحظہ فرمالیں۔ اب ایک اور صاحب کی جدت طرازیاں ملاحظہ فرمائیں۔ تالیف کا نام ہے "بناتِ رسول۔ روایات کے آئینہ میں"۔ اس کے مؤلف کوئی مولانا سید محمد ابراہیم مدظلہ العالی ہیں۔ ترتیب و اضافہ و مطالب کے قلمکار ہیں سید محمد قیصر جعفری اور طابع و ناشر مکتبہ اصلاح ۱۲۔ پریم بھون اے ایم ۱۱ فرید روڈ کراچی ۱۱۔ سنہ طباعت ۱۹۷۴ عیسوی ہے۔ اس کتابچہ کا پیش لفظ علامہ ڈاکٹر سید مجتبیٰ حسن صاحب کامونپوری پی ایچ ڈی ناظم شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے لکھا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اپنے پیشِ لفظ صفحہ ۵ کی سطر ۱۰ تا ۱۲ میں لکھتے ہیں:

"حضرت خدیجہؓ کا عقد جب آنحضرتؐ سے ہوا تو آپ باکرہ تھیں صرف آنحضرتؐ ہی سے آپؓ کا عقد ہوا۔ اور آپؓ نے اپنے شوہر کی حیات میں ہی انتقال فرمایا اور بیوگی کے صدمات نہیں سہے۔"

آگے چل کر صفحہ ۶-۷ میں لکھتے ہیں:

"یہ امر کہ حضرت خدیجہؓ رسول اللہ کے عقد کے وقت دوشیزہ تھیں یہ صرف دعویٰ ہی نہیں ہے بلکہ اجلۂ سلام کی تحقیق ہے جس میں حسبِ ذیل حضرات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں:-

(۱) شیخ مفید مسائل سرویہ میں (۲) شیخ ابوجعفر طوسی کتاب التخلیص میں (واضح رہے کہ کتاب التخلیص کوئی کتاب نہیں۔ فیض عالم) (۳) سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کتاب شافی میں۔ (۴) ابن شہر آشوب کتاب مناقب میں۔ (۵) محمد بن عبدالرحمٰن اصفہانی کتاب البدیع میں (۶) عمادالدین لطبرسی الکامل الہانی میں (۷) ابوالقاسم کوفی کتاب الاستغاثہ میں

ایک طرف اتنے بھاری بھرکم شیعہ علماء کے ان ارشادات کو پڑھیئے کہ اُمّ المؤمنین سیدہ خدیجہؓ کا جب حضور اکرمؐ سے نکاح ہوا تو آپ باکرہ تھیں اور دُوسری طرف ان شیعہ زعماء کے ارشادات سے اپنے قلوب و اذہان کو شاد کام کیجئے جو صدیوں سے یہ کہتے چلے آرہے ہیں کہ سیدہ زینبؓ، سیدہ رقیہؓ اور سیدہ اُمِ کلثومؓ حضور اکرمؐ کی بیٹیاں نہیں بلکہ ربائب



تھیں جو اُمّ المؤمنین سیدہ خدیجہؓ کے پہلے خاوندوں سے تھیں ع

ناطقہ سر بگریباں ہے کہ اسے کیا کہیئے!

دراصل ان شیعہ زعماء کی یہ اپنی حواس باختگیاں نہیں بلکہ یہ سب کچھ اپنے ائمہ کیطرف سے وراثت میں ملا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ائمہ صادقین کی پیشگوئیوں سے کیا تو یہ نہیں سمجھتا کہ شیعہ کو ان جھوٹی پیشگوئیوں سے بہلایا جاتا رہا۔ (انوار نعمانیہ جلد ا صفحہ ۱۴۶)

۲۔ علی بن یقطین سے روایت ہے کہ ہمیں ابوالحسن نے کہا کہ شیعہ کو دو سو سال سے جھوٹی خبروں سے بہلایا جارہا ہے ........ شیعہ کی تالیف قلب کے لیئے جھوٹ موٹ کہا گیا۔ (انوار نعمانیہ جلد ا صفحہ ۱۵۳، اصول کافی صفحہ ۲۳۲)

۳۔ اگر ائمہ کرام شیعوں کو شروع میں ہی بتا دیتے کہ ابھی مخالفین کا غلبہ رہے گا اور دو ہزار یا تین ہزار سال تک شیعوں کو آرام نصیب نہیں ہوگا تو وہ دین چھوڑ کر مرتد ہوجاتے۔

(ستقصار الافہام مجلسی ۱ : ۳۰)

۴۔ زرارہ کہتا ہے میں نے امام باقر سے ایک مسئلہ پُوچھا۔ آپ نے بتا دیا۔ ایک دوسرے آدمی نے وہی مسئلہ پُوچھا آپ نے اسے دوسرا جواب دیا۔ تیسرے آدمی نے وہی مسئلہ پُوچھا آپ نے اسے پہلے دو جوابوں کے خلاف بتایا۔ جب وُہ چلے گئے تو میں نے امام سے پُوچھا کہ آپ نے ایک مسئلہ کے مختلف جواب دیئے ہیں تو امام نے فرمایا۔

"اس میں ہماری اور تمہاری بھلائی ہے"

(اصول کافی صفحہ ۳۷)

۵۔ رجال کشی صفحہ ۱۵۳ میں بھی اسی قسم کی روایت موجود ہے۔

## قول فیصل

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال
انی لا نکلم علی سبعین وجھا فی
کلھا المخرج وایضاً عن ابی بصیر

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بیشک
میں ستّر پہلو رکھ کر بات کرتا ہوں ہر پہلو سے
نکل جانے کا موقع رہتا ہے۔ ابوبصیر سے

قال سمعت ابا عبداللہؑ یقول انی لاتکلم بالکلمۃ الواحدۃ لھا سبعون وجھا ان شئت اخذت کذا وان شئت اخذت کذا

(اساس الاصول مصنفہ دیدار علی مجتہد شیعہ ص۴۵)

بھی روائت ہے کہ میں نے امام جعفر علیہ السلام کو فرماتے سُنا کہ میں جب کوئی کلام کرتا ہوں تو اس میں ستّر پہلو رکھ لیتا ہوں چاہوں تو اس پہلو کو اختیار کر لوں اور چاہوں تو اُس پہلو کو لے لوں۔

شیعہ مذہب کے ان اُصولوں کو پڑھ کر قارئین کو تسلّی ہو گئی ہوگی کہ سیدۃ نساء العالمین اُم المؤمنین سیّدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق جو شیعی ہفوات گزشتہ سطور میں بیان ہوئی ہیں یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔

اس کے بعد خاتمہ تک مرزا صاحب نے چند مجہول قسم کی کتب سے رطب دیابس کی بھرتی سے کتابچہ کی شکم پُری کرنے کی کوشش کی ہے۔

مگر حیرانی اس بات کی ہے کہ شیعہ مذہب کی اُمّہات الکتب استبصار[1] انوار نعمانیہ[2] اصول کافی[3]۔ عمدۃ الطالب[4]۔ کشف الغمہ[5]۔ حیات القلوب[6]۔ خصال شیخ صدوق[7]۔ الاستغاثہ[8]، منتہی الامال[9] اور نسب قریش[10] وغیرہ کی ان روایات کو چھُوا تک نہیں جن میں حضور اکرمؐ کی چار بنات طاہرات[11] کا بڑی شد و مد سے بتکرار ذکر موجود ہے۔